سادات کالونی ڈرگ روڈ اور یہاں کی عزاداری

(۱۹۵۱ء تا ۲۰۱۶ء)

تحریر سید ظہیر حسن زیدی (سابق صاحب بیاض انجمن حیدریہ)

سادات کالونی ڈرگ روڈ

اور

یہاں کی عزاداری

۱۹۵۱ء تا ۲۰۱۶ء

تصنیف

سید ظہیر حسن زیدی

نام کتاب

سادات کالونی ڈرگ روڈ اور یہاں کی عزاداری (۱۹۵۱ء تا ۲۰۱۶ء)

مصنف

سید ظہیر حسن زیدی

کمپوزنگ

سید یاسر ظہیر * سید عامر ظہیر

تزئین و آرائش

الناصر پبلی کیشنز کراچی

پرنٹر

وجیہہ پرنٹر، کریم آباد کراچی

اشاعت

مئی ۲۰۱۷ء / شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ

ناشر و تقسیم کار

سید ظہیر حسن زیدی

C-14/2 سادات کالونی کراچی

ڈاکٹر سید شاہد ظہیر زیدی ☆ سید عامر ظہیر ☆ سید یاسر ظہیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

صفحہ نمبر

خطبہ

حضرت علی علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ساری حمد و ستائش اس اللہ کے لئے ہے جسے حواس پا نہیں سکتے، نہ جگہیں اسے گھیر سکتی ہیں، نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں۔ وہ مخلوقات کی نیست کے بعد ہست ہونے سے اپنے ہمیشہ سے ہونے کا اور ان کے باہم مشابہ ہونے سے اپنے بے مثل و بے نظیر ہونے کا پتا دیتا ہے۔ وہ اپنے وعدہ میں سچا ہے اور اپنے حکم میں انصاف برتتا ہے۔ وہ چیزوں کے وجود پزیر ہونے سے اپنی قدامت پر ان کے عجز و کمزوری کے نشانوں سے اپنی قدرت پر اور ان کے فنا ہو جانے کی اضطراری کیفیتوں سے اپنی ہمیشگی پر (عقل) سے گواہی حاصل کرتا ہے۔ وہ گنتی اور شمار میں آئے بغیر ایک (یگانہ) ہے۔ وہ کسی (متعینہ) مدت کے بغیر ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا''۔

(نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸۳، ترجمہ مفتی جعفر حسین قبلہ مرحوم)

تبصرہ

ازقلم: جناب مولانا سید خورشید عابد نقوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیرِ نظر کتاب کراچی کے نامور نوحہ خواں جناب سید ظہیر حسن زیدی صاحب نے تحریر فرمائی ہے۔ ظہیر حسن زیدی ایک مہذب، شائستہ اطوار اور تعلیم یافتہ گھرانے کے فرد ہیں۔ ان کے اس مختصر سے تعارف کے لئے ان کے لئے پدرم بُو دسلطان کا محاورہ کام کا نہیں کیونکہ ان کے ایک فرزند نیک نام پی ایچ ڈی کی سند رکھتے ہیں اور دوسرے فرزند نے بھی ایم فل کا اعزاز اپنے نام کر رکھا ہے۔ الغرض کاغذ اور قلم سے ان کا رشتہ اعلیٰ سطح پر ماضی سے حال تک برقرار ہے۔ یہی رشتۂ قرطاس وقلم اس تحریر کا جواز ہے۔ جو اس وقت زیرِ نظر ہے۔ مرکزی خیال اس کتاب کا عزاداری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کی ظہیر حسن صاحب سادات کالونی کی مشہور ومعروف انجمن حیدریہ کے کامیاب اور مقبول نوحہ خواں رہ چکے ہیں۔

ظہیر صاحب کی نوحہ خوانی نے انجمن حیدریہ کی شہرت میں اُس وقت اضافہ کیا جب کراچی میں انجمن ذوالفقارِ حیدری کے "بچے" مرحوم انجمن العباس کے جعفر دادا، ظفر الایمان کے عزت لکھنوی مرحوم، عابدیہ کاظمیہ کے چھجن صاحب مرحوم ناصر العزاء کے خوش رخ مرزا، محمدی قدیم کے آفاق صاحب، تبلیغ امامیہ

کے ناظم بھائی مرحوم جیسے پختہ کار اور تجربہ کار نوحہ خواں کراچی میں نوحہ خوانی پر چھائے ہوئے تھے۔ان سب کے درمیان ظہیر صاحب نے انجمن حیدریہ کی نوحہ خوانی کو شناخت اور شہرت دلائی۔ اچھی تعلیم اور شائستہ تہذیب نے انتخاب کلام میں بھی اپنا اثر دکھایا۔نوحوں کی طرز اور ادائیگی میں بھی عزاداری کا وقار ملحوظِ خاطر رہا۔

ظہیر صاحب کی نوحہ خوانی کے زمانے ہی میں انجمن حیدریہ کی وہ روایتی شب بیداری قائم ہوئی جو آج تک اپنی مثال آپ ہے۔ظہیر صاحب کی علالت (گلے کے مرض) نے ان کو نوحہ خوانی سے دور کر دیا۔مگر چونکہ عزاداری کی خدمت کا جذبہ رگ وپے میں موجزن تھا اس لئے عزاداری کو موضوع بناتے ہوئے یہ کتاب تحریر کی۔

زیرِ مطالعہ کتاب کی شائستہ تحریر، جملوں کی روانی، الفاظ کے انتخاب اور زبان وبیان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے جو محنت کی گئی وہ اپنی جگہ لائقِ ستائش ہے۔مگر واقعات کو بیان کرنے کیلئے،ان کی صحت، درستگی کی خاطر جو تحقیق کے لئے کاوش وکوشش کی گئی وہ بھی اپنی جگہ تعریف کے قابل ہے۔

اربابِ مطالعہ جانتے ہیں کہ ۵۰ سالہ تاریخی دستاویز کو سیاق وسباق کی درستگی اور واقعات کو ان کی صحت وعقیدت کے ساتھ ضابطہ تحریر میں لانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے،اس مشکل مرحلہ پر صاحبِ تحریر نے کسی عذر کا سہارا نہیں لیا۔ایک ذمہ دار قلم کار ہونے کا ثبوت دیا۔

اس کتاب میں، میں اپنی ذات کی شناخت پا رہا ہوں۔دل چاہ رہا ہے کہ کئی واقعات کی تصدیق اور تشریح کروں۔مگر وقت کی کمی اور مضمون کی طوالت

کا خوف دامن گیر ہے۔

آج ہماری نوجوان نسل ایسے دور سے گزر رہی ہے جو بہت تیز گام اور تہلکہ خیز ہے۔ تیز گامی کا یہ عالم ہے کہ صبح کی خبر دن چڑھے اپنی اہمیت کھو دیتی ہے۔ تہلکہ خیزی یہ ہے کہ اچھے برے کی پہچان مٹ کر رہ گئی ہے۔ وہ گنگا جمنی تہذیب جس پر اردو بولنے والے ناز کیا کرتے تھے، ناپید ہوتی جارہی ہے۔ چنانچہ ایسے ماحول میں یہ ضروری ہے کہ ہم آنے والی نسلوں کو تحریری صورت میں کچھ تہذیبی ورثہ متعارف کراتے جائیں اور یہ کام ظہیر صاحب نے بخوبی انجام دیا۔ جو قومیں اپنے شاندار ماضی کو یاد نہیں رکھ سکتیں آنے والے وقت میں ان کا ذکر ناپید ہو جاتا ہے۔

آخری سطروں میں جہاں میں ظہیر صاحب کی صحت وسلامتی کے لئے دعا کر رہا ہوں، وہاں میں ان سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ وہ اپنا قلم اور قدم آگے بڑھائیں۔ سادات کالونی کی تاریخ رقم کرنے کے بعد کراچی کی عزاداری کی تاریخ بھی رقم کریں۔ اللہ تعالیٰ بحقِ اہلِ بیت ظہیر صاحب کو صحت کے ساتھ طویل عمر عطا کرے آمین۔

عبدالامام وعبدالعباس

سید خورشید عابد نقوی نجفی

مولانا سیّد خورشید عابد نقوی

ازقلم ...... سید ظہیر حسن زیدی

خطیبِ آلِ محمد، ذاکرِ حسینؑ مولانا سید خورشید عابد نقوی، مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم کے انتہائی سعادت مند فرزند ہیں۔ نہایت مخلص، پاک طینت، متقی و پرہیز گار انسان ہیں۔ مذہبی اسکالر، ممتاز عالمِ دین اور ایک ذمہ دار خطیب ہیں۔ خطابت میں منفرد و موثر اسلوب رکھتے ہیں۔ محراب و منبر، دونوں جگہ معتبر و محترم مقام کی حامل شخصیت ہیں۔

پچاس کی دہائی کی ابتداء میں جب سادات کالونی آبادی ہوئی تو اُس وقت اس بستی کو آباد کرنے والے مومنین اور اکابرین شخصیات میں ایک انتہائی معزز و محترم نام علامہ خورشید عابد نقوی صاحب کے والدِ گرامی مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم کا ہے۔ اس طرح جناب سید خورشید عابد نقوی صاحب کے والدِ گرامی مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم سادات کالونی کے بانیان میں شمار ہوتے ہیں۔

جن مومنین نے پچاس کی دہائی کی ابتداء میں یہاں سادات کالونی میں عزاداری قائم کی ان میں مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم کا نامِ گرامی شامل ہے۔ مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم اپنے دور کے معروف ذاکرِ حسینؑ تھے۔ سادات کالونی میں اس دور کے جو لوگ حیات ہیں، مولانا مسعود الحسن نقوی کو آج

تک بھلا نہ سکے۔ ابتدائی دور کی سادات کالونی میں عشرۂ محرم کے دوران اپنے گھر کے عزاخانہ کے علاوہ دوسرے مومنین کے عزاخانوں میں بھی مجالسِ عزاے مولانا سید مسعود الحسن نقوی خطاب فرماتے تھے۔ ذاکرِ مختار نامہ کی حیثیت سے مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم کو نہ صرف سادات کالونی بلکہ پورے شہر کراچی میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم کا مجالس سے خطاب اور مختار نامہ پڑھنے کا مخصوص انداز اور لب ولہجہ ان کے فرزند سید خورشید عابد نقوی صاحب میں منتقل ہوا ہے۔ بالکل اپنے والد کے انداز میں مجلس سے خطاب اور مختار نامہ پڑھتے ہیں۔ کچھ سالوں تک سادات کالونی میں رہنے کے بعد مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم نے سادات کالونی سے نقل مکانی کی لیکن عزاداری اور مجلس عزاء سے خطاب کو اسی طرح جاری رکھا۔

رب العزت نے خدمتِ عزاداری اور ذکرِ حسین کے طفیل انھیں وہ عظمت وسعادت عطا کی کہ سادات کالونی میں جہاں پر ان کا گھر اور عزاخانہ تھا، آج اس جگہ امام بارگاہ کاظمین میں علمِ حضرت عباسؑ نصب ہے اور سادات کالونی انچولی میں جہاں ان کے سعادت مند فرزند مولانا سید خورشید عابد نقوی صاحب رہائش پزیر ہیں، وہاں مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم کے نام سے موسوم ''امام بارگاہ سید مسعود الحسن نقوی'' قائم ہے۔

رب العزت محمد وآلِ محمد کے طفیل مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم کے درجات کو بلندی عطا کرے اور جوارِ سید الشہدا میں جگہ عنایت کرے اور آپ کے فرزندارجمند مولانا سید خورشید عابد نقوی کی بحیثیت عالمِ دین اور ذاکرِ حسین ان کی

عظمت و مقبولیت میں اضافہ کرے اور ان کی خدمات عزاداری بارگاہِ فاطمہ زہرہ میں قبول ہوں۔

مولانا خورشید عابد نقوی نجفی صاحب، ۲۰۰۹، ۲۰۱۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲

کے مئی تک نجفِ اشرف حوزہ علمیہ سے منسلک رہے۔ ۲۰۱۰ میں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی ولادت کے دن ۲۰ جمادی الثانی حضرت آیت اللہ سید علی الحسینی سیستانی مرجع اعظیم سے عمامہ پوش ہونے کی عزت حاصل کی۔ حضرت آیت اللہ سیستانی نے اپنے دستِ مبارک سے خورشید عابد نقوی کو عمامہ پہنایا۔

بسم اللہ الرّحمن الرحیم

حرف آغاز

میری یہ دیرینہ خواہش تھی کہ میں اپنی نوحہ خوانی کے دور کو ایک مضمون کی شکل میں سامنے لاؤں۔ میں نے اپنی پہلی کتاب ''رمزِ عقیدت'' (مجموعہ کلام) کے لئے جو تعارفی مضمون لکھا، اس میں بعنوان ''بحثیت نوحہ خواں'' ہم نے اپنی نوحہ خوانی کے بارے میں تحریر کیا۔ اس مضمون کا تقاضا تھا کہ اسے وسعت دی جائے۔ پھر اس مضمون کو وسعت دے کر ''سادات کالونی کی عزاداری'' کے عنوان سے ایک وسیع تر مضمون لکھا۔

کچھ ہمدردوں کے مشورے سے اس میں سادات کالونی کی تاریخ کو شامل کرتے ہوئے اسے ایک علیحدہ کتاب کی شکل دی اس طرح یہ کتاب ''سادات کالونی ڈرگ روڈ اور یہاں کی عزاداری'' (۱۹۵۱ء تا ۲۰۱۶ء) تکمیل کو پہنچی۔

۱۹۵۳ میں جب یہاں سادات کالونی آئے تو یہ میرا بچپن اور لڑکپن کا دور تھا۔ اس وقت سے آج تک سادات کالونی کی ایک ایک بات اور ایک ایک منظر ذہن اور نگاہوں میں محفوظ ہے۔ جس کی روشنی میں یہ کتاب لکھی۔

اس کے علاوہ اس کتاب میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کی معلومات ہمیں اپنے کچھ بزرگوں اور ہمدردوں سے حاصل ہوئیں۔ ان میں وہ بزرگ اور وہ

لوگ بھی شامل ہیں۔ جنھوں نے ۵۰ء کی دہائی کی ابتداء میں اس بستی سادات کالونی کو آباد کیا اور یہاں رہائش اختیار کی۔

یہ کتاب انتہائی کاوشوں کے بعد ڈیڑھ دو سال کے عرصہ میں مکمل ہوئی۔ قارئین حضرات سے گزارش ہے کہ اس کتاب میں کوئی غلطی، خامی یا اصلاح طلب بات نظر آئے تو بجائے تمسخرانہ تبصرے کے اصلاح آمیز مشورے اور اپنی آراء سے آگاہ کریں۔

نیازمند

سید ظہیر حسن زیدی

اظہارِ خیال

ڈاکٹر سید شاہد ظہیر زیدی...... جامعہ کراچی

ہم نے جب ہوش سنبھالا تو اس وقت ہمارے والد محترم سید ظہیر حسن زیدی کی پہچان عزت و احترام ایک معروف استاد، مشہور اور معتبر نوحہ خوان کی حیثیت سے دیکھی۔ ہم نے ان کی نوحہ خوانی کا وہ دور دیکھا، جب انجمن حیدریہ کے بینر تلے مرکزی جلوسوں میں ابتدائی تین چار گھنٹوں کی نوحہ خوانی کرتے تھے۔ اس وقت بھی ان کی نوحہ انتہائی عروج پر تھی۔ اسی طرح یہ سادات کالونی کی مجالس میں بھی نوحہ خوانی کرتے رہے، ان کے تمام بازوؤں کو ہمیشہ ان کے ساتھ نوحہ خوانی میں شریک پایا۔ ان کا اپنے معاونین کے ساتھ کبھی اختلاف نظر نہیں آیا بلکہ سادات کالونی میں آج تک ان کا کسی سے کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ نوحہ و ماتم اور عزاداری میں ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے ''مرکزی تنظیم العزاء رجسٹرڈ'' کی جانب سے خدمت عزاداری ایوارڈ ۲۰۱۲ء سے نوازا گیا۔ اس وقت ۴ اگست ۲۰۱۲ء میں ''جشنِ امام حسن'' کے سلسلہ کی بڑی محفل ''امام بارگاہ شہدائے کربلا انچولی'' میں اسی تنظیم کی جانب سے منعقد ہوئی۔ جو اس تنظیم کی جانب سے ہر سال منعقد کی جاتی ہے اس عظیم الشان محفل کی صدارت کا اعزاز بھی انجمن حیدریہ کے نوحہ خوان کی حیثیت سے ہمارے والد محترم سید ظہیر حسن زیدی کو حاصل ہوا۔ جس کے لئے میں اُس وقت بھی اور آج بھی اراکین ''مرکزی تنظیم العزاء'' بالخصوص سلمان مجتبیٰ

صاحب (اُس وقت کے جنرل سیکریٹری) کا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں۔

عزاداری جسے ہمارے والد محترم اپنی زندگی سمجھتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ادبی فہم و بصیرت شعر و سخن سے وابستگی، قلم و کتاب سے گہرا تعلق ان کی سرشت کا حصہ ہیں۔ ان کا زیادہ تر وقت مطالعہ اور لکھنے میں گزرتا ہے۔ ان کے کلام پر مشتمل ایک کتاب ''رمزِ عقیدت'' (مجموعہ کلام) اور دوسری کتاب ''سادات کالونی ڈرگ روڈ اور یہاں کی عزاداری'' (۱۹۵۱ تا ۲۰۱۶ء) پایہ تکمیل کو پہنچیں۔ ان دونوں کتابوں کو منظرِ عام پر لانے کے لئے ہمارے ساتھ ہمارے دونوں بھائی سید عامر ظہیر اور سید یاسر ظہیر کی کاوشیں شامل ہیں۔

اس کتاب ''سادات کالونی ڈرگ روڈ اور یہاں کی عزاداری'' میں سادات کالونی ڈرگ روڈ کی ۶۵ سال کی زندگی کا احوال لکھا گیا۔ اس کتاب میں سادات کالونی کے ابتداء سے لے کر آج تک کے حالات جو رونما ہوئے، واقعات، نشیب و فراز، بعض چیزوں میں عروج اور پھر زوال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

آج کی نسل کو ان تمام تاریخی باتوں سے واقفیت ضروری ہے۔ اس کتاب میں جہاں جہاں جن جن باتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، وہاں اسباب کے ساتھ تجاویز بھی تحریر کی گئی ہیں۔ سادات کالونی کی موجودہ اور آنے والی نسلوں کو ۶۵ سال کی تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بہتر مستقبل کیلئے سعی کرنا چاہیئے۔ ''سادات کالونی ڈرگ روڈ اور یہاں کی عزاداری'' (۱۹۵۱ء تا ۲۰۱۶ء) سادات کالونی اور یہاں کی عزاداری پر لکھی گئی پہلی کتاب ہے۔

نیاز مند

ڈاکٹر سید شاہد ظہیر زیدی

ڈپارٹمنٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن، جامعہ کراچی

تعارف

نام سید ظہیر حسن زیدی، سن پیدائش ۱۹۴۶ء رائے بریلی یوپی انڈیا والد محترم سید ارتضیٰ حسن زیدی مرحوم قبل تقسیم ہند محکمہ پولیس جبل پور میں داروغہ کے منصب پر فائز تھے۔ دادا مرحوم مولانا سید مجتبیٰ حسن زیدی مرحوم خاندانی شرافت اور علم وعمل کی صداقت سے پہچانے جاتے تھے۔ پردادا مرحوم سید فتح علی زیدی صدر اعلیٰ سول لائن جبل پور ہوا کرتے تھے لیکن ننھیال اور ددھیال پر مشتمل خاندان رائے بریلی یوپی میں آباد تھا۔ علم وعمل، صداقت، اعلیٰ کردار، کمال حسن شرافت، حسن اخلاق اس خاندان کی پہچان تھی۔

۱۹۵۰ء کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں ہمارے والدین نے ہندوستان سے ہجرت کی اور نوزائدہ مملکت پاکستان کے تاریخی شہر لاہور کی سر زمین پر قدم رکھا۔ مختصر عرصہ لاہور، ملتان اور چند ماہ حسن ابدال، پھر دوبارہ لاہور، اور اس طرح ہمارے والدین پاکستان میں علاقائی مسافتیں طے کرتے ہوئے ۱۹۵۳ء کے میں کراچی پہنچے، اور یہاں سادات کالونی میں رہائش اختیار کی۔ اس وقت سے آج تک سادات کالونی میں رہائش پزیر ہوں۔ اس وقت کی سادات کالونی کراچی شہر کے مرکزی حصہ سے دور مختصر آبادی پر مشتمل چھوٹی سی بستی تھی لیکن انسانیت وصداقت، حسنِ اخلاق، مہرومحبت اور فہم وفراست رکھنے والے افراد یہاں آباد تھے۔ قدریں زندہ تھیں، چھوٹے چھوٹے تھے، بڑے بڑے تھے،

بزرگ بزرگ تھے۔ایک خاندان کا احساس ہوتا تھا۔وقت گزرا، حالات بدلے، آسودگی نے قدم جمائے ، قدریں کچھ تبدیل ہوئیں۔اب وہ پہلی سی بات نہ رہی۔وقت کے ساتھ ساتھ ہر جگہ لوگوں کے انداز فکر تبدیل ہوئے۔جس تیزی سے دوسری نو آبادیوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کی، یہاں ایسا نہ ہوا۔پھر بھی سادات کالونی بہت سے معاشرتی معاملات میں دوسری بستیوں سے اب بھی بہتر ہے۔مجھے جو مقام اور مرتبہ ملا، جو عزت، احترام اور مقبولیت ملی وہ اسی سادات کالونی میں رہتے ہوئے ملی۔میری پہچان سادات کالونی سے ہے۔

تحصیل علم اور ملازمت

پرائمری سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک تعلیم اسی سادات کالونی میں رہتے ہوئے حاصل کی۔گورنمنٹ بوائز سیکنڈری اسکول پی اے ایف بیس ڈرگ روڈ کے طالب علم کی حیثیت سے ۱۹۶۲ء میں میٹرک کا امتحان سائنس گروپ سے کراچی ثانوی بورڈ کے تحت پاس کیا۔جامعہ ملیہ کالج ملیر سے ایف ایس سی کیا۔ پھر اسی کالج میں پڑھتے ہوئے بی ایس سی کی ڈگری کراچی یونیورسٹی سے حاصل کی۔والد کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔

تحصیل علم سے حصول ملازمت تک (self made) کی حیثیت سے اپنا مقام بنایا۔اس پورے عرصہ میں ہمارے ماموں سید محمد مہدی رضوی (انجمن وظیفہ سادات و مومنین) کی شخصیت ہمارے لئے ایک سائبان کی حیثیت رکھتی تھی۔سب سے بڑی نعمت ہماری ماں تھی۔بی ایس سی پاس کرنے کے بعد ۱۹۶۸ء۔۱۹۶۹ء میں تلاش ملازمت کے لئے سرگرداں ہوئے۔اس وقت اور اس کے بعد کئی سال پاکستان کی تاریخ کے انتہائی مشکل سال تھے۔اس وقت

ملازمت کا حصول بھی انتہائی مشکل تھا۔ جو اللہ کرتا ہے بہتر کرتا ہے بغیر کسی سفارش کے محکمہ تعلیم میں ہائی اسکول سائنس ٹیچر کی حیثیت سے ۱۹۶۹ء میں ملازمت شروع کی اور شعبہ تدریس ہی سے وابستہ رہنے کا فیصلہ کرلیا۔ تحصیل علم سے لے کر ملازمت تک اور پورے کیریر میں کسی بھی موقع پر کسی سفارش کی ضرورت نہیں پڑی۔

جب میں فرسٹ ایر میں تھا اس وقت نویں اور دسویں کے طلبہ کو ٹیوشن دیتا تھا اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ لہٰذا ایک ٹیچر کی حیثیت سے ملازمت شروع کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ ملازمت میں آتے ہی انفرادی ٹیوشنوں کا سلسلہ بند کر کے اپنا ذاتی ٹیوشن سینٹر (کوچنگ سینٹر) قائم کیا جس نے جلد ہی مقبولیت حاصل کرلی۔ اس سینٹر نے نہ صرف معاشی استحکام دیا بلکہ عزت واحترام، مقبولیت اور ایک معروف استاد کی حیثیت کا درجہ عطا کرنے کے ساتھ ساتھ کارِ خیر کے مواقع فراہم کیے۔ لسانی اور مذہبی وابستگی سے قطع نظر بڑی تعداد میں مستحق طلباء کو بغیر کسی غرض اور مفاد کے اس سینٹر پر تعلیم دی۔ بہت سے ایسے گھرانے جہاں بچوں کو تعلیم دلوانے کا رجحان نہ تھا، صرف انسانی ہمدردی اور فروغِ علم کے عظیم مقصد کا جذبہ رکھتے ہوئے ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر ان کے گھروں میں علم کے چراغ روشن کیے۔

حصول علم میں لوگوں سے تعاون کرنا، نوجوانوں میں علم حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کرنا اور علم کو فروغ دینا میری زندگی کا نصب العین ہے۔ دوران ملازمت اپنی ذمہ داریاں مستعدی کے ساتھ احسن طریقہ سے انجام دیں۔ کبھی بھی کسی طالب علم سے کوئی ذاتی کام نہ لیا بلکہ مشکل مرحلوں میں طلباء کی ہر طریقہ سے مدد کی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر دور میں طلباء نے عزت اور احترام کا درجہ دیا۔ جب اسکولوں کا ماحول ابتر ہوا، اساتذہ میں ذمہ داریوں سے گریز، بیرونی مداخلت اور طلباء

میں پڑھنے کا رجحان نہ رہا تو اپنے آپ کو اس ماحول میں ایڈجسٹ نہ کر سکا اور تیس سال کی ملازمت کو خیر باد کہہ کر سات سال قبل ریٹائرمنٹ لے لی۔

آج معاشرہ میں ایک محترم استاد کی حیثیت سے جو مجھے عزت اور مرتبہ حاصل ہے وہ اللہ کا بڑا انعام اور احسان ہے۔ اور شاید کسی بھی ملازمت میں مجھے یہ مقام حاصل نہ ہوتا۔

ادبی ذوق

اوائل عمری سے شعر وادب سے دلچسپی تھی۔ اسکول کے زمانے میں مضمون نگاری، بیت بازی اور ادبی سرگرمیوں کے مقابلوں میں ہمیشہ اسکول کی نمائندگی کی اور انعامات حاصل کیے۔ اسکول کی سالانہ میگزین میں مضامین لکھے۔ مرثیوں کی مجالس سننا، مشاعروں میں جانا اور شعراء کو سننے کا شوق تھا۔ بچپن ہی سے نوحہ خوانی اور منقبت خوانی کی۔ مطالعہ ہمیشہ سے سرشت کا حصہ رہا۔

یہ وہ تمام عوامل اور محرکات تھے جنھوں نے ادبی ذوق کو جلا بخشی۔ جب میں نویں جماعت میں تھا اس وقت پہلی نظم ''نعت'' لکھی۔ کالج کے زمانے میں غزلیں، قطعات اور سلام لکھنا شروع کیے۔

جامعہ ملیہ ڈگری کالج میں بی ایس سی فائنل کا طالب علم تھا۔ اس وقت اس کالج کے تینوں شعبوں کامرس، آرٹس اور سائنس کا مشترکہ سالانہ مجلّہ ''نخلستان'' شائع ہوتا تھا۔ سال ۱۹۶۷ء۔ ۱۹۶۸ء کے مجلّہ ''نخلستان'' میں اردو سیکشن کے مدیر کی حیثیت حاصل کی۔

طالب علمی کے دور کی بات ہے کہ سادات کالونی میں ''امام بارگاہ امامیہ'' ''عابدی امام بارگاہ'' اور مومنین کے گھروں پر منعقد کی جانے والی محفلوں میں اپنا

کلام پڑھتا تھا۔ جہاں بڑی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ اس طرح شعر کہنے کے رجحان کو تقویت ملی۔ سن ۱۹۶۶ء۔ ۱۹۶۷ء میں جناب رفیق حیدر عابدی مرحوم کی خواہش پر انجمن حیدریہ میں صاحب بیاض کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھالی۔ شب روز کی محنت اور پورے محلّہ کی یک جہتی تھی کہ اللہ نے عزت دی اور صرف دو سال کے عرصہ میں صف اول کے نوحہ خوانوں میں شمار ہونے لگا۔ نوحہ خوانی کی مصروفیت کے بعد اشعار کہنے کی طرف سے توجہ کم ہوگئی۔

مدیر "ماہنامہ اصلاح" شاعر اہلبیت آلِ محمد رزمی مرحوم ایک روز غریب خانہ پر تشریف فرما تھے کہ بات "نہج البلاغہ" سے شروع ہوئی اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ میں "نہج البلاغہ" سے امیر المومنین کے خطبات کی روشنی میں ماہنامہ اصلاح کے لئے ہر ماہ تسلسل کے ساتھ مضامین لکھوں۔

مئی ۲۰۰۳ء سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور چند سالوں تک میں نے تسلسل کے ساتھ اس رسالہ کے لئے ہر ماہ مضامین لکھے۔ آلِ محمد رزمی مرحوم کے شاہ فیصل کالونی سے رضویہ سوسائٹی ناظم آباد منتقل ہونے اور اسی زمانے میں ہماری مرحومہ رفیقِ حیات کے اچانک سرطان کا مرض سامنے آجانے کے بعد یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

بحیثیت نوحہ خوان

جیسا کہ ابتداء میں لکھ چکا ہوں کہ جب کراچی پہنچے اور یہاں سادات کالونی میں رہائش اختیار کی۔ یہ میرا بچپن کا دور تھا، جب سے آج تک اسی سادات کالونی میں مقیم ہوں۔ اس دور میں یہاں کم آبادی کے باوجود عزاداری میں انتہائی خلوص اور جذبہ پایا جاتا تھا۔ جس جوش و جذبہ سے نوحہ و ماتم برپا ہوتا

تھا۔ اس کی اثر پزیری نے بچپن سے نوحہ خوانی کا شوق پیدا کیا۔ اوائل عمری میں اس وقت جن مجالس میں نوحہ خوانی کی اسے سراہا گیا۔

اس دور کے نوحہ خوان اشرف علی عابدی مرحوم اور حبیب حیدر مرحوم نے حوصلہ افزائی کی۔ نوحہ حوانی کا یہ سلسلہ جاری رہا اور وقت کے ساتھ ساتھ اسے جلا ملی۔ پھر نوحہ خوانی میں اپنے سینیرز کے ساتھ معاونت بھی کی۔ وہ وقت بھی آیا جب انجمن حیدریہ کے صاحب بیاض کی حیثیت سے نوحہ خوانی کی۔ مجھے حیدریہ کے صاحب بیاض کی حیثیت سے سامنے لانے والی شخصیت جناب رفیق حیدر عابدی مرحوم کی تھی۔ اس وقت انجمن حیدریہ کو نوحہ خوانی میں وہ عروج حاصل ہوا کہ حیدریہ کا شمار کراچی کی چند بڑی انجمنوں میں ہونے لگا۔ پھر وہ وقت آیا جب انجمن حیدریہ انتشار و مشکلات میں گھر گئی۔ انجمن کے عروج اور وقار کہ دھچکا لگا۔ اس دور میں ہم نے انجمن کہ تنہا نہیں چھوڑا۔ حالات، وقت اور اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے جتنی نوحہ خوانی کر سکتا تھا کی۔ ایک سینیر نوحہ خوان کی حیثیت سے انجمن کے ساتھ ہمیشہ وابستگی رکھی۔ اس طرح ہماری نوحہ خوانی کئی نسلوں پر محیط ہے۔ مزید کتاب کے حصہ ب ''سادات کالونی کی عزاداری'' ملاحظہ فرمائیں۔

حرف تشکر

انتہائی مشکور ہوں ان تمام حضرات و مومنین، دوستوں اور ہمدردوں کا جن کی فراہم کردہ گراں قدر معلومات اور مشورے سے یہ کتاب ''سادات کالونی ڈرگ روڈ اور یہاں کی عزاداری'' (۱۹۵۱ء تا ۲۰۱۶ء) تکمیل کو پہنچی اور اس کی اشاعت ممکن ہوئی۔

✪ مولانا خورشید عابد نقوی قبلہ کا صمیم قلب سے شکر گزار کہ موصوف نے اس کتاب پر گراں قدر تبصرہ لکھ کر اس کتاب کی قدر و اہمیت کو اس حد تک بڑھا دیا کہ سادات کالونی سے ناتا رکھنے والے اور دیگر تمام صاحبانِ ذوق حضرات ضرور اس کتاب کا خیر مقدم کریں گے۔

✪ سادات کالونی کے ماضی تا حال کی ایک ایک بات میرے حافظہ اور نگاہ میں موجود ہے۔ سادات کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کا دفتر کہاں منتقل ہوتا رہا، کس کس نے یہاں کام کیا، سب کچھ یاد ہے لیکن یہ سوسائٹی کب وجود میں آئی، کب رجسٹرڈ ہوئی اور کب نقشہ پاس ہوا۔ یہ تمام معلومات دلشاد حسین نے فراہم کیں جو اس وقت سوسائٹی کے دفتر میں اہم ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں۔

✪ سادات کالونی ڈرگ روڈ کی تاریخ عزاداری میں ''انجمن خدام المجالس'' کی قائم کردہ سہ روزہ ''مجالس غذائے روح'' کی تاریخی اہمیت ہے۔ اس عظیم الشان مجالس کا ایک ایک منظر نگاہوں میں موجود ہے۔ ان مجالس اور سادات کالونی کی

عزاداری کے بارے میں سید محب حیدر عابدی (بادشاہ سلمہ) نے انتہائی قابل قدر معلومات فراہم کیں۔

✪ سادات کالونی کے ماتمی جلوسوں میں ''انجمن کاظمیہ پرکستان'' کی جانب سے نکالے جانے والے ٦ محرم الحرام اور ٢٧ صفر سے متعلق جلوسوں کے برآمد ہونے کی تواریخ سے انجمن کاظمیہ پرکستان کے سینیر رکن غلام عباس صاحب (سلیم کے والد) نے آگہی دی۔ سلیم سلمہٗ نے یہ معلومات مجھے فراہم کیں۔

✪ ٨ محرم الحرام کا جلوس جس کے بانی سید شہزاد حسین مرحوم ہیں۔ اس ماتمی جلوس کا آغاز کس سن میں ہوا۔ یہ تاریخ ان کے فرزند اکبر سید شاکر حسین نے فراہم کی۔

✪ شب عاشور جناب باسط صاحب مرحوم کے عزاخانہ سے نکلنے والے جلوس علم کی تاریخ سے ان کے فرزند اکبر قمر عباس نے آگاہ کیا۔

✪ انجمن حیدریہ کے بانی ساجد بھائی مرحوم (ججن بھائی) کے گھر سے برآمد ہونے والے ''جلوس مہندی'' کی قدیم تاریخ کی تصدیق سید محمد حیدر کاظمی (بھیا) اور سید قمر حیدر نے کی۔

✪ ''انجمن اصلاح معاشرت'' کس سن میں قائم ہوئی اس کی آگہی اس انجمن کے بانی جناب سید یاور مہدی نے دی۔ یاور مہدی نے سادات کالونی سے متعلق اور بانیان سوسائٹی سے متعلق اہم معلومات فراہم کیں۔

✪ جناب انتظار حسین نے ''جامع مسجد امامیہ'' سادات کالونی کی تاریخ سے متعلق جامع مسجد و امام بارگاہ امامیہ قدیم ٹرسٹ کے لیٹر ہیڈ پر بحیثیت سکریٹری ٹرسٹ اپنی تحریر اور مہر کے ساتھ اہم معلومات فراہم کیں۔

✪ سید ناصر عباس عابدی نے جو اس وقت کاظمین ٹرسٹ سے وابستہ ہیں

امام بارگاہ کاظمین سے متعلق اہم معلومات ٹرسٹ کے رکارڈ سے فراہم کیں۔

✪ معروف بزرگ سوزخوان سید صفدر حسین کاظمی مرحوم کی قائم کردہ مجلس سوزخوانی میں شرکت کرنے والے مرحومین اور موجودہ معروف سوزخوانوں کے اسماءِ گرامی سے سوزخوان اختر حسین کاظمی نے آگہی دی۔

✪ مختار نامہ کی قدیم عشرہ مجالس کے آغاز کی تاریخ سید اظہر عباس جعفری (ممن ماموں) سے حاصل ہوئی۔

✪ سید مقصود الحسن عابدی جو ابتداء سے یہاں رہائش پزیر ہیں، سادات کالونی کی عزاداری اور انجمنِ حیدریہ میں ان کی اور ان کے گھرانے کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ مقصود الحسن عابدی نے یہاں کی عزاداری، مجالس غذائے روح، انجمنِ حیدریہ کی اور انجمنِ حیدریہ کی شب بیداری سے متعلق نہایت اہم اور گراں قدر معلومات فراہم کیں۔ مقصود الحسن عابدی نے آگہی دی کہ انجمن حیدریہ کی پہلی شب بیداری (۱۹۵۴ء) میں منعقد کی گئی میں اس کے لیے مقصود الحسن عابدی کا مشکور ہوں بلکہ اُن کی صحت اور سلامتی کے لیے دعا گو ہوں کہ انہوں نے میری بڑی مشکل حل کر دی۔ اس اہم تاریخ کو معلوم کرنے کے لیے میں سخت ذہنی دباؤ میں تھا۔

✪ سید مقصود الحسن عابدی، سید محمد حیدر کاظمی، سید عباس حسین رضوی، سید ابوالحسن نقوی، سید فرزند علی، سید یاور مہدی، آغا حبیب حیدر عابدی، سید اظہر عباس جعفری اور دیگر تمام حضرات جن سے گراں قدر معلومات حاصل ہوئیں، ایک مرتبہ پھر ان سب کا انتہائی مشکور ہوں اور ان کی صحت اور سلامتی کے لیے دعا گو ہوں۔

✪ انتہائی مشکور و ممنون ہوں اُن تمام حضرات کا جن کے تعاون، ترغیب اور

آراء سے اس کتاب کی اشاعت ممکن ہوئی۔ اس کے علاوہ اس کتاب کی تکمیل میں انجمن حیدریہ کا مجلّہ ''انوار شعبان'' مجریہ ۲۵ نومبر سن ۲۰۰۰ء سے بھی اہم ترین معلومات حاصل ہوئیں۔

✪ جس وقت یہ کتاب تکمیل کے آخری مراحل میں پہنچی اور میں صفحات کو ترتیب دے رہا تھا کہ اچانک میری طبیعت خراب ہوگئی اور یہ ۶ ستمبر ۲۰۱۶ء کی بات ہے، میں ایک بڑے مرض کا شکار ہوگیا۔ میری صحت یابی کے لئے مسجد میں، محافل میں عشرہ محرم کی مجالس میں دعائیں کی گئیں۔ شہیدانِ کربلا بالخصوص امام حسین مظلوم علیہ السلام کے صدقہ میں اللہ کی بارگاہ میں دعاؤں کی قبولیت ہوئی اور مجھے جو صحت ملی وہ کسی معجزہ سے کم نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پنجتن پاک چہاردہ معصومین اور شہدائے کربلا کے صدقہ میں اللہ مجھے مکمل طور سے صحت مند کرے گا (آمین)

وہ تمام لوگ، دوست، احباب جو میری عیادت کو آئے۔ میرے لئے دعائیں کیں۔ جن لوگوں نے فون پر میری خیریت دریافت کی۔ ان سب کے تشکر کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ ان دعائیں دینے والوں کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ یہ تمام دعائیں دینے والے ہر مصیبت، بیماری اور ہر ناگہانی سے محفوظ رہیں (آمین)۔ اللہ انھیں کوئی غم نہ دے سوائے غمِ حسین کے۔

والسلام

سید ظہیر حسن زیدی

۱۲ اکتوبر ۲۰۱۶ء

(الف)

سادات کالونی ڈرگ روڈ

سادات کالونی کا قیام

قیام پاکستان کے بعد بہت بڑی تعداد میں ہندوستان کے اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں نے نوزائیدہ مملکتِ پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ ان مسلمانوں نے پاکستان کے دوسرے صوبوں کے مقابلہ میں صوبہ سندھ میں آنے کو ترجیح دی۔ سندھ کے دوسرے شہروں کے بجائے کراچی کو زیادہ فوقیت دی گئی اور بڑی تعداد میں یہ مہاجرین کراچی آکر آباد ہوئے۔ ہجرت کا یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء میں شروع ہوا اور اس سے پیش تاز چھ سات سالوں تک شدت سے جاری رہا۔ یہ وہ مہاجرین تھے جنہوں نے پاکستان بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان کے لئے ان کی قربانیاں ناقابل فراموش ہیں۔ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق اُس وقت کراچی شہر کی آبادی ۱۰۶۸۴۵۹ نفوس پر مشتمل تھی۔ (بحوالہ نٹ)

اس آبادی میں مہاجرین کی تعداد میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا۔ ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین نے شہر کراچی کے مختلف علاقوں میں رہائش اختیار کی۔ ابتداء میں لانڈھی، ملیر، کورنگی اور ڈرگ کالونی میں مہاجرین کی آبادکاری کے لئے کوارٹرز تعمیر کیے گئے۔ اُس وقت کے شہر کراچی سے دور ہونے کی وجہ سے یہ کالونیاں ایک ولیج کی حیثیت رکھتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ابتداء میں ڈرگ کالونی کا

نام ڈرگ ولیج مہاجر کالونی تھا۔ جواب شاہ فیصل کالونی کہلاتا ہے۔

ہندوستان سے ہجرت کے بعد کراچی کے مختلف علاقوں میں رہائش اختیار کرنے والے مہاجرین میں سے کچھ مومنین اور اہلِ سادات حضرات نے ڈرگ روڈ کے قریب برساتی نالہ (چکوری نالہ) کے دوسری طرف ایک قطعہ زمین کو اپنی مستقل رہائش کے لئے منتخب کیا۔ اس نظریہ کے ساتھ کہ یہاں مومنین کی بستی ہوگی اور یہاں آباد ہونے والے افراد اتفاق واتحاد اور یک جہتی کے ساتھ کالونی بنا کر رہائش اختیار کریں گے۔ اس طرح پچاس کی دہائی کی ابتداء ۱۹۵۱ء میں شہر کراچی کے مرکزی علاقوں سے دور مہاجرین کی یہ بستی ظہور پزیر ہوئی، جسے سادات کالونی کا نام دیا گیا۔

(بحوالہ مجلہ انوار شعبان ہجریہ ۲۰۰۰ء ص ۱۳۸، ص ۱۴۱، ص ۱۴۲، از تحریر سید علمدار حسین عابدی مرحوم، سید مقصود الحسن عابدی، سید جواد علی جعفری)

یہاں پر اہلِ سادات کے ساتھ غیر سادات بھی آباد ہوئے۔ حالانکہ اس وقت کسی بھی جگہ آباد ہو کر کالونی بنائی جا سکتی تھی لیکن یہ قناعت پسند لوگ تھے۔ ان کا بنیادی مقصد جان ومال کی حفاظت، تحفظِ عزت وناموس، اپنی ثقافت اور اقدار کو زندہ رکھنا، دینی ومذہبی رسومات کی ادائیگی میں آزادی اور جذبۂ اخوت کے ساتھ مہر ومحبت کی زندگی بسر کرنا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان بزرگوں نے مستقل رہائش کے لئے اس جگہ کا انتخاب کیا۔

۱۹۵۳ء میں ہم نے سادات کالونی میں قدم رکھا۔ اس سے پہلے ہمارے والدین لاہور میں رہائش پزیر تھے۔ سادات کالونی آ کر اپنے اعزاء ڈاکٹر اکرام حسین مرحوم اور کاظم عسکری مرحوم کے گھروں سے منسلک رہائش اختیار کی۔ گو کہ یہ میرا بچپن کا دور تھا لیکن اس وقت ۵۰ء کی دہائی کے وسط کی ایک ایک

بات اور ایک ایک منظر ذہن اور نگاہوں میں محفوظ ہے۔

اس کے علاوہ اس دور کی بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کی معلومات ہمیں کچھ بزرگوں اور ہمدردوں سے حاصل ہوئیں۔ ان میں وہ بزرگ اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جنھوں نے ۵۱-۱۹۵۰ء میں اس بستی کو آباد کیا۔ اس وقت ابتداء میں جن لوگوں نے یہاں رہائش اختیار کر کے سادات کالونی کی بنیاد ڈالی ان میں حکیم سید محب الحسن عابدی مرحوم، سید حمید الدین حیدر عابدی مرحوم (عابدی برادران) سید اختر حسین صاحب مرحوم (باقر انجم کے والد)، مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم، جناب باقر حسین صاحب مرحوم (میتب صاحب، ذوالفقار حیدر فولادی) ڈاکٹر اکرام حسین صاحب مرحوم، جناب کاظم عسکری مرحوم، علمدار حسین عابدی مرحوم، لیاقت حسین کاظمی مرحوم، ساجد بھائی مرحوم، ماسٹر تکبیر صاحب مرحوم، ڈاکٹر ہادی صاحب مرحوم، اشرف عابدی مرحوم، جناب تحسین علی صاحب مرحوم، جناب اعجاز حسین صاحب مرحوم، جناب حبیب حیدر صاحب مرحوم، جناب سرور صاحب مرحوم اور دانڈو پور سے تعلق رکھنے والے کچھ حضرات شامل ہیں ان کے علاوہ جلد ہی یہاں اور لوگ آئے اور سادات کالونی کی آبادی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جناب ظفر عباس زیدی مرحوم، جناب سبطین صاحب مرحوم اور جناب ثقلین صاحب مرحوم، جناب سردار صاحب مرحوم (سجاد کے والد) جناب منظور صاحب مرحوم، جناب سید حماد حسین صاحب مرحوم، جناب مشہور علی مرحوم، ذوالجلال صاحب مرحوم، چھوٹے صاحب مرحوم، جناب بشارت حسین کامل مرحوم، جناب کچن اختر صاحب مرحوم، جناب سرور جاپانی مرحوم، جناب مصور صاحب مرحوم، جناب مہاجر صاحب مرحوم، جناب احمد حسین صاحب مرحوم، جناب جلال حیدر صاحب مرحوم، جناب بشیر صاحب مرحوم اور بہت سے دوسرے نام بھی ہیں

جنھوں نے ابتداء میں سادات کالونی کو آباد کیا۔ ان حضرات کے ساتھ ساتھ کچھ بلتی یا لداخی حضرات و مومنین نے بھی ابتداء میں سادات میں رہائش اختیار کی۔

۱۹۵۰ء کی دہائی کے وسط تک یہاں تیزی سے آبادی میں اضافہ ہوا لیکن پھر بھی اس وقت آبادی بہت کم تھی اس ابتدائی دور کی سادات کالونی کی زندگی بنیادی ضروریات سے محروم تھی۔ لوگ کچے گھروں میں رہتے تھے۔ گھروں کی تعمیر کیلئے اکثر لوگ خود اپنے ہاتھوں سے مٹی کی کچی اینٹیں تیار کرتے تھے۔ گھروں کی چھتیں چٹائیوں سے تیار کی جاتی تھیں یا ایسبطاس کی شیٹوں یا ٹینوں کی ہوتی تھیں۔ الکٹرک نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ گھروں میں روشنی کے لئے مٹی کے تیل سے جلنے والے لیمپ اور لالٹینیں ہوا کرتی تھیں۔ کھانا پکانے کے لئے گھروں میں لکڑی جلانے کے چولہے یا کوئلے کی انگیٹھیاں ہوتی تھیں۔ ہر گھر میں کنواں ہوتا تھا جس سے روزمرہ استعمال کے لئے پانی حاصل کیا جاتا تھا۔ پینے کے لئے میٹھا پانی خریدا جاتا تھا۔ جس کے لئے معمولی ماہانہ اجرت یا معاوضہ کی بنیاد پر بہشتی (ماشکی) گھر گھر میٹھا پانی گھروں میں پہنچاتے تھے۔ اس کے علاوہ گدھوں پر بھی پانی سے بھرے ہوئے ڈرم لاد کر میٹھا پانی گھروں میں پہنچایا جاتا تھا۔ اس وقت گھروں میں بڑے بڑے صحن ہوتے تھے۔ ہر گھر میں صحن کے ایک کونے میں گھڑونچی ہوتی تھی۔ گھڑونچی دراصل پانی کے گھڑے رکھنے کا اسٹینڈ ہوتا تھا۔ سادات کالونی کی تاریخ میں ان ماشکیوں اور پینے کا پانی گھر گھر پہنچانے والوں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ سخت گرمی ہو یا سردی، طوفان ہو یا بارش یہ پانی ضرور پہنچاتے تھے۔ اگر یہ کبھی نہ آئیں اور ناغہ کرلیں تو اندازہ ہوتا تھا کہ پینے کے پانی کا حصول کس قدر مشکل ہوتا تھا۔ ان بہشتیوں اور پانی پہنچانے والوں میں "چھیتر، پھکا، رمضانی اور خدا بخش انتہائی شریف اور مسلمان تھے۔

سادات کالونی کے لوگوں کو سہولتیں پہنچانے کے لئے اس وقت جو پہلی دوکان کھولی گئی وہ نیاز اللہ مرحوم نے کھولی تھی جو ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد آج بھی قائم ہے، جسے نیاز اللہ مرحوم کے پوتے آج بھی چلا رہے ہیں۔

۱۹۵۰ء کی دہائی کے اس ابتدائی دور میں سادات کالونی میں آبادی بہت کم تھی۔ بڑے بڑے میدان ہوا کرتے تھے۔ جگہ جگہ ریت کے ٹیلے پائے جاتے تھے اور تیز سمندری ہواؤں سے دن بھر ریت اڑا کرتی تھی۔ موجودہ عابدی امام بارگاہ کے سامنے کا تمام حصہ میدان تھا جو مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم کے گھر سے (جہاں اس وقت امام بارگاہ کا علم نصب ہے) جناب باقر حسین صاحب مرحوم (حسن اختر مرحوم اور حسن جعفر کے والد) کے گھر تک یہ میدان پھیلا ہوا تھا۔ آج جہاں پر امام بارگاہ کاظمین کی پچھلی دیوار ہے یہاں سے ''عباس اسکول'' تک سارا میدان تھا۔ ''عباس اسکول'' اس وقت تعمیر نہیں ہوا تھا۔

پی اے ایف بیس کا رن وے بھی اس وقت صرف نالے تک محدود تھا۔ لوگ سادات کالونی سے ڈرگ کالونی نمبر ۵ تک پیدل اس میدان سے گزر کر جاتے تھے۔ اس وقت جہاں پر عباس گرلز اسکول کی عمارت ہے اس جگہ سے قریب قبرستان تھا۔ گزشتہ کئی دہائیوں قبل پی اے ایف کے رن وے میں توسیع ہوئی اور قبرستان سمیت نالے تک کا تمام میدانی علاقہ پی اے ایف رن وے میں شامل ہوگیا جہاں پر آج ڈاکخانہ موجود ہے، یہاں سے ڈرگ روڈ کالونی نمبر ۴ تک اور بائیں جانب ناتھا خان گوٹھ تک سب میدان تھا۔ جہاں پاک کالونی آباد ہے یہ سب علاقہ بھی میدان تھا۔ آج جہاں پر جناب ماسٹر اشرف صاحب کا مکان ہے ،اس جگہ پر ناسک والوں کی ایک بیرک تھی جس میں ناسک کے کچھ گھرانے

رہائش پزیر تھے، عابدی امام بارگاہ کے پچھلے حصہ میں کچھ گھروں کے بعد ناسک والوں کی ایک اور بیرک تھی۔

۱۹۵۰ء کی دہائی کے وسط سے کچھ سالوں تک نالے کے ساتھ رن وے تک پٹی پر کوئی آبادی نہ تھی صرف چند گھر تھے جن میں جناب فرزند علی صاحب اور جناب شجاول صاحب مرحوم اوران کے اعزاء کے گھر بھی شامل تھے۔

ناتھا خان گوٹھ کی آبادی بھی انتہائی کم تھی کہ ریلوے لائن پر گزرنے والی ٹرینوں کو سادات کالونی سے دیکھا جاسکتا تھا۔ اُس زمانے میں یہاں بارشیں بھی بہت ہوتی تھیں اور شدت کے ساتھ ہوتی تھیں۔ برساتی چکوری نالے میں طغیانی آنے سے پانی بستی میں داخل ہوجاتا تھا۔ رات میں شدت کے ساتھ ہونے والی بارشوں سے جب لوگوں کے گھروں کے صحن کی کچی دیواریں گرنا شروع ہوتی تھیں تو لوگ لالٹیں اور بیٹریاں (ٹارچ) لئے ٹولیوں کی شکل میں ایک دوسرے کی مدد کے لئے نکل پڑتے تھے۔ اس دور میں سادات کالونی کے مکینوں نے یہاں کے نامساعد حالات کا مقابلہ کیا اور زندگی کے ہر شعبہ میں متحرک ہوکر یک جہتی اور معاشرتی آداب واقدار کے ساتھ زندگی بسر کی۔ ایک دوسرے کا ادب واحترام کرنا، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونا سادات کالونی کی معاشرتی خصوصیات تھیں۔ اگرکسی کے گھر پر موت ہوجائے تو ہر فرد اس کا احساس کرتا تھا مرنے والے کے غسل وکفن سے لے کر تمام آخری رسومات میں اہلِ محلّہ وہ کردار ادا کرتے تھے کہ متاثرین کو کوئی پریشانی نہ اٹھانی پڑے۔

سادات کالونی کا قبرستان ابتداء میں بند ہوچکا تھا کئی دہائیوں تک میت بس کی سہولت بھی نہ تھی، سادات کالونی سے تقریباً دو کلومیٹر دور عظیم پورہ قبرستان تک لوگ اپنے کاندھوں پر جنازہ لے کر پیدل جاتے تھے، جس راستہ سے جنازہ

گزرتا تھا، لوگ کہتے تھے سادات کالونی کی میت ہے۔ تمام لوگ جنازے میں شرکت کرتے تھے۔

ماضی کی بہت سی باتوں میں انحطاط ہوا۔ لیکن آج بھی سادات کالونی میں یہ قدر زندہ ہے خوشی میں شریک نہ ہوں، لیکن مرنے پر سب شریک ہوتے ہیں اور ماضی کی طرح اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ بات سادات کالونی کے علاوہ اور کہیں نظر نہیں آتی۔ اس دور کی سادات کالونی میں لوگ ایک گھر کے افراد کی طرح مہرو محبت، یک جہتی کے ساتھ رہتے تھے۔ یہ وہ معاشرہ اور ماحول تھا جہاں شرفِ انسانیت، احترام آدمیت، احساس اور اعلیٰ رویوں کی پاسداری تھی۔

ابتدائی دور کی سادات کالونی میں لوگوں کے لئے تفریح کا کچھ سامان نہ تھا۔ صرف کچھ کھیل تھے۔ جن کا تذکرہ اگلے صفحات میں کروں گا۔ اس وقت گھروں میں ریڈیو تھے، نہ پچاس کی دہائی تک ٹیلی ویژن تھا۔ لگژری سینما کے نام سے پورے علاقے میں صرف ایک سینما گھر تھا وہ بھی سادات کالونی سے دو کلومیٹر دور سے آگے ایر پورٹ رن وے کے قریب تھا۔ ایک سینما پی اے ایف کیمپ میں ہوتا تھا۔ میٹرک سے پہلے تو سینما دیکھنے پر بھی پابندی تھی۔ اس وقت بلیک اینڈ وھائٹ غیر لچر صاف ستھری فلمیں ہوتی تھیں۔ اس کے باوجود فلم دیکھنا اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آج اماں، ابا، بچے سب ٹی وی دیکھ رہے ہوتے ہیں، انتہائی لچر انڈین اشتہار آتے ہیں۔ سب اس کے عادی ہو چکے ہیں۔ بچوں نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی۔ ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

ابتدائی دور کی سادات کالونی میں جب تفریح کا کوئی سامان نہ تھا، اس وقت احمد عباس زیدی مرحوم تقریباً ہر ماہ اپنے گھر کے سامنے قوالیوں کی محفلیں برپا کرتے تھے۔ جن میں اکثر اس دور کے مشہور قوال بھی تشریف لاتے تھے۔ کبھی

قوالی کے بجائے موسیقی کے فنکشنز ہوتے تھے۔ جن میں اس دور کے معروف گلوکار شرکت کیا کرتے تھے۔

زیدی صاحب مرحوم نے سادات کالونی میں چہار بیت کی محفلوں کو بھی متعارف کروایا۔ جس میں آٹھ آٹھ دس دس افراد پر مشتمل دو دستے ہوتے تھے، جو ایک دوسرے کے مقابل دف پر اعلیٰ معیاری کلام بڑے جوش و جذبہ سے پیش کرتے تھے جو ایک مقابلہ کی صورت میں پیش کیا جاتا تھا۔ ایک دستہ نے اپنا کلام ختم کیا تو فوراً ہی اس کے جواب میں دوسرا دستہ اپنا کلام شروع کر دیتا تھا۔ چہار بیت میں منقبت، غزلیں اور صوفیانہ کلام پیش کیا جاتا تھا۔ چہار بیت کی محفلوں کی ایک ادبی حیثیت ہے۔ اس کا تعلق بھارت سے ہے اور اب بھی بھارت کے کئی شہروں میں چہار بیت کی محفلیں مقبول ہیں۔

سادات کالونی کے اس ابتدائی دور میں ''پتلی تماشا'' دکھانے والے بھی ہوا کرتے تھے۔ پتلی تماشا والے دن میں پروگرام طے کر لیتے تھے جو ان کا روزی کمانے کا ذریعہ تھا۔ رات میں پتلی تماشا کرنے کے لئے صحن میں چارپائیاں کھڑی کر کے ان پر چادریں ڈالی جاتی تھیں۔ سامنے بھی ایک چادر تانی جاتی تھی۔ اس طرح ایک اسٹیج بنایا جاتا تھا۔ چارپائیوں کے پیچھے کھڑے ہو کر پتلی تماشا دکھانے والے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے۔ زمین پر دری بچھا کر تماشا دیکھنے والے بیٹھتے تھے جن کے سامنے پتلیاں ہوتی تھیں۔ کسی کے بھی گھر میں پتلی تماشا ہونو عمروں کی دلچسپی کا باعث ہوتا تھا۔ سب اکٹھا ہو جاتے تھے۔ بڑے بھی یہ تماشا دیکھتے تھے۔ لالٹینوں کی روشنی میں یہ تماشا ہوتا تھا۔ اس وقت پتلی تماشا ثقافت کا ایک حصہ تھا جو اب شہروں سے ختم ہو چکا ہے بلکہ اب لوگ خود پتلی تماشا بن چکے ہیں۔

۱۹۵۷ء میں اصلاح معاشرت کے قیام کے بعد اس انجمن نے بچوں کے لئے زنجیر والے جھولوں کے ساتھ ایک طرف سے سیڑھیاں اور دوسری طرف بچوں کے پھسلنے کے لئے سیمنٹ سے (smooth sliding) ڈھلوان سطح بنوائی۔ اکثر رات کو میدان میں بڑی اسکرین لگا کر کوئی ڈاکومنٹری فلم دکھانے کا انتظام بھی کیا جاتا تھا۔ اس انجمن نے اپنے دور میں اور کئی اصلاحی کام انجام دیے۔

پچاس اور ساٹھ کی دہائیوں تک یہاں شادی بیاہ کی تقریبات انتہائی سادہ طریقہ سے انجام پاتی تھیں۔ جس کی وجہ معاشی حالات اور اقدار کی پاس داری تھی۔ گھروں کے اندر یا گھروں کے باہر شامیانے لگا کر شادی بیاہ کے انتظامات ہوتے تھے۔ باورچیوں کو بلا کر شادی بیاہ کا کھانا گھروں پر پکوایا جاتا تھا۔ شادی کا ہر کام وقت پر ہوتا تھا۔ اس وقت شادی کی تقریبات میں کوئی شور شرابا، ادھم چوکڑی نہ تھی۔ بہت ہوا تو شادی والے گھر پر تین چار روز تک رکارڈنگ ہوتی تھی۔ آج کی طرح لفافہ کی شکل میں میزبان کے ہاتھوں میں نیوتا دینے کا رواج نہ تھا بلکہ ایک طرف کہیں ایک میز لگی ہوتی تھی جہاں کرسی پر کسی سنجیدہ معتبر شخص کو بٹھا دیا جاتا تھا۔ لوگ اسے نیوتا دیتے تھے اور وہ کسی کاپی پر نیوتا دینے والے کا نام لکھ کر نام کے سامنے نیوتے کا اندراج کرتا تھا۔ میز پر اکثر پان سگریٹ بھی ہوتے تھے۔ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں ارتقاء کا عمل پایا جاتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اقدار بھی تبدیل ہو جاتی ہیں۔ ہمیشہ اور ہر معاملے میں ماضی میں نہیں رہنا چاہیے۔ مثبت تبدیلیوں کو اپنانا چاہیے۔ لیکن وہ تبدیلیاں جو ہماری اعلیٰ اقدار، اخلاقیات اور عقائد سے متصادم ہوں انھیں اپنانے سے احتراز ضروری ہے۔

ہر بستی وجود میں آنے کے بعد وقت کے ساتھ ساتھ ارتقائی عمل سے

گزرتی ہے۔ جو چیزیں کل تھیں آنے والے وقت میں ان کے اندر تبدیلی و ترقی ہوتی ہے ان کی جگہ نئی چیزیں، نئی روایات اور نیا ماحول جنم لیتے ہیں۔ ابتدائی دور میں سادات کالونی کے لوگوں نے جن مشکلات اور جن مسائل کا سامنا کیا۔ یہ مسائل اور مشکلات صرف سادات کالونی تک محدود نہ تھیں بلکہ ہندوستان سے ہجرت کر کے یہاں کراچی کے مختلف علاقوں میں آباد ہونے والے تمام لوگوں کو بھی ایسے ہی مسائل اور مشکلات کا سامنا تھا۔ جس طرح اور لوگوں نے زندگی کو بہتر بنانے کے لئے جدوجہد کی۔

اسی طرح سادات کالونی کے لوگوں نے بھی زندگی کے ہر شعبہ میں آگے بڑھنے کے لئے عزم اور حوصلے کے ساتھ کاوشیں کیں۔ تعلیم حاصل کی اور معیار زندگی کو بلند کیا۔ اپنی ایک پہچان اور مقام بنایا۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معروف شخصیات کے نام اس سادات کالونی سے جڑے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے جس طرح جدوجہد کی اور محنت کی اللہ نے انھیں نوازا۔ آج ان کا وہ معیار زندگی ہے جسے کبھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس بستی میں ایسے لوگ بھی رہ رہے ہیں جن کا شمار متمول لوگوں میں ہوتا ہے۔

آج سادات کالونی میں ہر شخص کا معیارِ زندگی بلند ہے۔ کوئی کسی سے کم نہیں ہے اللہ نے جس طرح آج لوگوں کو نوازہ ہے، اِن پر بھی لازم ہے کہ وہ اللہ کی شکر گزاری کریں۔ جتنا شکر کرو گے اللہ اُتنا ہی اور نوازے گا اپنے آپ کو غرور اور تکبر سے دور رکھو کہ غرور کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے۔ غرور اور تکبر راس نہیں آتا غرور اور تکبر کرنے والے کی اللہ تقدیر بدل دیتا ہے۔ جس اللہ نے آج سب کچھ دے کر نوازا ہے وہ غرور اور تکبر کی وجہ سے سب کچھ چھین بھی سکتا ہے۔

اسی سادات کالونی سے تعلق رکھنے والے ایسے صاحبِ ثروت لوگ بھی

ہیں جنہیں اللہ نے سب کچھ عطا کرنے کے ساتھ ساتھ عزت وشہرت بھی عطا کی۔ یہ وہ بڑے عظیم لوگ ہیں جو آج بھی اپنا ماضی بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں سادات کالونی کے تمام لوگ ماتم، مجالس، شادی بیاہ اور دیگر امور زندگی میں ہر کام انتہائی اعلیٰ درجہ پر انجام دیتے ہیں۔

سادات کالونی میں بہت سے کام جو کرنا ضروری تھے۔ ان پر توجہ نہ گئی، آج کے دور میں بھی ہر بستی کو کچھ مسائل کا سامنا ہے۔ کراچی کی کوئی بستی ایسی نہیں جہاں مسائل درپیش نہ ہوں۔ مسائل کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔ پھر ہر انسان کے اپنے ذاتی مسائل بھی ہوتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسان کی ترجیحات بدلتی رہتی ہیں۔ جس کے مطابق وہ مستقبل کے لئے فیصلے کرتے ہیں۔ وہ لوگ جن کے حالات اس بات کے متقاضی نہیں تھے کہ وہ یہاں سادات کالونی میں مزید رہیں تو ایسے لوگوں نے یہاں سے نقل مکانی کی ان میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی پوری زندگی یا زندگی کا بڑا حصہ اسی سادات کالونی میں گزار دیا۔ آج ان کو جو مقام حاصل ہے، جو حیثیت اور مرتبہ ملا، وہ اسی سادات کالونی کی زمین کا مرحونِ منت ہے۔

کچھ خاندان ابتداء میں یہاں سے چلے گئے تھے لیکن ماضی قریب میں بہت سے لوگوں نے یہاں سے نقل مکانی کی۔ نقل مکانی اور ہجرت انسان کا بنیادی اور شرعی حق ہے۔ اپنی رہائش کے لئے بہتر سے بہتر جگہ کا انتخاب ضروری ہے۔ جن لوگوں نے پوری زندگی یہاں گزاری اور اب کہیں اور رہائش پزیر ہیں، سادات کالونی کی زمین سے ان کی محبت، انسیت اور لگاؤ اسی طرح برقرار ہے۔

سادات کالونی ہو یا کوئی اور آبادی، نقل مکانی کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جس طرح یہاں سادات کالونی سے بہت سے لوگوں نے نقل مکانی کی اسی طرح

دوسری آبادیوں سے لوگ نقل مکانی کر کے سادات کالونی میں آباد ہوئے۔

پچاس کی دہائی کی ابتداء میں قائم ہونے والی سادات کالونی کی ایک منفرد مثالی تہذیب تھی۔ افراد کے درمیان مثالی رکھ رکھاؤ، مہر و محبت، اخلاص، رواداری، یک جہتی، اتحاد و وحدت کا ماحول تھا، اعلیٰ اقدار اور ان کی پاسداری تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اگر دوسری بستیوں کی طرح یہاں بھی تعمیر و ترقی ہوتی اور تہذیب و اقدار آنے والی نسلوں میں منتقل ہوتی رہتیں تو آج کے دور میں بھی سادات کالونی کراچی کی ایک آئیڈیل بستی ہوتی لیکن ایسا نہ ہوا، اور یہ سب کچھ تاریخ کا حصہ بن کر رہ گیا۔

سادات کالونی کے ابتدائی دور کے جن حالات کا تذکرہ رقم کیا۔ وہ کسی ایک دو گھروں یا چند گھروں کے حالات نہ تھے بلکہ ابتداء میں جو لوگ اور خاندان یہاں آ کر آباد ہوئے ان تمام کو معاشی خستہ حالی، مشکلات اور مسائل کا سامنا تھا۔ انہی حالات میں دو تین نسلوں کی پرورش ہوئی۔ اُس دور میں سادات کالونی آباد کرنے والے نوجوانوں، جوانوں، بزرگوں کے رہن سہن اور بود باش میں سادگی تھی۔ لیکن وقار، عظمت، عزت نفس اور وضع داری کے ساتھ۔ ان میں اقدار کی پاسداری اور قول و فعل میں سچائی تھی۔

یہ لوگ اور یہ خاندان ہندوستان کے جن علاقوں سے ہجرت کر کے پاکستان آئے، وہاں ہندوستان کے ان علاقوں میں بھی ان کی بڑی عزت وعظمت اور اچھی شہرت تھی۔ یہ سب وہاں صاحب ثروت اور متمول لوگ تھے۔ ان لوگوں اور ان خاندانوں نے ہندوستان میں بڑی جائیدادیں، بڑی بڑی زمینیں اور املاک چھوڑ کر ہجرت کی۔

یہاں سادات کالونی میں ان لوگوں کے درمیان تعلیم اعلیٰ قدر مشترک

تھی۔ یہ سب تعلیم یافتہ لوگ تھے، ان میں غیر تعلیم یافتہ نہ ہونے کے برابر تھے۔
اب اس دور اور موجودہ نسل میں جن لوگوں کا ماضی سادات کالونی سے جڑا ہے۔ وہ سادات کالونی میں ہوں یا سادات کالونی سے باہر ہوں، پاکستان میں ہوں یا پاکستان سے باہر ہوں، انھیں اپنے ماضی کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔ اسی میں ان کی عزت و عظمت ہے۔

امامیہ ٹرسٹ

جامع مسجد و امام بارگاہ امامیہ قدیم

سادات کالونی، ڈرگ روڈ، کراچی نمبر 25

حوالہ نمبر ________ تاریخ ۲۶ مارچ ۲۰۱۶ء

جامع مسجد و امام بارگاہ امامیہ قدیم
سادات کالونی ڈرگ روڈ کراچی

جامع مسجد و امام بارگاہ امامیہ کا قیام ۱۹۵۱ء میں ہندوستان سے ہجرت کرکے آلہ آباد شہر کے گاؤں داندوپور سے آئے ہوئے مومنین نے اپنی مدد آپ کے تحت بنیاد رکھی۔ جامع مسجد امامیہ کا شمار کراچی کی تیسری جامع مسجد میں ہوتا ہے جہاں نمازِ جمعہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس سے قبل تقسیمِ ہند سے پہلے جامع مسجد خوجہ کھارادر میں نمازِ جمعہ ہوتی تھی۔ تقسیمِ ہند کے بعد جامع مسجد شاہ نجف مارٹن روڈ میں نمازِ جمعہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔

(دستخط)
انتظار حسین
سکریٹری امامیہ ٹرسٹ
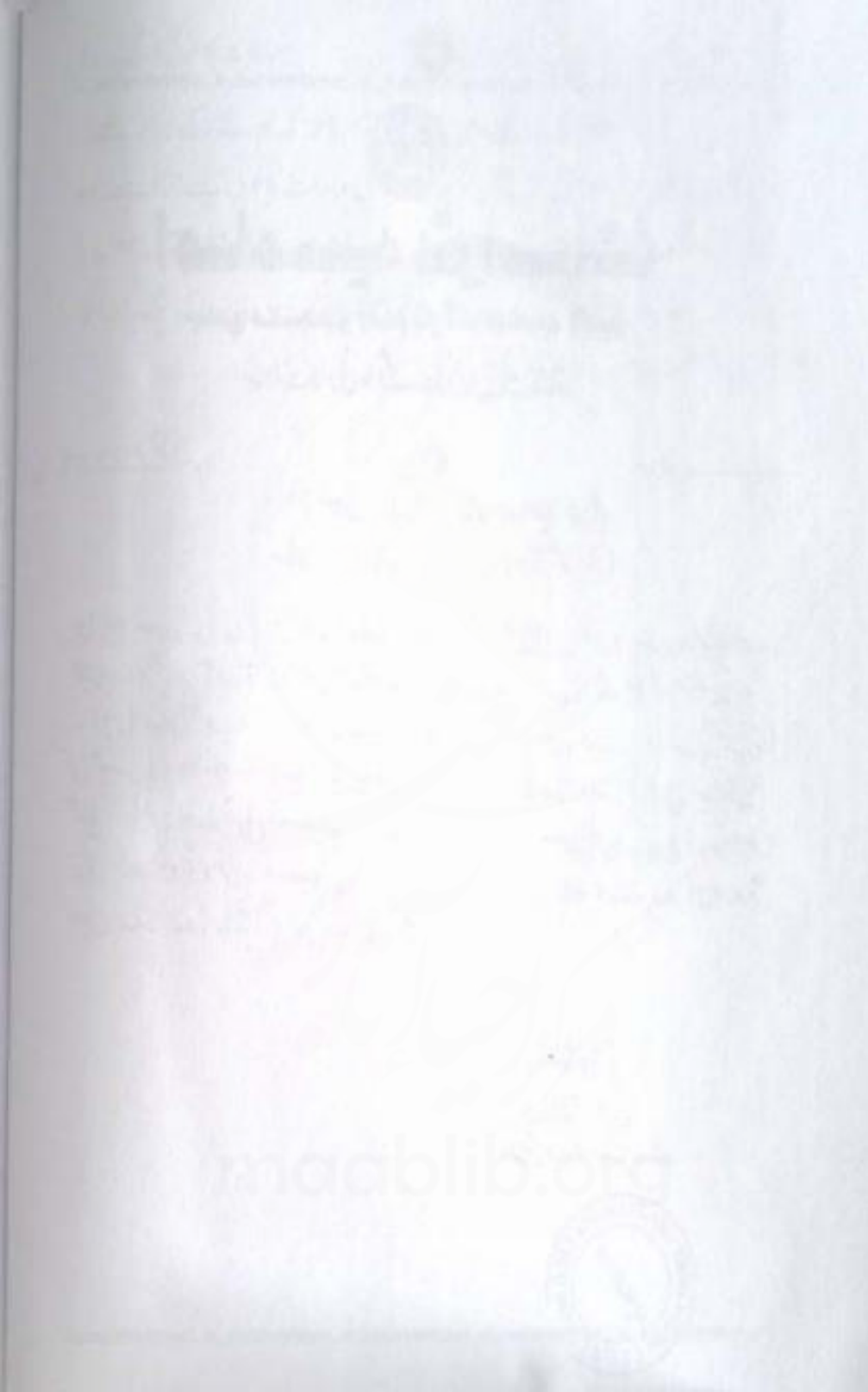
جامع مسجد و امام بارگاہ امامیہ قدیم

سادات کالونی کی پہلی مسجد و امام بارگاہ

ابتدائی دور کی سادات کالونی میں تعمیر ہونے والی صرف ایک مسجد "جامع مسجد امامیہ" تھی۔ سادات کالونی کی باقی مساجد بعد میں تعمیر ہوئیں۔ پچاس کی دہائی کی ابتداء (۱۹۵۱ء) میں سادات کالونی آباد کرنے والوں اور اہل محلہ داندو پورے ابتداء سے آج تک حاصل کردہ معلومات کے مطابق یہ مسجد اور اس سے منسلک امام بارگاہ بھی اُسی وقت ۱۹۵۱ء میں تعمیر ہوئے۔ اور ابتداء میں ہی یہ مسجد جامع مسجد میں تبدیل ہوگئی۔ اُس وقت اس مسجد میں امامت کے فرائض مفتی سید زین الحسن زیدی قبلہ مرحوم (قمر حیدر کے ماموں) انجام دیتے تھے اور آپ ہی نے اس وقت یہاں جمعہ کی نماز کا آغاز کیا۔

اس طرح "جامع مسجد امامیہ سادات کالونی" شہر کراچی میں اہل تشیع حضرات کی چند قدیمی ابتدائی جامع مسجدوں میں سے ایک ہے۔ (امامیہ ٹرسٹ جامع مسجد و امام بارگاہ امامیہ قدیم سادات کالونی ڈرگ روڈ کے سکریٹری انتظار حسین نے امامیہ ٹرسٹ کے لیٹر ہیڈ پر بتاریخ ۲۶ مارچ ۲۰۱۷ء "جامع مسجد امامیہ و امام بارگاہ امامیہ قدیم" کی تاریخ سے متعلق اپنی دستخط اور مہر کے ساتھ جو تحریری معلومات فراہم کی ہیں اُن کے حوالہ سے "جامع مسجد امامیہ" کا شمار کراچی کی

تیسری جامع مسجد میں ہوتا ہے، جہاں نمازِ جمعہ کا قیام عمل میں لایا گیا، اس سے قبل تقسیمِ ہند سے پہلے جامع مسجد خوجہ کھارادر میں نمازِ جمعہ ہوتی تھی۔ تقسیمِ ہند کے بعد جامع مسجد شاہِ نجف مارٹن روڈ میں نمازِ جمعہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔

جامع مسجد امامیہ سادات کالونی کے بانی جناب تحسین علی مرحوم ابنِ قربان علی مرحوم تھے۔ ان کے رفقاء جناب اعجاز حسین صاحب مرحوم اور داندوپور سے تعلق رکھنے والے کچھ دوسرے حضرات تھے۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے الہ آباد شہر کے گاؤں داندوپور سے آئے ہوئے مومنین نے اپنی مدد آپ کے تحت اس مسجد کی بنیاد رکھی جو کچی اینٹوں سے تعمیر کی گئی ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ ابتداء میں اس مسجد کے صحن کی دیواریں تین یا چار فٹ اونچی کچی اینٹوں سے بنائی گئی تیں۔ جن پر مٹی سے لپائی کے بعد چونا پتا ہوا تھا۔ محراب کے ساتھ ایک دالان تھا جس پر ٹینوں یا شیٹوں کی چھت تھی۔ مسجد کا فرش بھی کچا تھا، جس پر چٹائیاں بچھی ہوتی تھیں کنویں سے پانی حاصل کیا جاتا تھا۔ وضو کے لئے مٹی کی بدھنیاں رکھی ہوتی تھیں۔ ایک چبوترے پر میٹھے پانی سے بھرے ہوئے گھڑے رکھے ہوتے تھے۔ پانی پینے کے لئے مٹی کے آب خورے استعمال کئے جاتے تھے۔ محراب کے ساتھ والی دیوار پر بڑے بڑے طاق ہوتے تھے۔

جناب تحسین صاحب مرحوم اور داندوپور سے تعلق رکھنے والے کئی دوسرے افراد مسجد کی دیکھ بھال اور صفائی ستھرائی میں مصروف رہتے تھے۔ اس مسجد میں ابتداء سے فجر، ظہر اور مغرب کی اذانیں دی جاتی تھیں اور باجماعت نماز ادا کی جاتی تھی۔ ماہِ رمضان میں نمازیوں کے لئے افطار کا انتظام کیا جاتا تھا۔ ماہِ رمضان کے اعمال بھی ابتداء سے کئے جاتے تھے۔

ابتداء ہی سے اس مسجد سے منسلک امام بارگاہ قائم کیا گیا تھا جہاں ایام

عزاء اور اس کے بعد پورے سال مجالسِ عزا برپا ہوتی تھیں اور اسی طرح یہ سلسلہ نہایت عقیدہ و احترام سے جاری و ساری ہے۔ ''جامع مسجد و امام بارگاہ امامیہ'' ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے کچی سے پکی تعمیر میں تبدیل ہوئے۔ پھر ایک منزل اور دو منزلیں تعمیر ہوئیں۔ سادات کالونی اور قرب و جوار کی آبادیوں سے مومنین بہت بڑی تعداد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے اس مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ ماہ رمضان کے دوران جمعہ کی نماز کے لئے اتنی بڑی تعداد میں مومنین تشریف لاتے تھے کہ زمینی حصہ اور اوپر کی دو منزلیں نمازیوں کے لئے کم پڑ جاتی تھیں۔ رمضان کی علاوہ تمام دنوں میں جمعہ کے لیے آنے والے نمازیوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ نمازیوں کے لئے باہر گلیوں میں دریاں بچھا کر انتظام کیا جاتا تھا۔ اس ماحول میں نمازیوں کو دشواریاں پیش آتی تھی۔

ان مشکلات اور مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے نئے سرے سے مسجد کی تعمیر ناگزیر ہوگئی۔ پھر الحمد للہ اکتوبر ۲۰۱۵ء کی خوش آئند گھڑی آئی کہ ۱۸ ذی الحجہ/ ۱۳ اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ بعد نمازِ مغربین ''جامع مسجد و امام بارگاہ امامیہ'' کی تعمیر نو کے سلسلہ میں ایک تقریب منعقد ہوئی اور بدست مبارک حجۃ الاسلام مولانا شہنشاہ حسین نقوی دام مجدہ (سرپرست اعلیٰ) اس قدیم مسجد و امام بارگاہ امامیہ کی تعمیرِ نو کا آغاز ہوا۔ تمام اراکین امامیہ ٹرسٹ اور وہ لوگ جو اس کارِ ثواب و سعادت میں شریک ہوئے مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اس وقت جب میں اس مسجد کی تعمیر سے متعلق تحریر کر رہا ہوں مارچ ۲۰۱۶ء کا مہینہ گزر رہا ہے۔ مسجد و امام بارگاہ امامیہ کی تعمیرِ نو کا کام بڑی تیزی سے جاری و ساری ہے۔ تعمیرِ نو کے اس نیک کام میں ٹرسٹیز، تعمیراتی کمیٹی اور دیگر لوگوں کے علاوہ سبط حیدر عابدی (شہنشاہ) اور انتظار حسین انتھک محنت اور مستعدی سے جس طرح اس کام میں شریک ہیں

انشاءاللہ جلد اس مسجد کی تعمیر مکمل ہو جائے گی۔

سادات کالونی میں فروغ عزاداری میں سادات کالونی کے دوسرے تمام لوگوں کی طرح داندوپور کے مومنین نے اہم کردار ادا کیا۔

امام بارگاہ عابدی برادران

۱۹۵۰۔۵۱ء میں جب مومنین نے سادات کالونی کو آباد کیا اس وقت یہاں جب پہلا محرم آیا تو کئی مومنین کے گھروں پر عشرۂ محرم کی مجالس کا انعقاد ہوا، اور گھروں میں امام باڑے بنا کر علم نصب کیے گئے۔ ایسا ہی ایک امام باڑہ حکیم سید محب الحسن عابدی مرحوم اور سید حمید الدین حیدر عابدی مرحوم کے گھر پر قائم ہوا۔ جہاں عزاداری کے تمام انتظامات ان کے فرزندان سید وصی الحسن عابدی مرحوم، سید مقصود الحسن عابدی اور سید رفیق حیدر عابدی مرحوم، سید حیدر مہدی عابدی مرحوم، سید اقبال حیدر عابدی مرحوم اور سید عباس حیدر عابدی مرحوم انجام دیتے تھے۔ ۱۹۶۰ء کی ابتداء میں جب سادات کالونی میں مکانات بننا شروع ہوئے اس وقت ان عابدی برادران کے مکانات بھی تعمیر ہوئے اور امام باڑے کو وسعت دے کر ایک بڑا امام بارگاہ بنا دیا گیا جو ۱۹۶۵ میں تعمیر ہوا اور اب ''امام بارگاہ عابدی برادران'' کے نام سے مشہور ہے۔

اس امام بارگاہ میں ایام عزا میں منعقد ہونے والے عشرہ مجالس کے علاوہ مخصوص تاریخوں پر مردانی و خواتین کی بڑی مجالس برپا ہوتی ہیں۔ مجالس کے علاوہ میلاد کی محفلیں بھی منعقد کی جاتی ہیں۔ اہلِ محلہ اس امام بارگاہ میں اپنی سالانہ مجالس کا انعقاد کرتے ہیں۔ اکثر لوگ اپنے مرحومین کے سوئم، چہلم اور برسی کی مجالس

بھی ''امام بارگاہ عابدی برادران'' میں کرتے ہیں۔ مجالس کے علاوہ یہاں میلاد کی محفلیں بھی برپا کی جاتی ہیں۔ اس وقت امام بارگاہ عابدی برادران میں سید مقصود الحسن عابدی، سید محب حیدر عابدی (بادشاہ)، سید سبط حیدر عابدی (شہنشاہ)، مولانا آغا حبیب حیدر عابدی اور سید مجید عباس عابدی اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مسجد و امام بارگاہ شہدائے کربلا

مسجد و امام بارگاہ شہدائے کربلا سادات کالونی، ''جامع مسجد و امام بارگاہ امامیہ'' سے کچھ فاصلہ پر قائم ہے۔ یہاں پر بلتی یا لداخی مومنین رہائش پزیر ہیں۔ یہ مومنین بھی ابتداء سے سادات کالونی میں آباد ہیں۔ ان مومنین حضرات نے ۱۹۵۴ء میں ''انجمن کاظمیہ پرکستان'' کے نام سے ایک ماتمی انجمن قائم کی۔

سادات کالونی اور کراچی شہر کی عزاداری میں اس انجمن کا اہم کردار ہی ابتداء میں ان مومنین کے یہاں ایام عزاء کی مجالس اور میلاد کی محافل ان کے گھروں پر ہوا کرتی تھیں۔ بعد میں ان مومنین نے مسجد و امام بارگاہ شہدائے کربلا کی بنیاد رکھی۔ اب اس امام بارگاہ میں ایام عزاء اور اس کے علاوہ سال بھر مردانی اور خواتین کی مجالس برپا ہوتی ہیں۔ اسی طرح میلاد کی محفلیں بھی اسی امام بارگاہ میں منعقد کی جاتی ہیں۔

۶ محرم اور ۲۷ صفر کے بڑے ماتمی جلوس بھی اسی امام بارگاہ سے برآمد ہوتے ہیں۔ امام بارگاہ سے منسلک مسجد میں باقاعدگی سے اذان اور پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے۔

مسجد امام بارگاہ کاظمین

امام بارگاہ کاظمین سادات کالونی کا سب سے بڑا امام بارگاہ ہے جو ایک بڑے رقبہ پر قائم ہے اور اسی کے ساتھ مسجد کاظمین منسلک ہے۔ یہاں پر منعقد ہونے والی مجالس و محافل کے بڑے بڑے پروگراموں اور خصوصاً انجمن حیدریہ کی روایتی شب بیداری کی وجہ سے یہ امام بارگاہ نہ صرف کراچی بلکہ پورے پاکستان، ہندوستان اور بہت سے بیرونی ممالک میں اپنی پہچان اور شہرت رکھتا ہے۔ امام بارگاہ کاظمین میں خطۂ ارض کی سب سے بڑی شب بیداری جس وقت منعقد ہوتی ہے، اس وقت اس شب بیداری کو بذریعہ انٹرنیٹ براہِ راست بہت سے ممالک میں دیکھا جاتا ہے۔ یہ عظیم شب بیداری امام بارگاہ کاظمین کی پہچان ہے۔

۶۰ء کی دہائی میں ایک کمرے پر مشتمل مسجد کاظمین اپنی موجودہ جگہ پر تعمیر ہوئی جو کچی مسجد تھی۔ جس کی چھت پکی تھی نہ فرش پکا تھا۔ کچا مٹی کا فرش تھا۔ اس وقت یہاں پر کوئی بھی پکی تعمیر نہیں ہوئی تھی کیونکہ اس جگہ کا الاٹمنٹ بعد میں ہوا تھا۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ بتدریج چہار دیواری کی بنیادیں رکھی گئیں اور امام بارگاہ کی چہار دیواری تعمیر ہوئی۔

جواد علی جعفری صاحب کی ابتداء سے آج تک امام بارگاہ سے وابستگی ہے۔ اس وقت جواد علی جعفری پی اے ایف کیمپ کے اندر سرکاری رہائش گاہ میں مقیم تھے۔ وہاں سے ہر روز سادات کالونی آ کر امام بارگاہ کاظمین میں خدمات انجام دیتے تھے۔ ان کے ساتھ سید انتصار علی (علی صاحب) مرحوم، سید وصی الحسن عابدی مرحوم، محمد باقر نقوی اور سادات کالونی کے کئی اور لوگ شریک کار ہوتے

تھے۔ یہ حضرات ہمہ وقت مسجد و امام بارگاہ کی تعمیر و ترقی کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ ذوالفقار حیدر (فولادی) مرحوم مسجد سے متعلق معمول کے کام فریضہ سمجھ کر تن دہی سے انجام دیتے تھے۔ اُس وقت میلاد و مجالس بھی اسی مسجد میں منعقد ہوتی تھیں۔

ابتداء میں منعقد ہونے والی محافل اور عشرہ محرم کی مجالس مسجد کاظمین میں منعقد ہوتی تھیں۔ اس ابتدائی دور ۶۰ کی دہائی (۶۵۔۶۶) میں شروع ہونے والی عشرہ محرم کی مجالس میں شروع میں مقامی ذاکرین مجالس پڑھتے تھے پھر بعد میں اسی دور میں کئی سالوں تک علامہ سید ضمیر اختر نقوی صاحب نے بھی عشرہ محرم کی مجالس سے خطاب فرمایا۔ امام بارگاہ کاظمین کے تذکرے میں ابتدائی دور کے عشرہء محرم کی مجالس کے تذکرے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ جب امام بارگاہ جب موجود نہ تھا اور عشرہء محرم کی مجالس مسجدِ کاظمین میں برپا ہوتی تھیں۔ جبکہ اُس وقت مسجد بھی آج کی طرح وسیع اور بڑی نہ تھی چھوٹی سی مسجد تھی جہاں مایہ ناز خطیب ،خوش بیان مقرر علامہ سید ضمیر اختر نقوی مجالس عزا سے خطاب فرماتے تھے۔ اس مجلس میں سادات کالونی کے علاوہ قرب و جوار کی آبادیوں سے بڑی تعداد میں مومنین علامہ ضمیر اختر صاحب کی مجالس سننے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ علامہ موصوف نے یہاں اپنے منفرد انداز سے مرثیہ تحت اللفظ کی مجالس بھی پڑھیں۔

۶۰ء کی اس دہائی میں انجمن حیدریہ کی قدیم شب بیداری بھی امام بارگاہ کاظمین کے پلاٹ پر منتقل ہوئی اور شامیانے لگا کر بڑے اہتمام سے برپا کی گئی۔ اس وقت شب بیداری میں موجودہ زیارات شامل نہیں تھیں۔ اس سے قبل شب بیداری امام بارگاہ عابدی برادران کے سامنے میدان میں شامیانے لگا کر منعقد ہوتی تھی۔ محرم کی مجالس کے علاوہ ماہ رمضان میں مسجد کاظمین میں روزہ داروں کے

لئے بڑا اہتمام کیا جاتا تھا۔ مختلف گھروں سے رمضان کی متعین تاریخوں پر افطاری بھیجی جاتی تھی۔ یہ سلسلہ آج بھی برقرار ہے۔ تمام اعمال اور عیدین کی نمازیں بھی ابتداء سے اس مسجد میں ہوتی تھیں اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ حضرت عباس علمدار کا علم جس جگہ آج موجود ہے ابتداء میں اسی جگہ نصب کیا گیا تھا۔ امام بارگاہ کاظمین کی شہ نشین کی بنیاد سادات کالونی کے مومنین نے خود اپنے ہاتھوں سے قائم کی تھی۔ امام بارگاہ کی تعمیر اس کے کئی سالوں بعد شروع ہوئی۔

ابتداء میں جب امام بارگاہ کی چہار دیواری تعمیر ہوئی تو اس وقت امام بارگاہ کا جو بڑا مرکزی گیٹ لگایا گیا وہ آج کے موجودہ گیٹ کی جگہ پر نہیں تھا بلکہ اس جگہ پر تھا جہاں آج پی ایم ٹی کے ساتھ شفا خانہ (کلینک) موجود ہے۔ اس وقت یہ گیٹ ترچھا لگایا گیا تھا۔ گیٹ کے ساتھ داہنی جانب دکان سائز کا ایک کمرہ تھا جسے لائبریری بنایا گیا تھا۔ اور اس کا دروازہ کاظمین کے اندر کھلتا تھا۔ اس لائبریری کے برابر میں ایک چائے خانہ یا چائے کا ہوٹل تھا جسے ابتداء میں عنایت حسین صاحب نے اور بعد میں کئی اور لوگوں نے چلایا۔ اس ہوٹل کے بعد جناب حیدر حسین جعفری صاحب (حیدر بھائی) مرحوم کی دکان تھی اس دکان کے برابر میں ڈاکخانہ تھا جو ۱۹۵۰ء کی دہائی میں قائم ہوا تھا اور اپنی کئی جگہیں بدلتا ہوا یہاں پہنچا اور پھر یہاں کے بعد اس جگہ منتقل ہوا جہاں آج موجود ہے۔ اس وقت یہاں ڈاکخانہ کے پوسٹ ماسٹر سید ماجد مرحوم ہوا کرتے تھے جو انتہائی خوش مزاج ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ ڈاکخانہ کے برابر میں سوسائٹی کا آفس ہوتا تھا۔ امام بارگاہ کے گیٹ کے بائیں جانب ایک چھوٹی سی دوکان نان بائی کی تھی جہاں تندور لگا ہوا تھا۔ امام بارگاہ کی چہار دیواری کے اندر جواد جعفری صاحب کے مکان کے سامنے چٹائی کی چھت کا ایک خستہ ٹھکانا تھا جو سبز پتوں کی بیلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ یہاں پر مولانا جمال

صاحب مرحوم رہائش پزیر تھے۔

کاظمین ٹرسٹ:

کاظمین ٹرسٹ کا قیام عمل میں آنے کے بعد ۱۲ جنوری ۱۹۶۹ء (یکشنبہ) کاظمین ٹرسٹ کے بورڈ آف ٹرسٹیز کا پہلا اجلاس جناب وصی الحسن عابدی مرحوم کی زیرِ صدارت جناب سید انتصار علی (علی صاحب) مرحوم کی رہائش گاہ ڈی ۴۰ سادات کالونی میں منعقد ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل حضرات نے شرکت کی جو ٹرسٹ کے پہلے ٹرسٹیز تھے۔

۱۔ جناب وصی الحسن عابدی مرحوم

۲۔ جناب سید جواد علی جعفری

۳۔ جناب سید انتصار علی (علی صاحب) مرحوم

۴۔ جناب باقر حسین خان صاحب (مرحوم)

۵۔ جناب سید محمد باقر نقوی صاحب

اس اجلاس میں جناب سید جواد علی جعفری صاحب کو کاظمین ٹرسٹ کے دفتری کاموں کی مکمل ذمہ داری سونپی گئی۔

۱۵ مارچ ۱۹۷۰ء کو کاظمین ٹرسٹ کے بورڈ آف ٹرسٹیز کا اجلاس زیرِ صدارت سید جناب وصی الحسن عابدی مرحوم کے بر مکان سید محمد باقر علی نقوی منعقد ہوا جس میں اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل حضرات کو کاظمین ٹرسٹ میں ٹرسٹی نامزد کیا گیا۔

۱۔ سید ظہیر حسن زیدی

۲۔ سید قمر حیدر عابدی

۳۔ سید حسن باقر نقوی

مجھے سید ظہیر حسن زیدی اور سید قمر حیدر کو جناب سید رفیق حیدر مرحوم نے ٹرسٹی نامزد کیا اور ٹرسٹی بنوایا۔ پھر ٹرسٹ نے ان دوناموں کے ساتھ بحیثیت ٹرسٹی سید حسن باقر کا نام شامل کیا۔ اس دور میں سادات کالونی میں قابل فخر اتحاد و یک جہتی کا ماحول تھا۔ انجمن حیدریہ کو نوحہ و ماتم میں انتہائی عروج حاصل تھا۔ کاظمین کے فروغ و ترقی کے لئے بڑے جوش وجذبہ سے کام ہوتا تھا۔ اس وقت مولانا رحیم اللہ صاحب حیدری بھی مسجد کاظمین سے منسلک تھے۔

اسی سال یکم جون ۱۹۷۰ء کو منعقدہ اجلاس بورڈ آف ٹرسٹیز میں سید جواد علی جعفری کو کاظمین ٹرسٹ میں لائف ٹرسٹی بنایا گیا۔ پھر اسی سال جناب مقصود الحسن عابدی بھی بورڈ آف ٹرسٹیز میں شامل ہوئے۔ اس وقت ٹرسٹ کے سامنے سب سے بڑا مقصد امام بارگاہ کاظمین کی تعمیر تھا۔ اس سلسلہ میں اگست ۱۹۷۱ء میں ایک وفد نے حاجی محمد عزیز دوسا سے ملاقات کی اور امام بارگاہ کاظمین کی تعمیر کے سلسلہ مین بات چیت ہوئی اس وفد میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے۔

۱۔ سید جواد علی جعفری

۲۔ سید وصی الحسن عابدی مرحوم

۳۔ سید محمد انتصار علی (علی صاحب) مرحوم

۴۔ سید اکرام حسن مرحوم

۵۔ سید محمد باقر نقوی

۶۔ سید ظہیر حسن زیدی

۷۔ سید قمر حیدر

۸۔ سید حسن باقر

اس کے بعد بات چیت کا سلسلہ چلتا رہا اور اسی سال ستمبر ۱۹۷۱ء میں حاجی محمد عزیز دوسا کے سکریٹری سید عالم حسین صاحب مرحوم بھی ٹرسٹ میں شامل ہوئے اور ۲۶ ستمبر کو مسجد کاظمین میں سید عالم حسین مرحوم کی صدارت میں بورڈ آف ٹرسٹیز کا اہم اجلاس ہوا جس میں امام بارگاہ کاظمین کے سلسلہ میں بہت سے اہم نکات پر بات چیت ہوئی۔ پھر ۱۹۷۵ء میں امام بارگاہ کی تعمیر کا آغاز ہوا اور ۱۹۸۵ء میں اس کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچی۔ امام بارگاہ کاظمین کی تکمیل کے بعد اندرونی دروازے کی دیوار پر دائیں جانب "بیاد مرحومہ شیریں بائی و مرحومہ شہر بانو بائی دختران کرم علی و شیر علی مرحوم" کے ناموں کی تختی نصب کی گئی۔

امام بارگاہ کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد چہار دیواری کے ساتھ لگا ہوا پرانا بیرونی ترچھا دروازہ یا گیٹ ختم کر کے نیا گیٹ امام بارگاہ کے اندرونی بڑے دروازے کے سامنے اس طرح لگایا گیا کہ گیٹ میں داخل ہوتے ہی امام بارگاہ کا اندرونی حصہ منبر و شہ نشین تک دکھائی دے۔ آج کل اس وقت (مئی ۲۰۱۶ء) میں اس مرکزی دروازے یا گیٹ کی آرائش و تزئین کا کام نئے سرے سے جاری ہے۔

امام بارگاہ کاظمین عزاداری، مجالس و میلاد کی محافل کے سلسلہ میں علاقہ کا انتہائی مصروف امام بارگاہ ہے۔ ایام عزاء کے دو ماہ آٹھ روز یہاں صبح سے شام تک خواتین کی مجالس اور رات میں مردانی مجالس برپا ہوتی ہیں۔ ایام عزاء کے بعد آئندہ محرم تک میلاد و محافل اور مجالس عزاء منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا دن ہو جب یہاں کوئی مجلس یا محفل نہ ہو۔ ہر بدھ کو سہ پہر یہاں خواتین کی مجلس اعمال (باب الحوائج) اور نوحہ ماتم برپا ہوتا ہے۔ ہر نوچندی جمعرات کو بڑی تعداد میں لوگ زیارت کرنے آتے ہیں۔ پورے سال ائمہ معصومین اہلبیت اطہار کی

ولادت وشہادت کی تاریخوں پر محافل ومجالس ہوتی ہیں اور تابوت بھی برآمد ہوتے ہیں۔ مرحومین کے سوئم، چالیسویں اور برسی کے سلسلہ کی مجالس، شام کو اور بعد مغربین منعقد ہوتی رہتی ہیں۔

امام بارگاہ کاظمین کی تعمیر کے ساتھ ساتھ کاظمین ٹرسٹ نے مسجد کاظمین کی تعمیر وتوسیع پر توجہ دی اس کے لئے بڑی کاوشیں اور کوشیش کیں۔ اس سلسلہ کے مختلف کاموں میں کئی مومنین نے ٹرسٹ سے تعاون کیا۔ مسجد کی پرانی چھت کی جگہ نئی چھت کی تعمیر ہوئی۔ فرش پکا کیا گیا بعد میں موزائک کا کام ہوا۔ وضو خانہ کی جگہ بڑے قرینہ سے بنائی گئی۔ مسجد کے برابر وہنی جانب غسل میت کے لئے کشادہ غسل خانہ تعمیر ہوا۔ جس کے ساتھ ایک سردخانہ بنایا گیا اس کے بالکل مقابل امام بارگاہ کی سیڑھیوں کے ساتھ بچوں کی دینی تعلیم کے لئے ''مدرسہ ہاشمیہ'' تعمیر ہوا۔ مسجد وامام بارگاہ کے لئے نیک خواہشات رکھنے والے مومنین نے اپنی زندگی میں اور بعض مرحومین کے بلندی درجات کے لئے کئی کام ہوئے اور کئی چیزوں کو (Renovate) کیا گیا۔ پوری مسجد میں ٹائلز لگوا کر مسجد کی آرائش کی گئی اگر کوئی اپنی زندگی میں ایسے کام انجام دےتو کارثواب ہے۔ اگر کوئی اپنے مرحومین کے بلندی درجات کیلئے ایسے کام انجام دے تو یہ ایصال ثواب کا بہترین ذریعہ ہے اور ثواب جاریہ ہے۔

آج (۲۰۱۶ء) سے قبل تقریباً تین دہائیوں تک کاظمین ٹرسٹ کے پاس میت بس نہیں تھی عظیم پورہ قبرستان تک لوگ تابوت کاندھوں پر اٹھا کر میت دفنانے کے لئے پیدل لے جاتے تھے۔ اکثر ایک ہی دن میں تین تین چار چار میتیں اسی طرح قبرستان لے جا کر دفنائی جاتی تھیں، اس وقت سب سے پہلے یہ خیال سید محضر مہدی رضوی نے پیش کیا کہ کاظمین ٹرسٹ کی اپنی میت بس ہونی

چاہئے اس کام کے لئے وہ اپنے ساتھ کئی لوگوں کو لے کر متحرک ہوئے۔ مخضر مہدی نے اہل سادات کالونی سے چندہ جمع کیا کچھ فنڈز باہر سے حاصل کئے۔ کاظمین ٹرسٹ نے ان کی کاوشوں کو سراہا اور تعاون کیا جس کے نتیجہ میں کاظمین ٹرسٹ نے میت بس خریدی جو آج پورے شاہ فیصل ٹاؤن اور ٹاؤن سے باہر کے علاقوں میں خدمات انجام دے رہی ہے۔

مسجد، امام بارگاہ اور انسانیت کی فلاح کے لئے جن لوگوں نے کوششیں اور کاوشیں کیں ان کے لئے اجر عظیم ہے، جو ہمیشہ جاری رہنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روز محشر جس نے زرہ برابر بھلائی کی وہ اس کے سامنے لائی جائے گی اور جس نے ذرہ برابر (شر) برائی کی وہ بھی اس کے سامنے لائی جائے گی۔

امام بارگاہ کاظمین کی تاریخ میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب یہاں انتشار پیدا ہوا جو انتہائی افسوس ناک بات تھی۔ کاظمین کے مرکزی دروازہ (گیٹ) کے ساتھ داہنی طرف جو دوکانیں تعمیر ہیں ان کی تعمیر پر نظریاتی اختلافات ہوئے جس کے نتیجہ میں دو گروہ بن گئے ایک نظریہ یہ تھا کہ دوکانیں تعمیر نہ ہوں۔ عزاداری ہوتی ہے، شب بیداری ہوتی ہے۔ دوکانیں بننے سے جگہ کم ہو جائے گی۔ دوسرا نظریہ تھا کہ دوکانوں سے کاظمین کی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔ جس کی ٹرسٹ کو تعمیراتی کاموں اور دیگر اخراجات کے لئے ضرورت ہے لیکن اختلافات بہت بڑھ گئے جو بدمزگی ہوئی وہ انتہائی افسوس ناک تھی میں نے اپنے آپ کو اس انتشار سے دور رکھا۔ یہ ضرور چاہا کہ اختلاف ختم ہوں۔ اس سلسلہ میں جن کو میں نے مناسب سمجھا ان سے گفتگو بھی کی لیکن کچھ حاصل نہ ہوسکا۔ امام بارگاہ کاظمین کسی خاص برادری، کسی قبیلہ یا کسی فردِ واحد کا نہیں سب اہلِ محلہ کا امام بارگاہ ہے۔ سب کو اس کی بہتری کے لئے سوچنا چاہئے۔ اس کی تعمیر و ترقی میں کردار ادا کرنا چاہئے۔ اگر کسی

معاملہ پر اختلافات ہو جائیں تو اختلافات دور کرنے کا بہترین راستہ بات چیت ہے لیکن یہاں ایسا نہیں ہوا بلکہ ضد اور انا کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''ضد اور ہٹ دھرمی صحیح رائے کو دور کر دیتی ہے''۔ (نہج البلاغہ)

اگر سنجیدگی سے ایک دوسرے کو سنا جاتا، بات چیت سے مسئلہ حل ہو جاتا تو جو بھی ہوتا خوش اسلوبی سے انجام پاتا کوئی بھی اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہتا۔ جو کل تھے وہ آج نہیں ہیں اور جو آج ہیں وہ کل نہیں ہوں گے لیکن یہ مسجد اور امام بارگاہ ہمیشہ قائم رہے گا۔

ہمیں ایسے تمام نیک کاموں کو اور عزاداری کو نئی نسلوں میں منتقل کرنا ہے۔ آنے والی نسلوں کو ہماری تاریخ سے آگہی ضروری ہے کہ جو غلطیاں ماضی میں ہوئیں ان سے سبق لیا جائے۔ کوئی مسجد ہو یا امام بارگاہ ہو اس قسم کی انتہائی اہمیت کی حامل جگہوں پر جب کوئی بھی کام شروع کیا جائے تو آنے والے پچاس سال پر نظر رکھنا چاہیے۔

اس وقت امام بارگاہ کاظمین میں بہت سے کام نامکمل ہیں اور بہت سے کام ابھی ہونا ہیں۔ جن کے لئے وسائل نہیں آج امام بارگاہ و مسجدِ کاظمین مخیّر حضرات سے ملتمس ہیں کہ وہ جس حد تک ممکن ہو یہاں پر تعمیر و ترقی اور فروغ عزاداری کے کاموں میں شراکت کریں اور ٹرسٹ سے تعاون کریں مسجد و امام بارگاہ اور عزاداریٔ حسین کے فروغ کے لئے کوئی بھی شخص جو کردار ادا کرتا ہے اُس کے لئے اجرِ عظیم ہے۔

سادات کالونی کے مومنین کی ایک بڑی تعداد ہے جو مختلف ادوار میں کاظمین ٹرسٹ سے وابستہ رہے اور جنہوں نے یہاں مسجد و امام بارگاہ میں اپنی

خدمات پیش کیں اس وقت (۲۰۱۶ء) کاظمین ٹرسٹ کے سینئر ترین ٹرسٹیز میں جواد حسین جعفری اور مقصود الحسن عابدی ہیں۔ جواد جعفری نے زندگی کا بہت بڑا حصہ مسجد امام بارگاہ کاظمین سے وابستگی میں گزار دیا۔ انہوں نے بڑی استقامت اور جذبے کے ساتھ امام بارگاہ کاظمین کی خدمت اور حفاظت کے لئے جو غیر معمولی خدمات انجام دیں انہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آج جو لوگ کاظمین ٹرسٹ سے وابستہ ہیں وہ امام بارگاہ کاظمین کی خدمت اور حفاظت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھیں ۔ ہم جواد علی جعفری، مقصود الحسن عابدی اور تمام ٹرسٹیز کی صحت و سلامتی کے لئے دُعا گو ہیں۔

۱۹۷۰ء جب میں کاظمین ٹرسٹ میں بحیثیت ٹرسٹی شامل ہوا، اُس وقت میری دلی خواہش تھی کہ پروردگار کوئی ایسا وسیلہ نکالے کہ امام بارگاہ کی تعمیر ہو جائے۔ الحمدللہ آج امام بارگاہ کاظمین کا شمار شہر کراچی کے چند بڑے اور مصروف امام بارگاہوں میں ہوتا ہے۔ ۱۹۷۰ء کے بعد میں کسی بھی دور میں ٹرسٹ کا حصہ رہا، نہ کبھی ٹرسٹی بننے کی خواہش ہوئی۔ اس لئے کہ ۱۹۷۰ء اور اُس کے بعد کا دور انجمنِ حیدریہ میں میری نوحہ خوانی کا مصروف ترین دور تھا۔ امام بارگاہ کاظمین کی تعمیر و ترقی کے لئے ہمیشہ دل میں نیک خواہشات رکھیں۔

وہ تمام حضرات و مومنین جنہوں نے مسجد و امام بارگاہ کاظمین کی خدمت کی اور یہاں پر فروغ عزاداری میں اپنا کردار ادا کیا اور وہ آج اس دنیا میں نہیں پروردگار اُن کے درجات بلند کرے (آمین)۔ وہ تمام حضرات و مومنین جو کاظمین ٹرسٹ سے وابستہ رہے، مسجد و امام بارگاہ کی ترقی اور تعمیر میں اور یہاں پر ہونے والی عزاداری کے فروغ میں اپنا کردار ادا کیا وہ جہاں بھی ہوں محمد و آلِ محمد کے صدقے میں صحت و سلامتی کے ساتھ رہیں۔

اس وقت ۲۰۱۶ء میں کاظمین ٹرسٹ کے بورڈ آف ٹرسٹیز میں مندرجہ ذیل افراد شامل ہیں۔

۱۔ سید جواد علی جعفری
۲۔ سید مقصود الحسن عابدی
۳۔ سید ناصر عباس عابدی
۴۔ سید مجاہد علی زیدی
۵۔ سید افتخار مہدی (پیارے)
۶۔ سید وقار حیدر
۷۔ صمد عباس جعفری
۸۔ طاہر علی
۹۔ ڈاکٹر محمد عادل
۱۰۔ سید ضیاء عباس عابدی
۱۱۔ سید محمود علی (راجو)
۱۲۔ سید اطہر حسین عابدی
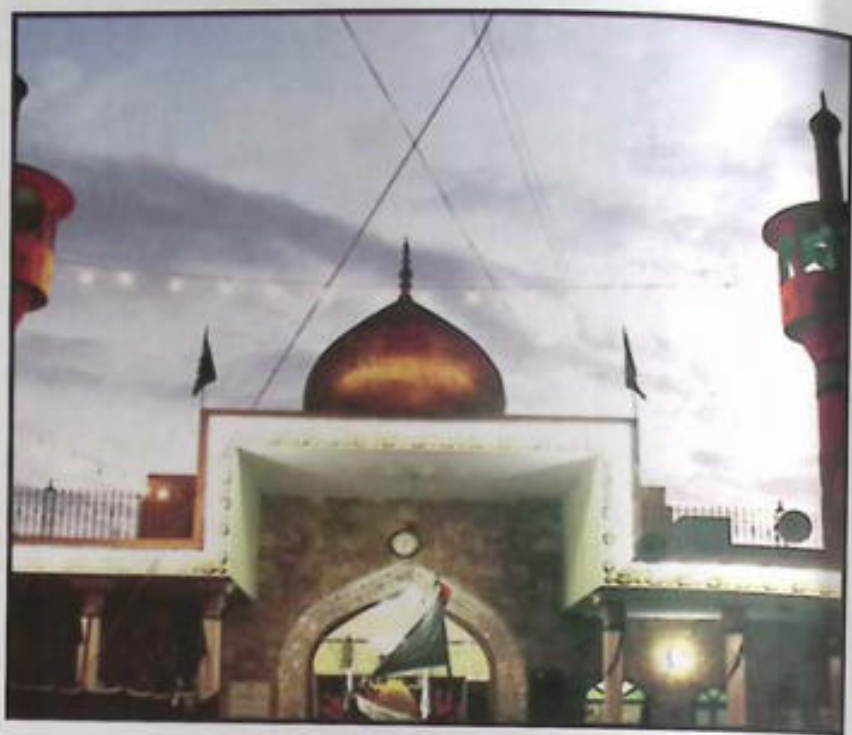
امام بارگاہ در نجف

سادات کالونی کا چوتھا بڑا امام باڑہ ''امام بارگاہ در نجف'' ہے۔ جسے سید عباس علی شاہ (جنن) نے قائم کیا۔ یہ امام بارگاہ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں قائم ہوا۔ یہاں پہلے محرم کی مجالس ۲ محرم ۱۹۸۹ء سے شروع ہوئیں۔ اس عشرہ محرم کی تمام مجالس سے مولانا آغا حبیب حیدر عابدی نے خطاب فرمایا۔ سادات کالونی کے عشرہ محرم کی تمام مجالس کے بعد آخری مجلس ''امام بارگاہ در نجف'' میں ہوتی تھی۔ یہ ڈھائی تین بجے رات کو ختم ہوتی تھی۔

مولانا آغا حبیب حیدر عابدی بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ وقت اور سامعین کے مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے مجلس پڑھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کافی رات گزر جانے کے بعد لوگ ان کی مجلس سننے کے لئے بڑی تعداد میں تشریف لاتے تھے۔ آغا حبیب حیدر عابدی صاحب نے کئی سالوں تک امام بارگاہ در نجف کے عشرہ محرم کی مجالس سے خطاب کیا۔ بعد میں دوسرے ذاکرین نے یہاں کی عشرہ محرم کی مجالس سے خطاب فرمایا۔

آج بھی ہر سال مختلف ذاکرین اس امام بارگاہ کے عشرہ محرم کی مجالس سے خطاب کرتے ہیں۔ مردانی مجالس کے علاوہ یہاں خواتین کی مجالس بھی برپا ہوتی ہیں۔ مرحومہ منّی باجی زوجہ علی جعفر (دادو) مرحوم کے قائم کردہ خواتین کے عشرہ محرم کی مجالس بھی اسی امام بارگاہ میں ہر سال منعقد ہوتی ہیں۔ ایام عزاء میں منعقد ہونے والی مردانی اور زنانی مجالس کے علاوہ سال بھر لوگ اپنی سالانہ مجالس، سوئم، چالیسویں ور برسی کی مجالس بھی اس امام بارگاہ میں برپا کرتے ہیں۔

معروف سوزخوان سید صفدر حسین کاظمی مرحوم کی قائم کردہ مجلس سوزخوانی

بھی ہر سال اسی امام بارگاہ میں منعقد کی جاتی ہے۔ جس کا اہتمام ان کے فرزند معروف سوزخوان سید اختر حسنین کاظمی اور ان کے بھائی سید باقر حسنین کاظمی کرتے ہیں۔ محافل و مجالس کے علاوہ یہ امام بارگاہ جس جگہ قائم ہے اس کی بڑی اہمیت ہے۔

امام بارگاہ درِ نجف کے بانی سید عباس علی شاہ المعروف جنن بھائی ۱۶ ستمبر ۲۰۱۶ء کو رحلت فرما گئے۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے صدقہ میں پروردگار عباس علی شاہ مرحوم اور ان کے جواں مرگ فرزند (متولی امام بارگاہ درِ نجف) سید راشد عباس کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جوارِ سید الشہداءؑ میں جگہ عطاء فرمائے (آمین)۔

سادات کالونی میں تحصیل علم کا جذبہ

۱۹۵۰ء کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں جب لوگ یہاں آ کر آباد ہوئے اور سادات کالونی کی بنیاد رکھی، اس وقت تمام تر نامساعد حالات کے باوجود ان لوگوں نے اپنی آئندہ نسلوں کیلئے کسی چیز کو سب سے زیادہ ضروری سمجھا تو وہ حصول علم تھا۔ سادات کالونی بسانے والے ان لوگوں میں زیادہ تر تعلیم یافتہ لوگ تھے۔ یہ لوگ جانتے تھے کہ سادات کالونی کی آئندہ نسلوں کو ارتقاء کے مراحل اور آزمائشوں سے گزرنا ہے جس کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے۔

ابتداء میں ان حضرات نے یہاں سادات کالونی میں "پاک اسکول" کے نام سے ایک اسکول قائم تھا۔ اس ایک کمرے کے اسکول میں بیک وقت پہلی، دوسری اور تیسری جماعتوں کے طلبا موٹی موٹی لمبی دریوں کی پٹیوں پر بیٹھ کر تعلیم

حاصل کرتے تھے۔ اسکول میں صرف ایک استاد ہوتا تھا جو تمام کلاسوں کے بچوں کو تعلیم دیتا تھا۔ اس اسکول کے سب سے معروف اور مستعد استاد جناب محفوظ علی مرحوم ابن یعسوب علی مرحوم تھے۔ کچھ عرصہ بعد یہ اسکول بند ہوگیا۔ اُس وقت ڈرگ روڈ میں چرچ کے ساتھ صرف ایک ''سینٹ جانز اسکول'' تھا۔ جو اب بھی موجود ہے۔

پی اے ایف کیمپ میں دو پرائمری اسکول تھے۔ ایک ''فیروز پرائمری اسکول'' اور دوسرا ''گورنمنٹ بوائز پرائمری اسکول'' تھا جس کے ہیڈ ماسٹر جناب سید عروج الحسن نقوی مرحوم تھے۔ سادات کالونی کے زیادہ تر طلباء نے پرائمری کی تعلیم عروج الحسن صاحب مرحوم کے اسکول سے حاصل کی۔ سید عروج الحسن نقوی مرحوم امروہہ سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ روایتوں کے پاس دار، اصولوں پر قائم رہنے والے فکر و اقدار کے شعور کی حامل شخصیت تھے اس دور میں شعبہ تعلیم میں بلند مقام رکھتے تھے۔ اسکاؤٹنگ کے شعبہ میں کمال کا درجہ حاصل کیا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ تک سادات کالونی میں بھی رہائش اختیار کی۔

پی اے ایف کیمپ میں واحد سیکنڈری اسکول ''گورنمنٹ بوائز سیکنڈری اسکول'' تھا جس کے ہیڈ ماسٹر جناب مرزا محمد بشیر صاحب مرحوم تھے جو ایک آئیڈیل ہیڈ ماسٹر تھے۔ سادات کالونی سے تعلق رکھنے والے طلباء نے پرائمری کے بعد اسی سیکنڈری اسکول سے تعلیم حاصل کی۔ میرا تعلق بھی تعلیم و تدریس سے رہا۔ تیس سال تک ہائی اسکول میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ ثانوی تعلیمی بورڈ کراچی میں امتحانات سے متعلق اہم کام کیے۔ اس طرح کراچی کے اساتذہ سے علیک سلیک اور تعلقات رہے لیکن مجھے مرزا محمد بشیر کا کوئی ثانی نہ ملا۔ مرزا محمد بشیر صاحب مرحوم کی طرح اس اسکول کے تمام اساتذہ حضرات بھی نہایت قابل، اپنے پیشہ سے

وفادار اور طلباء کے خیر خواہ تھے۔

طالبات کے لئے ڈرگ روڈ (شاہراہ فیصل) پر پی اے ایف اسٹیشن سے آگے جہاں اس وقت سوزوکی موٹر کا شوروم ہے، اس مقام پر ''گورنمنٹ گرلز سیکنڈری اسکول'' تھا۔ جس کی ہیڈ مسٹریس مسز رضوی ہوا کرتی تھیں۔ سادات کالونی کی طالبات نے سیکنڈری تعلیم اسی اسکول سے حاصل کی۔ طالبات سادات کالونی سے اس اسکول تک پیدل مسافت طے کرتی تھیں۔ کئی دہائیوں پہلے یہ اسکول ڈرگ روڈ کینٹ میں منتقل ہو چکا ہے اور اب طالبات کا یہ اسکول ہائر سیکنڈری اسکول میں تبدیل ہو چکا ہے۔ ان مذکورہ اسکولوں کے علاوہ ڈرگ روڈ میں ایک ''کنٹونمنٹ پرائمری اسکول'' تھا جہاں سے سادات کالونی کے طلباء اور طالبات نے بڑی تعداد میں پرائمری سطح کی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۵۰ء کی دہائی میں ہندوستان سے ہجرت کر کے سادات کالونی میں رہائش اختیار کرنے والوں میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی تھی، جنہوں نے یہاں آکر میٹرک کا امتحان پرائیویٹ پاس کیا اور مزید تعلیم بھی پرائیویٹ حاصل کی۔ اس وقت تعلیم کا معیار انتہائی بلند تھا۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنا آسان نہ تھا۔ پرائیویٹ میٹرک کا نتیجہ سترہ یا اٹھارہ فیصد یا اس کے کچھ قریب ہوتا تھا۔ پرائیویٹ امتحان دینے والوں میں کم تعداد ہوتی تھی جو پہلی مرتبہ میں کامیابی حاصل کر لیں۔ اس دور میں نقل کا کوئی تصور نہ تھا۔ سپلیمنٹری کا امتحان نہیں ہوتا تھا بلکہ اس کی جگہ کمپارٹمنٹل کا طریقہ تھا۔ جس میں ایسی شرائط تھیں کہ ہر فیل ہونے والے کو کمپارٹمنٹل کا موقع نہیں ملتا تھا۔ لہٰذا کچھ مضامین میں فیل ہو جانے والے طلباء، جو کمپارٹمنٹل کے اہل نہیں ہوتے تھے۔ انھیں آئندہ سال دوبارہ تمام مضامین کا امتحان دینا پڑتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اکثر لوگوں نے کئی کئی سالوں میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس

زمانے میں ریگولر کے نتائج بھی بہت سخت ہوا کرتے تھے۔

۱۹۶۰ء کی دہائی کے ابتدائی سالوں تک میٹرک ریگولر کا نتیجہ عموماً چالیس فی صد سے کم ہوتا تھا۔ ۱۹۶۲ء میں جب میں نے ریگولر طالب علم کی حیثیت سے میٹرک کا امتحان پاس کیا تو اس وقت میٹرک سائنس ریگولر کا نتیجہ ۲۷ فی صد تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ سادات کالونی سے تعلق رکھنے والے ریگولر طلباء سخت نتائج کے باوجود ہمیشہ پہلی بار میں کامیابی حاصل کرتے تھے۔ اس وقت آج کی طرح کی آسانیاں نہ تھیں، تعلیم کے حصول میں انتہائی مشکلات درپیش تھیں۔ اس دور کا نصاب تعلیم اور طریقۂ امتحان دونوں غیر معمولی تھے۔ اختیاری مضامین کے ساتھ انگلش اور اردو کا نصاب انتہائی معیاری تھا۔ آٹھویں جماعت تک فارسی بھی پڑھائی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس دور کا میٹرک پاس بہترین ادبی ذوق کا حامل ہوتا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب بجلی یا الیکٹرک نہ تھی۔ مٹی کے تیل سے جلنے والی لالٹینوں کی روشنی میں پڑھتے اور امتحان کی تیاری کرتے تھے۔

معاشی مسائل کی وجہ سے والدین عموماً اپنے بچوں کو ایک سال کی استعمال کی ہوئی کتب نصف قیمت پر خرید کر فراہم کرتے تھے یا کامیاب ہونے والے طلباء اپنی کتابیں دوسرے طلباء کو دے دیا کرتے تھے۔ میٹرک کے بعد زیادہ تر طلباء تعلیم جاری رکھنے کے لئے محنت کر کے اپنے تعلیمی اخراجات خود برداشت کرتے تھے۔ اس وقت تحصیل علم کے معاملہ میں حسد کے بجائے رشک اور مقابلہ کا رجحان پایا جاتا تھا۔ اس دور میں نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی اور قرآنی تعلیم کو ہر مسلم گھرانے میں فوقیت دی جاتی تھی۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلوانا، قرآن پڑھوانا ہر مسلمان والدین کے لئے پہلی ترجیح ہوتی ہے۔

حافظِ قرآن مولوی اعجاز حُسین مرحوم ابنِ فتح محمد مرحوم

۱۹۵۰ء کی دہائی میں یہاں سادات کالونی میں قرآن پڑھانے والوں کی کمی تھی۔ اس وقت لڑکوں قرآن پڑھانے میں اعجاز حسین مرحوم ابن فتح محمد مرحوم (داندو پور) نے اہم کردار ادا کیا۔ ہم سمیت ہمارے تمام ساتھیوں نے اعجاز حسین مرحوم سے قرآن کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ نابینا ہونے کے باوجود کسی بینا معلم سے کسی طرح کم نہ تھے۔ زبر، زیر، پیش، تشدید، جزم، تدوین، غرض مکمل اعراب ان کے حافظہ میں ہوتے تھے۔ قرآن پڑھانے کے ساتھ ساتھ انھوں نے دینی وشرعی مسائل سے بھی آگاہ کیا۔ تقلید کیا ہے، یہ کیوں ضروری ہے، اس کے بارے میں ہمیں سب سے پہلے اعجاز حسین مرحوم سے آگاہی حاصل ہوئی اور بتلایا کہ اس دور میں ہم سب حجتہ الاسلام آقائے بروجردی کی تقلید میں ہیں۔ اس طرح کمسنی میں ان کے ذریعہ ہمیں تقلید کا علم ہوا۔ پھر کافی عرصہ تک ہم نے یہی دیکھا کہ شیعہ قوم صرف ایک عالم کی تقلید میں ہوا کرتی تھی۔

جناب اعجاز صاحب مرحوم قرآنی تعلیم دینے کا یہ عظیم کام کار ثواب کے طور پر انجام دیتے تھے۔ کسی قسم کی فیس یا معاوضہ کبھی کسی سے نہیں لیا۔ آج کی سادات کالونی میں بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہاں بچوں کو قرآن پڑھانے اور دینی تعلیم دینے کا کوئی انتظام یا کوئی نظام نہیں ہے، اگر کوئی اس مقصد کے لئے آگے بڑھتا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی نہیں ہوتی جو لوگ اپنے بچوں کو قرآن پڑھانے کا جذبہ رکھتے ہیں وہ خود گھروں پر اپنے بچوں کو قرآن پڑھوانے اور دینی تعلیم کیلئے بندوبست کرتے ہیں۔

۱۹۹۰ء کی دہائی میں جناب مولانا ہلال صاحب مرحوم نے مسجد کاظمین

میں بچوں کو دینی تعلیم دینے کے لئے اعزازی طور پر خدمات پیش کیں اور کچھ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا لیکن بعد میں جاری نہ رہ سکا اور ختم ہو گیا۔

۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کی دہائیوں میں معاشی خستہ حالی کے باوجود سادات کالونی نے سائنس، کامرس اور آرٹس کے شعبوں میں بڑی تعداد میں گریجویٹس اور پوسٹ گریجویٹس پیدا کئے۔ پھر آنے والی دہائیوں میں لوگوں کے معاشی حالات بہتر ہوئے اور سادات کی اسی سرزمین سے ڈاکٹرز، انجینیرز اور اعلیٰ تعلیم، پی ایچ ڈی کی سند حاصل کرنے والے طلباء بھی پیدا ہوئے۔ جب نئے نئے تعلیمی رجحانات نے جنم لیا تو یہاں کے گھرانوں سے بھی طلباء نے جدید علوم، پیشہ ورانہ تعلیم اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی تعلیم حاصل کی۔ جیسے جیسے وقت آگے بڑھا حصول علم کے سلسلہ میں لوگوں میں شعور بیدار ہوا۔ متمول لوگوں کے علاوہ غریب، محنت کش بھی اپنے بچوں کو بہتر سے بہتر تعلیم دلوانے کی طرف راغب ہوئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ شہر کراچی میں اعلیٰ معیار اور بہترین انفرااسٹکچر رکھنے والے تعلیمی ادارے قائم ہوئے۔

جدید عہد کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر شخص کی یہ خواہش ہے کہ اعلیٰ معیار رکھنے والے تعلیمی اداروں سے ان کے بچے تعلیم حاصل کریں۔ اس وقت سادات کالونی میں گورنمنٹ عباس بوائز سیکنڈری اسکول، گرلز سیکنڈری اسکول، گورنمنٹ عباس پرائمری اسکول اور ٹیکنیکل اسکول قائم ہیں۔

اس دور میں گورنمنٹ اسکولوں کی جو حالت ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ گورنمنٹ اسکول میں ملازمت کرنے والے اساتذہ خود اپنے بچوں کو سرکاری اسکولوں میں پڑھانے سے گریز کرتے ہیں اور پرائیویٹ اسکولوں کو ترجیح دیتے ہیں۔

ایک وقت وہ بھی تھا جب گورنمنٹ اسکولوں میں بچوں کو داخلہ ملنا مشکل ہوتا تھا۔ سادات کالونی میں "بلیو مون اسکول" اور "کنزا گرامر اسکول" وہ پرائیویٹ اسکول ہیں جو کافی عرصہ سے قائم ہیں جہاں بڑی تعداد میں طلباء تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ گورنمنٹ عباس بوائز اسکول اور گرلز سیکنڈری اسکولوں میں بھی اچھی خاصی تعداد میں طلباء تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ تعلیم حاصل کرنا ہر ایک کا حق ہے لیکن پاکستان میں تعلیم کا دوہرا معیار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گورنمنٹ اسکول سے میٹرک پاس کرنے والے طالب علم اور ایک معیاری پرائیویٹ اسکول سے میٹرک پاس کرنے والے طالب میں تعلیمی معیار نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ گورنمنٹ اسکولوں میں تعلیمی معیار کی تنزلی کے کئی عوامل ہیں جن سے سب لوگ واقف ہیں۔ اس وقت سادات کالونی کی اکثریت اپنے بچوں کو حصول علم کے لئے علاقہ سے باہر کے پرائیویٹ اسکولوں میں بھیجتی ہے جس کے لئے بھاری فیسوں کے ساتھ ساتھ اور دوسری مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔

سادات کالونی کی سرزمین وہ ہے جہاں ابتداء سے حصول علم کا جذبہ غالب رہا ہے۔ اس سرزمین سے وابستہ بڑے بڑے نامور معتبر اساتذہ کے نام وابستہ ہیں۔ ان میں جناب تکبیر الحسن صاحب مرحوم، جناب کاظم عسکری مرحوم، جناب محفوظ علی صاحب مرحوم، جناب شجر الحسن صاحب مرحوم اور جناب محمود صاحب مرحوم، جناب امیر حسن صاحب مرحوم، جناب ہادی حسین شاہ صاحب مرحوم، جناب قمر مہدی صاحب مرحوم، جناب احمد عباس زیدی صاحب مرحوم، جناب پروفیسر افتخار صاحب مرحوم، جناب ڈاکٹر رونق رضا صاحب مرحوم جیسے باوقار اساتذہ کے نام شامل ہیں۔

ان مرحومین اساتذہ کے علاوہ شعبہ تدریس سے تعلق رکھنے والے سادات

کالونی کے اساتذہ میں جناب فرزند علی صاحب، جناب اشرف حسین صاحب، جناب سبط حیدر (شہنشاہ)، جناب آغا حبیب حیدر عابدی، جناب سجاد صاحب، جناب اعجاز جعفری (چپن)، جناب راحیل اختر، جناب پروفیسر آفتاب حیدر صاحب، جناب پروفیسر غلام حیدر صاحب، جناب پروفیسر سید کاظم نقوی صاحب، جناب سلمان صاحب، جناب ڈاکٹر سید شاہد ظہیر اور شعبہ تعلیم سے تعلق رکھنے والے کچھ اور حضرات بھی شامل ہیں ان کے علاوہ ایک معروف نام ڈاکٹر ہلال نقوی کا ہے جو بہت پہلے یہاں سے نقل مکانی کر چکے تھے۔ اور اپنی اعلیٰ تعلیم سادات کالونی سے باہر رہتے ہوئے مکمل کی لیکن ہم انھیں سادات کالونی ہی میں شمار کرتے ہیں۔ پروفیسر سید غلام حیدر اور پروفیسر سید کاظم نقوی نے ماضی قریب میں سادات کالونی سے نقل مکانی کی۔ ان اساتذہ میں سے کچھ اساتذہ ریٹائرڈ ہو چکے ہیں اور کچھ اساتذہ اب بھی ملازمت سے وابستہ ہیں۔

مرد حضرات کی طرح خواتین اساتذہ کی ایک بڑی تعداد سادات کالونی سے تعلق رکھتی ہے، میرا خود بھی شعبہ تدریس سے تعلق رہا بلکہ زندگی کا بہت بڑا حصہ تدریسی عمل میں گزرا۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں جب میں ساتویں کلاس میں تھا اُس وقت پانچویں کلاس کے طلباء کو ٹیوشن دیتا تھا۔ جب میں کالج میں "ایف ایس سی" کا طالب علم تھا اس وقت میں میٹرک کے طلباء کو پڑھاتا تھا۔ بی ایس سی پاس کرنے کے بعد ۱۹۶۹ء میں بحیثیت سائنس ٹیچر سیکنڈری اسکول میں ملازمت اختیار کی پھر تدریس کا عمل ہماری زندگی بلکہ ہمارا مشغلہ بن گیا۔ سادات کالونی میں کون سا گھر ہے جہاں ہمارے شاگرد موجود نہیں۔ ہمارا پڑھایا ہوا ہر طالب علم آج بھی ہماری تدریس کا معترف ہے۔ سادات کالونی کے وہ طلباء اور وہ لوگ جو کسی وجہ سے حصول تعلیم میں پیچھے رہ گئے، بعد میں ہم نے انھیں پڑھا کر نہ صرف میٹرک میں کامیاب

کروایا بلکہ پھر ان میں حصول تعلیم کا وہ جذبہ پیدا ہوا کہ انھوں نے گریجویشن تک تعلیم حاصل کی۔ سادات کالونی میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو عمر میں ہم سے بڑے، نہایت شریف اور مخلص لوگ تھے۔ اپنے محکموں میں ایک عرصہ سے ایک عہدے پر کام کر رہے تھے۔ میٹرک کا نہ ہونا ان کی ترقی میں رکاوٹ تھا جب مجھے اس بات کا علم ہوا تو ہم نے انھیں میٹرک کی تیاری کروا کر امتحان دلوایا اور وہ میٹرک میں کامیاب ہوئے۔ ایسے تمام لوگوں نے میٹرک کے بعد مزید تعلیم حاصل کی اور ملازمت میں ترقی ملی، آگے بڑھے۔

۱۹۷۰ء کے بعد یا اس سے قبل جن لوگوں نے محکمہ تعلیم میں اسکول کے اساتذہ کی حیثیت سے ملازمت اختیار کی، اس وقت ان کی تنخواہیں انتہائی قلیل تھیں، جس کی وجہ سے زیادہ تر ایسے اساتذہ تھے جو سرکاری اسکولوں میں ملازمت کے علاوہ دوسری شفٹ کے کسی پرائیویٹ اسکول میں بھی پڑھاتے تھے۔ قلیل تنخواہوں اور کم آمدنی کے باوجود اُس وقت کا استاد خواہ وہ کسی بھی سطح پر تعلیم دے رہا ہو مستعدی، سنجیدگی، مکمل لگاؤ اور محنت کے ساتھ تدریس کے فرائض انجام دیتا تھا۔ ۱۹۷۰ء میں ہم نے انفرادی ٹیوشن پڑھانا بند کر دیے اور اپنا ذاتی ٹیوشن سینٹر قائم کیا۔ جہاں ہم صرف نویں اور دسویں جماعتوں کے سائنس گروپ کے طلباء کو پڑھاتے تھے۔ میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی کہ غریب سے غریب گھر کا بچہ بھی تعلیم حاصل کرے اور ایسے ہر گھر میں علم داخل ہو۔ ٹیوشن سینٹر کھولنے کے بعد مجھے ان گھرانوں تک تعلیم پہنچانے میں بڑی مدد ملی۔ بات صرف سیڑھی پر ایک قدم رکھوانے کی تھی اور سیڑھی کا وہ پہلا قدم میٹرک پاس کرنا تھا۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد ایسے ہر بچے نے آگے تک تعلیم جاری رکھی اس سینٹر سے ہر زبان اور ہر عقیدے کے بچوں نے تعلیم حاصل کی ہم نے اس سینٹر پر انتہائی مناسب فیس رکھی تھی، یہی

وجہ تھی کہ دور دور سے طلباء پڑھنے کے لیے آتے تھے۔

میں نے اپنے طلباء کو ہمیشہ خود داری سے جینے کی ترغیب دی۔ انھیں آگاہی دی کہ جو غرور و تکبر سے پیش آئے اس کو کسی خاطر میں نہ لاؤ، جو تمھیں عزت دے تم اُس کی عزت۔ جو تمھیں کم تر جانے اور محفلوں میں نظر انداز کرے پھر اگر یسے انسان سے گر کر ملو گے تو معاشرہ میں تمہارے تذلیل ہوگی۔ تم خوشامدی کہلاؤ گے خوشامدی نہ بنو کہ اس میں رسوائی ہے۔ ہم نے اپنے شاگردوں کو ہمیشہ ترغیب دی کہ محنت کرو اور وہ راستہ اختیار کرو جہاں عزت اور عظمت کے ساتھ تمہاری پہچان ہو، مجھے ان شاگردوں کو دیکھ کر انتہائی خوشی ہوتی ہے جنھوں نے علم کی راہ میں اپنی کاوشوں سے عزت اور عظمت کا مقام حاصل کیا۔

ہمارے شاگردوں میں کئی نام ایسے ہیں جن کو اللہ نے وہ سعادت و عظمت عطا کی جو بڑے بڑے سلاطین کو حاصل نہ ہوئی۔ انہیں یہ سعادت درِ زہرا سے وابستگی اور ذکرِ حُسین کے طفیل عطا ہوئی۔ یہاں پر ان کا تذکرہ کرنا انتہائی ضروری ہے ان میں شامل ہے:

ذاکرِ حُسین علامہ ظلِ ثقلین زیدی اور اِن کے بھائی معروف منقبت خواں ونوحہ خواں سید ظلِ رضا زیدی ابنِ سید ظلِ صادق زیدی، خطیب آلِ محمدؑ سید عارف حُسین جعفری، موجودہ صاحبِ بیاض انجمنِ حیدریہ منور حسنین عدیل اور اِن کے معاونین، معروف منقبت خواں ونوحہ خواں طارق پرکستانی، منقبت خواں ونوحہ خواں سید اختر حسین زیدی اور سید دانیال حسین۔ خداوندِ عظیم محمدؐ وآلِ محمدؐ کے صدقے میں اِن تمام ذاکرینِ حُسین کی عزت وعظمت کو مزید عروج عطا فرمائے۔

تحریر کا یہ حصہ پڑھتے وقت قاری کے ذہن میں یہ بات ضرور آئے گی کہ ہم نے یہاں پر اپنی ساری کتھا لکھ ڈالی۔ دراصل میری یہ دیرینہ خواہش تھی کہ کوئی

ایسا موقع ملے جب ہم اپنی آئندہ نسلوں کو یہ آگہی دے سکیں کہ ہم نے کس طرح نامساعد حالات میں علم حاصل کیا۔ کس طرح اور کس عمر سے ٹیوشن پڑھا کر تعلیم حاصل کی۔ خودداری کے ساتھ زندگی گزاری۔ کبھی کسی سے توقعات نہیں رکھیں۔ ملازمت حاصل کی تو وہ بھی کسی سفارش کے بغیر حاصل کی۔ تدریس کے پیشہ کو اپنا کر ایک استاد کی حیثیت سے مجھے جو عزت ملی وہ کسی اور شعبہ سے وابستہ ہو کر بھی حاصل نہ ہوتی۔

سادات کالونی کے وہ تمام اساتذہ جو ابتداء میں شعبہ تدریس سے منسلک ہوئے ان میں سے اب بہت سے اس دنیا میں موجود نہیں۔ باقی ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔ ان سب نے مشکل حالات کا مقابلہ کیا۔ اپنے کردار و عمل سے عزت و عظمت کا مقام حاصل کیا۔ اپنے منصب کے ساتھ انصاف اور وفاداری سے معتبر ہونے کا ثبوت دیا۔ عزت و عظمت اسی کو ملتی ہے جو کردار و عمل سے اپنی شخصیت کی تعمیر کرتا ہے ایک مثالی استاد کے لئے اعلیٰ روایات واقدار کی پاسداری کے ساتھ اپنی عزت وعظمت ملحوظ ہوتی ہے۔

پچاس اور ساٹھ کی دہائیوں اور اس کے بعد کے ادوار تک سادات کالونی میں تحصیل علم کا جو جذبہ اور شوق پایا جاتا تھا اس کو سامنے رکھتے ہوئے آج یہاں تعلیم یافتہ لوگوں کا تناسب اور تعلیم کا معیار وہ نہیں جو ہونا چاہئے تھا بلکہ اس میں انحطاط ہوا ہے جو والدین وقت کے تقاضوں کے مطابق اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تعلیم کو ہر چیز پر فوقیت اور ترجیح دی جائے۔

سادات کالونی کا ادبی ذوق

کسی بھی ثقافت کی پہچان اور شناخت میں ادب کا اہم کردار ہوتا ہے۔ جس معاشرہ میں اہلِ علم و دانش، علماء، اساتذہ، ادباء اور شعراء حضرات موجود ہوں وہاں پروان چڑھنے والی ہر نسل میں اعلیٰ ادبی ذوق سے آراستہ شخصیات پیدا ہوتی ہیں سادات کالونی کی مجالسِ عزا میں ذاکرین کی خطابت، تحت اللفظ خوانی، سوز و سلام، نوحہ خوانی اور محافلِ میلاد میں منقبت و نعت خوانی کے ماحول میں یہاں ابتداء سے ادبی ذوق اور ادبی شعور کی پرورش ہوئی۔

جس طرح ۱۹۵۱ء سے یہاں مجالسِ عزا کا سلسلہ شروع ہوا اسی طرح یہاں ابتداء سے محافلِ میلاد اور منقبتی مشاعروں کے انعقاد نے بھی مقبولیت حاصل کی۔ پچاس کی دہائی کے وسط کے منظر نامہ میں "امام بارگاہ امامیہ" حکیم صاحب مرحوم (عابدی امام بارگاہ) اور سادات کالونی کے کچھ دوسرے مومنین کے گھروں پر منعقد ہونے والی میلاد و منقبت کی محفلیں آج بھی نگاہوں میں محفوظ ہیں ان محفلوں میں مقامی حضرات اور مقامی شعراء منقبت و سلام پڑھا کرتے تھے۔ جس طرح مجھے بچپن سے نوحہ خوانی کا شوق تھا اسی طرح ہم ان محفلوں میں بھی پیش خوانی کے طور پر منقبت و سلام پڑھتے تھے۔

ان محفلوں کے علاوہ "مسجد امام بارگاہ امامیہ" میں ہر سال بڑے پیمانے پر ایک محفلِ میلاد کا انعقاد ہوتا تھا جس میں شہر کراچی سے اس دور کے معروف شعراءِ کرام تشریف لاتے تھے۔ یہ سالانہ محفلِ میلاد آج بھی اسی طرح ہر سال منعقد کی جاتی ہے جس میں کراچی کے نامور شعراء تشریف لاتے ہیں۔ امام بارگاہ عابدی برادران میں بھی ہر سال ایک بڑی محفل میلاد بسلسلہ ولادت حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام منعقد ہوتی ہے۔ جس میں شہر کراچی کے نامور شعراءِ کرام شرکت فرماتے تھے۔

انجمن اصلاح معاشرت

سادات کالونی میں ادبی ذوق کو توانائی عطا کرنے میں ''انجمن اصلاح معاشرت'' نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ ''انجمن اصلاح معاشرت'' کے بانیان میں جناب محمد عسکری (بابو بھائی) مرحوم، جناب راغب صاحب مرحوم، اور جناب یاور مہدی کے نام شامل ہیں۔ ان حضرات نے ۱۹۵۷ء میں انجمن اصلاح معاشرت کی بنیاد رکھی۔

اس انجمن کے تحت بہت سے معاشرتی اصلاحی کام سرانجام پائے۔ معاشرتی اصلاح کے کاموں کے ساتھ ساتھ اس انجمن نے سادات کالونی میں بڑے بڑے مشاعروں کا انعقاد کیا اور مشاعروں میں سادات کالونی اور اس کے اطراف میں رہنے والے باذوق لوگوں کو اُس دور کے اکابر شعراء کے کلام کو سننے کے مواقع حاصل ہوئے۔

جوشؔ ملیح آبادی ڈرگ کالونی میں:

اسی دور میں انجمن اصلاح معاشرت نے ڈرگ کالونی نمبر ۱ میں موجودہ ابراہیم علی بھائی اسکول کے عقب میں ایک نوتعمیر سرکاری عمارت میں مشاعرے کا انعقاد کیا۔ اس ادبی محفل میں جناب شبیر حسن خاں المعروف حضرت جوشؔ ملیح آبادی مہمانِ خصوصی اور صدرِ محفل تھے۔ دن کے ڈیڑھ بجے اس ادبی محفل کا آغاز ہوا۔ ''انجمن اصلاح معاشرت'' نے اس محفل میں مشاعرے سے قبل نوعمروں کے لئے بیت بازی کے مقابلہ کا اہتمام کیا تھا۔

اس زمانے میں اسکولوں میں بھی بیت بازی کے مقابلے ہوا کرتے تھے۔ ایسے مقابلوں سے نوجوان نسل میں شعری رجحانات نمو پاتے تھے۔ بیت بازی کے

ایسے مقابلوں سے اردو کے شعری ادب کو فروغ حاصل ہوتا تھا۔ اس مقابلہ میں دو دو افراد پر مشتمل آٹھ دس ٹیموں نے شرکت کی۔ ہم بھی جناب سید محمد حیدر کاظمی (بھیا) کے ساتھ شریک ہوئے اور بہت بڑی بات تھی کہ ہم نے جوشؔ جیسے بے باک لہجہ رکھنے والے شاعرِ انقلاب کے ہاتھوں سے انعام حاصل کیا۔ بیت بازی کے مقابلہ کے بعد مشاعرہ شروع ہوا جو مغرب سے قبل تک جاری رہا۔

یہ مشاعرہ ۱۹۶۰ء کے لگ بھگ کسی بھی سال ہوا۔ لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جوشؔ جیسے عظیم شاعر کو ڈرگ کالونی لانے کا عظیم کام انجمن اصلاح معاشرت نے انجام دیا اور یہاں کے باذوق لوگوں کو جوشؔ کو سننے کا موقع فراہم کیا۔ یاور مہدی، محمد عسکری مرحوم اور ان کے رفقاءِ کار نے انجمن اصلاح معاشرت کے پلیٹ فارم سے ادبی رجحانات کو فروغ دینے کے لئے اہم کام انجام دیے، لیکن یہ انجمن قائم نہ رہ سکی اور کچھ سالوں کے بعد ختم ہوگئی۔

۱۹۶۰ء کی دہائی کے وسط میں کچھ مومنین نے مخصوص محفلوں کے انعقاد کی بنیاد ڈالی۔ یہ محفلیں باقاعدگی سے ہر ماہ اور ائمہ اطہار کی ولادت کے موقعوں پر جناب ممتاز مانوی صاحب مرحوم، جناب سبطین صاحب مرحوم، جناب باسط صاحب مرحوم اور جناب احسن صاحب مرحوم کے گھروں میں منعقد ہوتی تھیں ان محفلوں میں کچھ مخصوص پڑھنے والے اور کچھ مخصوص سننے والے لوگ شرکت کرتے تھے۔ پڑھنے والوں میں شاعرِ اہلِ بیت جناب ممتاز مانوی صاحب مرحوم، جناب ابرار حسین آثر صاحب مرحوم، جناب سبطین صاحب مرحوم، جناب معصوم صاحب مرحوم، جناب مہاجر صاحب مرحوم، جناب ضامن حسین جھمن صاحب مرحوم، جناب ابن حسن صاحب مرحوم (داندوپور)، جناب بشارت حسین صاحب مرحوم، جناب آفتاب حیدر صاحب شامل تھے۔ ان محفلوں میں ممتاز مانوی صاحب ہمیشہ

ہمیں درمیان میں پڑھنے کا موقع فراہم کرتے تھے۔ ان محفلوں سے ہمارے اشعار کہنے کے ذوق کو جلا ملی۔ اس دور کے ہمارے کئی قطعات پروفیسر آفتاب حیدر صاحب کو آج بھی یاد ہیں جو اکثر وہ مجالس پڑھنے کے دوران منبر سے پڑھا بھی کرتے ہیں۔ بعد میں ان محفلوں میں قنبر رضا بھی قصیدہ خوانی کرنے لگے۔ کئی دہائیوں تک ان محفلوں کا سلسلہ جاری رہا۔

۱۹۶۰ء کی دہائی کی ابتداء میں ایک کمرے پر مشتمل "مسجد کاظمین" اپنی موجودہ جگہ پر تعمیر ہوئی اس وقت مجالس ومحافل اس مسجد میں منعقد کی جاتی تھیں۔ آج بھی ائمہ معصومین اور اہل بیت اطہار کی ولادت باسعادت کے موقعوں پر میلاد کی محفلیں حسب سابق اسی طرح برپا کی جاتی ہیں لیکن امام بارگاہ کاظمین کی تعمیر کے بعد اب ایسی تمام محافل امام بارگاہ کاظمین میں منعقد کی جاتی ہیں۔ یہ محفلیں صرف محلّہ کے سامعین اور محلّہ کے پڑھنے والوں تک محدود ہوتی ہیں۔

۲۰۰۸ء سے قبل اور اس کے بعد کئی سالوں تک ایسی تمام محافل میلاد کے انعقاد اور انتظامات میں محافل ومجالس کمیٹی کاظمین ٹرسٹ نے اہم کردار ادا کیا۔ اس کمیٹی میں معروف سوزخوان جناب سید مجاہد علی زیدی، جناب آزاد حسین، جناب نذر عباس اور جناب اشتیاق حسین للّن بھائی مرحوم شامل تھے۔ جناب مجاہد علی زیدی اور ان کے رفقاء ان محفلوں کے انعقاد کے لئے بڑی محنت کرتے تھے۔ محلّہ کے ہر شاعر اور ہر منقبت خواں کو محفل میں کلام پڑھنے کی دعوت دیتے تھے۔ اہلِ محلّہ کو شرکت کے لئے کہا جاتا تھا بلکہ بار بار باور کرایا جاتا تھا۔ اسی طرح یہ محفلیں گو کہ محلّہ کی سطح تک محدود تھیں لیکن کسی بھی طرح بڑی محفلوں سے کم نہ تھیں۔

آج اس وقت سادات کالونی کے مقامی شعراء میں نثار الہ آبادی، پروفیسر آفتاب حیدر نقوی، اختر حسنین کاظمی، مظاہر حسین رضوی، جناب نسیم صاحب،

اخلاق احمد تخی اور ظہیر حسن زیدی شامل ہیں۔ان میں ہر شاعر اپنی انفرادیت اور اپنا ایک مقام رکھتا ہے۔ان میں زیادہ تر شعراءِ کرام شہر کی بڑی بڑی محفلوں میں شرکت کرتے ہیں۔

ان شعراء کے علاوہ سادات کالونی میں منقبت خوانوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ان منقبت خوانوں میں خورشید حسین رضوی، قنبر رضا (جو اشعار بھی کہتے ہیں)، یاسر حسین، منور عدیل، طارق پرکستانی، سرور شاہ، ولی زیدی، قمر عباس اور ضیغم عابدی شامل ہیں۔نو عمر منقبت خوانوں میں سید مجتبیٰ حسین رضوی، سجاد حیدر رضوی، عوبجہ عابدی، مرتضیٰ حسین رضوی، رضا مہدی، اشعر عباس، نبیل حسن، حیدر حسین، علی احمد، اور علی عباس شامل ہیں یہ سب ہمارا مستقبل ہیں ان کے علاوہ کچھ اور نام ہیں جو مجالس اور محافل کے انعقاد میں بڑی محنت کرتے ہیں۔

یہ خادمین فرش عزا و ولا ہیں۔ان میں مہدی حسن رضوی، عون حیدر زیدی، حیدر حسین رضوی، عابد رضا نقوی، قنبر عباس، جعفر رضا، منصور عابدی، محسن زیدی شامل ہیں۔سادات کالونی کے سینیر منقبت خوانوں میں ایک بڑا نام سید شہنشاہ حسین رضوی مرحوم شامل ہے۔عزیز اختر رضوی بڑے پرخلوص منقبت خواں تھے لیکن اب یہ ہم میں موجود نہیں۔جب تک سید مجاہد علی زیدی اور ان کے رفقاء کے ہاتھوں میں ان محافل کے انتظامات تھے اس وقت تک میں خود بھی ان محفلوں میں کلام پڑھتا تھا کیونکہ یہ کہتے تھے اور یاددہانی کراتے تھے۔سید صمد عباس اور سید نذر عباس (شقو) محافل اور مجالس کے انعقاد میں بڑی محنت کرتے ہیں۔

ان محفلوں کے علاوہ ہر سال امام بارگاہ کاظمین میں انجمن حیدریہ اور کاظمین ٹرسٹ کی جانب سے بڑی بڑی محافل میلاد کا انعقاد ہوتا ہے۔جن میں شہر کراچی کے نامور شعراء کرام، معروف منقبت خواں، قومیات سے تعلق رکھنے والی

شخصیات اور علماءِ کرام شرکت فرماتے ہیں۔ ایسی ہی ایک بڑی محفل بسلسلہ عید غدیر ومباہلہ ۲۴ دسمبر ۲۰۰۸ء کو زیر صدارت جناب علامہ سید ماجد رضا عابدی صاحب قبلہ منعقد ہوئی۔ جس کے تمام انتظامات ''مجالس ومحافل کمیٹی کاظمین ٹرسٹ'' نے انجام دیے۔ اس جشن ولادت میں مذکورہ کمیٹی نے نظامت کے فرائض مجھے (سید ظہیر حسن زیدی) اور سید فرح رضا جعفری کو سونپ کر عزت افزائی کی۔ ۲۰۱۰ء کے گزشتہ پانچ سالوں سے سید افتخار مہدی (پیارے) کی جانب سے امام بارگاہ کاظمین میں ایک بڑی محفل ''جشن انوار شعبان'' کا انعقاد کیا جارہا ہے جس میں معروف شعراء کرام منقبت خواں اور مہمانانِ گرامی قدر شرکت فرماتے ہیں۔

گزشتہ صدی عیسوی اور اکیسویں صدی کے کئی نامور شعراء کا کسی نہ کسی حیثیت سے سادات کالونی کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے۔ ان شعراء کرام کے نام سے سادات کالونی کی عزت وعظمت ہے۔ ان شعراء کرام میں ممتاز مانوی مرحوم، ابرار حسین اثر مرحوم ساقیؔ امروہی مرحوم، باقر انجم، احمد نوید اور ڈاکٹر ہلال نقوی شامل ہیں۔

حضرت ممتاز مانوی مرحوم:

سادات کالونی کے وہ لوگ جو ابتداء میں یہاں آکر آباد ہوئے ان میں ایک نام شاعر اہلبیت جناب ممتاز مانوی مرحوم کا ہے۔ جب ڈرگ ویلیج مہاجر کالونی (شاہ فیصل کالونی) میں سرکاری کوارٹرز تعمیر ہوئے، اس وقت ممتاز مانوی مرحوم ڈرگ کالونی نمبر ۲ کے کوارٹر میں منتقل ہوگئے اور وہاں مستقل رہائش اختیار کرلی لیکن شعروادب کے حوالہ سے سادات کالونی کے ساتھ ان کا ناتا قائم رہا۔ ممتاز مانوی مرحوم نے تمام اصناف سخن پر شاعری کی۔ اشرف علی عابدی مرحوم کے دور نوحہ خوانی میں ممتاز مانوی مرحوم نے انجمن حیدریہ کے لئے کچھ سلام ونوحے بھی لکھے شعبہ

تدریس سے وابستہ رہے۔ ممتاز مانوی مرحوم کا شمار اساتذہ میں ہوتا ہے۔

حضرت ابرار حسین آثر مرحوم:

شاعرِ اہلبیت ابرار حسین اثر پچاس کی دہائی میں سادات کالونی تشریف لائے اور آخری سانسوں تک سادات کالونی مین رہے۔ ان کے کلام میں قطعات، رباعیات، منقبتیں، سلام، نوحے اور مرثیے شامل ہیں۔ ان کے مرثیوں پر مشتمل دو مجموعے بھی شایع ہو چکے ہیں۔ انھوں نے انجمنِ حیدریہ کے لئے بہت سے کلام لکھے۔ حیدریہ کا وہ دور جب ہم صاحب بیاض کی حیثیت سے نوحہ خوانی کرتے تھے، اس وقت ہم نے اپنی خواہش کے مطابق آثر سلطان پوری سے انجمن کے لئے جو کلام لکھوائے ان سے حیدریہ کو مقبولیت حاصل ہوئی ہمارے بعد آنے والے نوحہ خوانوں نے بھی ابرار حسین آثر کے کلام کو نوحہ خوانی میں شامل کیا۔

حضرت ساقی امروہوی مرحوم:

ساقی امروہوی غزل کی دنیا کا ایک بہت بڑا نام ہے ابتداء سے سادات کالونی میں آباد ہونے والوں میں ساقی امروہوی بھی شامل ہیں۔ ساقی امروہوی نہ صرف شہر کراچی کے مشاعروں میں بڑے مقبول تھے بلکہ کراچی اور پاکستان سے باہر منعقد ہونے والے مشاعروں میں بھی شرکت کی اور اپنے آپ کو دور حاضر میں غزل کے منفرد لب ولہجہ رکھنے والے شاعر کی حیثیت سے منوایا۔ ساقی امروہوی نے اس دور میں جب اشرف عابدی، حبیب بھائی مرحوم نوحہ خوانی کرتے تھے۔ اس وقت انجمن حیدریہ کے لئے کچھ نوحے اور سلام بھی لکھے۔ ساقی امروہوی نے ایک مرثیہ بھی لکھا جوان کا پہلا اور آخری مرثیہ تھا۔ عمر کے آخری حصہ میں ساقی امروہوی نے سادات کالونی سے نقل مکانی کی۔

سید محمد باقر نقوی:

پچاس کی دہائی کی ابتداء میں وہ چند خاندان جنھوں نے سادات کالونی کو آباد کیا ان میں ایک نام سید محمد باقر نقوی کے والد گرامی جناب سید اختر حسین مرحوم کا ہے۔ باقر نقوی اسی دور میں ابتداء ہی سے اشعار کہتے تھے۔ سادات کالونی کی محفلوں کے علاوہ باہر کے بڑے بڑے مشاعروں میں ان کا کلام مشاعروں کی زینت بنا۔ انھوں نے انجمن حیدریہ کے لئے بھی سلام اور نوحے لکھے۔ ان کے کئی کلام ہم نے اپنے دور نوحہ خوانی میں پڑھے جو بہت مقبول ہوئے۔ باقر نقوی کی شاعری فکر و احساسات کے منفرد اظہار کے ساتھ پر جوش بصیرت افروز شاعری ہے۔ باقر نقوی نے اپنی شاعری میں انجم اور باقر دونوں تخلص نظم کئے ہیں۔ باقر نقوی کی کئی مجموعہ کلام شایع ہو چکے ہیں، شعری ادب کے علاوہ نثر میں بھی باقر نقوی کا نام نظر آتا ہے۔ کراچی میں آپ ای ایف یو لائف انشورنس میں جنرل منیجر ہوا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد باقر نقوی انگلینڈ منتقل ہو گئے باقر نقوی کا نام سادات کالونی کی پہچان ہے۔

احمد نوید:

دنیائے شعر و ادب میں احمد نوید ایک بڑا نام ہے۔ یہ لکھتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں کہ ان کا ناتا بھی سادات کالونی سے جڑا ہے۔ غزل گو شعراء میں ایک معتبر نام۔ منفرد لہجہ کے صاحب طرز شعراء میں شمار ہوتے ہیں ”در نیم وا“ ایسی خلوتیں کہاں، وجود، ہاں اور نہیں کے درمیان“ ان کے ابتدائی مجموعہ کلام ہیں۔

ان کے علاوہ کئی اور تصانیف رقم کیں۔ جو شعری اور نثری ادب سے معمور ہیں۔ احمد نوید نے شاعر اہلِ بیت کی حیثیت سے بھی بلند مقام حاصل کیا۔ کئی منقبت

خوانوں نے مجالس اور محافل میں ان کا کلام پڑھ کر اپنی پہچان کروائی۔ لیکن جب کسی محفل یا مجلس میں احمد نوید خود اپنا کلام انتہائی جوش وجذبہ سے پڑھتے ہیں تو محفل کا رنگ دوبالا ہو جاتا ہے۔ سادات کالونی کے منقبت خواں، نوحہ خواں طارق پرکستانی کو احمد نوید کا کلام پڑھ کر بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ احمد نوید عالمی سطح پر بڑے بڑے مشاعروں کی زینت ہیں۔ غزل ہو یا عقیدت پرمنی شاعری، دونوں شعبوں میں احمد نوید باکمال۔

ڈاکٹر ہلال نقوی:

ڈاکٹر ہلال نقوی کا اردو ادب میں ایک بڑا نام، بڑا مقام ہے۔ تمام اصناف سخن اور مرثیہ نگاری پر بطریق احسن طبع آزمائی کی۔ مرثیہ نگاری میں ان کا منفرد مقام ہے بلکہ اس صنف میں وہ ایک محقق دکھائی دیتے ہیں۔ خود ان کی ادارت میں جاری ہونے والا جریدہ ''رثائی ادب'' ان کے مرثیے، ان کا اور کلام، ان کی تحریریں اردو کے شعری اور نثری ادب کا بڑا سرمایہ ہیں۔ تیس کتابوں کے مصنف و مدون ہیں اور کچھ کتابیں زیر طبع اور قریب اشاعت ہیں۔ رثائی ادب، علم وفن، تحقیق وتخلیق میں ڈاکٹر ہلال نقوی عہد حاضر کا ایک بڑا اور معتبر نام ہے۔

ہلال نقوی نے ۱۹۸۵ء میں کراچی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ کتنے ہی طلباء اور طالبات ایسے ہیں جو ڈاکٹر ہلال نقوی کی نگرانی میں اردو کے شعبہ میں اپنا مقالہ مکمل کر کے پی ایچ ڈی کی اسناد حاصل کر چکے۔

ہلال نقوی شعبہ تدریس سے منسلک ہوئے۔ بڑے بڑے تعلیمی اداروں سے وابستہ رہے اور کراچی یونیورسٹی میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم نے انجمن حیدریہ میں نوحہ خوانی کے دور میں ڈاکٹر ہلال کا کلام

پڑھا جس سے ہمیں مقبولیت حاصل ہوئی۔ آج بھی انجمن حیدریہ میں ڈاکٹر ہلال نقوی کا کلام پڑھا جاتا ہے۔

ممتاز مانوی، ابرار حسین آثر، ساقی مرو ہوی، باقر نقوی، احمد نوید اور ڈاکٹر ہلال نقوی کا اقلیم سخن، علم و ادب میں وہ مقام ہے کہ ان میں سے ہر ایک پر کئی حوالوں سے مکمل کتاب، بلکہ کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔

ان شعراء نے یہاں سادات کالونی میں کتنا ہی مختصر وقت کیوں نہ گزارا ہو۔ سادات کالونی کے ساتھ ان کا نام سادات کالونی کے لئے سعادت و افتخار کا باعث ہے۔ سادات کالونی میں آج جو شعراءِ کرام وجود رکھتے ہیں مستقبل میں ان کا نام بھی اکابر شعراء میں شامل ہوسکتا ہے۔

مجلّہ انوارِ شعبان

سادات کالونی کے ادبی ذوق اور تذکروں کو رقم کر رہا ہوں۔ لہٰذا یہ تذکرہ بھی اسی عنوان میں لکھنا مناسب ہے۔ انجمن حیدریہ کے سابق صدر سید منظر عباس عابدی اور سابقہ جنرل سکریٹری محمد عادل نے اپنی کابینہ کی مشترکہ کاوشوں سے نومبر ۲۰۰۰ء میں ''انوار شعبان'' کے نام سے انجمن حیدریہ کی پچاس سالہ تاریخ پر ایک مجلّہ شایع کیا۔ یہ انجمن حیدریہ کی طرف سے شایع ہونے والا پہلا مجلّہ تھا۔ اس سے قبل انجمن حیدریہ کی طرف کسی قسم کا کوئی مجلّہ شایع نہیں ہوا۔ اس کے اجراء میں مدیران کے ساتھ مشاورتی کمیٹی اور مجلّہ کمیٹی کی محنت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ کوئی بھی کام جو انجمن حیدریہ کی عزت و عظمت اور ناموری کے لئے کیا جائے قابلِ ستائش ہے۔

سادات کالونی میں کھیلوں سے دلچسپی

کوئی بھی ثقافت ہو کھیل اس کا لازمی جز ہوتے ہیں ۱۹۵۰ء کی دہائی میں یہاں سادات کالونی میں سب سے زیادہ کھیلا جانے والا کھیل فٹ بال تھا جس کے لئے صرف ایک فٹ بال کی ضرورت ہوتی تھی۔ شام ہوتے ہی یہاں کسی میدان میں چھوٹے بڑے سب مل کر فٹ بال کھیلتے تھے۔ بعد میں کرکٹ اور ہاکی نے بھی اپنی جگہ بنائی۔

۱۹۵۷ء۔ ۱۹۵۸ء میں جب کراچی نیشنل اسٹیڈیم میں ویسٹ انڈیز اور پاکستان کے درمیان پانچ روزہ ٹیسٹ کرکٹ کھیلا گیا۔ اس وقت کراچی کی بستیوں میں کرکٹ کو رواج حاصل ہوا۔ جگہ جگہ کرکٹ کھیلی جانے لگی۔

۱۹۵۰ء کی دہائی کے آخری سالوں میں سادات کالونی میں بھی کرکٹ کو مقبولیت ملی۔ اس وقت یہاں اتوار کو صبح سے سہ پہر تک محلّہ کے افراد پر مشتمل کرکٹ کی دو ٹیمیں بنا کر کرکٹ میچ کھیلا جاتا تھا۔ ایک ٹیم پندرہ سولہ سال کے نوعمروں پر مشتمل ہوتی تھی جس میں ہم خود (ظہیر)، افضال، رحمٰن خلجی، امداد، اختر، جمال، حسن باقر، حامد رضا، (شدو)، قمر حیدر، عشرت، اطہر (پلو)، افسر، رضوان اور کچھ دوسرے ہم عمر ہوتے تھے۔

دوسری ٹیم یہاں کے بڑے لوگوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ جس میں عباس حیدر عابدی مرحوم، ساجد بھائی مرحوم، اشرف عابدی مرحوم، رضا عابدی مرحوم، امتیاز بلی مرحوم، حبیب حیدر مرحوم، رونق رضا مرحوم، حیدر مرحوم، نفاست حسین موٹے زیدی مرحوم، علمدار عابدی مرحوم، محفوظ حسین عابدی مرحوم، خورشید عابدی، اقبال رضا، حسن عباس، مظاہر حسین اور کچھ دوسرے لوگ شامل ہوتے تھے۔

نوعمر لڑکوں کی طرف سے حامد رضا (شدو) امپائرنگ کے فرائض انجام دیتے تھے اور بڑوں کی طرف سے عباس حیدر عابدی امپائرنگ کرتے تھے۔ ان میچوں کے محرک بھی عباس حیدر عابدی ہوتے تھے۔ کرکٹ کے یہ میچز حکیم صاحب مرحوم (عابدی امام بارگاہ) کے سامنے موجود میدان میں کھیلے جاتے تھے۔ دونوں ٹیموں کے کھلاڑی کرکٹ کے ڈریس میں سفید قمیض اور سفید پینٹ پہن کر کھیلتے تھے۔ سیاہ رنگ کا اسکور بورڈ لگایا جاتا تھا جس پر سفید چاک سے اسکور لکھا جاتا تھا۔ اسی طرح پچاس کی دہائی کے آخری سالوں میں ہاکی کے کھیل نے بھی یہاں سادات کالونی میں رواج پایا۔

سادات کالونی میں ہاکی کی ٹیمیں:

۱۹۶۰ء میں جب پاکستان نے اولمپک ہاکی ٹورنامنٹ جیتا تو اس قوت ہاکی کے کھیل کو پوری کراچی میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس وقت سادات کالونی میں بھی ہاکی کی دو ٹیمیں ہوا کرتی تھیں ایک ٹیم کا نام "سادات اسپورٹس ہاکی کلب" تھا۔ اس ٹیم میں حسن عباس، مظاہر حسین، خورشید عابدی، عباس حیدر مرحوم، محمد عسکری بابو بھائی مرحوم، امتیاز حسین بگی مرحوم، رضا مرحوم (دانڈو پور)، امیر حسن مرحوم، رئیس حیدر، محفوظ حسین عابدی مرحوم، علمدار حسین عابدی مرحوم، سادات کالونی ناسک کے کچھ لوگ اور سادات کالونی سے باہر کے لوگوں میں صادق مہدی مرحوم اور ذاکر مہدی مرحوم شامل تھے۔ سادات اسپورٹس ہاکی کلب کے کھلاڑیوں کی شرٹس سفید اور نیلے آسمانی رنگ کی آمیزش سے کنگنی کلر کی ہوتی تھیں۔ یہ ٹیم موجودہ ڈاکخانہ کی جگہ سے ڈرگ کالونی نمبر ۴ کی طرف پھیلے ہوئے میدان میں کھیلتی جاتی تھی۔

سادات کالونی میں دوسری ہاکی ٹیم کا نام نیشنل ہاکی کلب تھا جس میں بادشاہ بھائی ابن یعسوب علی مرحوم اور ان کے برادران مقصود علی مرحوم، محفوظ علی مرحوم، رونق رضا مرحوم، حیدر بھائی مرحوم اور صفدر بھائی شامل تھے۔ ان کے علاوہ منور صاحب مرحوم، صابر مرحوم، دلشاد حسین، کمال احمد مرحوم، غلام حسنین مرحوم (بادشاہ) اور کچھ سادات کالونی سے باہر کے لوگ شامل تھے۔ اس ٹیم کے کلر میں سرخ رنگ کی شرٹ شامل تھی۔ یہ ٹیم موجودہ عباس اسکول کی جگہ پر میدان میں کھیلتی تھی اس وقت ہاکی کھیلنے والے اسکول کے طلباء میں ہم (ظہیر حسن) افضال، رحمٰن خلجی، حسن اختر، امداد حسین، جمال احمد، قمر حیدر، حامد رضا شدو، حسن باقر، نذیر نجو، فیروز عالم، اطہر پلّو، رضوان اور کئی دوسرے ہم عمر شامل تھے۔

ان نوعمر کھلاڑیوں میں کچھ سادات اسپورٹس کلب میں اور کچھ نیشنل ہاکی کلب میں کھیلتے تھے ان میں سے جو گورنمنٹ بوائز سیکنڈری اسکول پی اے ایف میں پڑھتے تھے۔ وہ تمام کے تمام اسکول کی ٹیم کے ممبران تھے۔ پی اے ایف کے اس اسکول کی آدھی ہاکی ٹیم اس وقت سادات کالونی کے لڑکوں پر مشتمل تھی ہم نے اسکول کی طرف سے انٹر اسکول ہاکی ٹرنامٹ کھیلے۔ ہاکی لیگ میچز میں بھی کھیلتے رہے۔

کھیل کا یہی جذبہ ہمارے بعد کے آنے والوں سلمان، دلشاد، جعفر، زیارت، سعید، انصار، تقی، معجز، جبار، انور اور ان کے جیسے ہم عمروں میں منتقل ہوا اور پھر ان آنے والوں نے سادات کالونی اور اسکول کی کرکٹ اور ہاکی ٹیموں میں اپنی جگہ بنائی اس دور میں سادات اسپورٹ ہاکی کلب اور نیشنل ہاکی کلب کی ٹیموں نے بڑے بڑے ٹورنامنٹس کھیلے۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی کے وسط میں اور اس کے بعد جب لوگوں کے مکانات تعمیر ہونا شروع ہوئے اور میدانی علاقہ ختم ہونے لگے،

تب ہاکی اور کرکٹ کھیلنے والوں کو مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ بعد میں ہاکی کی یہ دونوں ٹیمیں ختم ہوگئیں لیکن وہ لوگ جنھیں ہاکی سے لگاؤ تھا، انھوں نے کالونی سلکھنڈ میں اپنا کھیل اور ہاکی کی پریکٹس جاری رکھی۔ کالونی سلکھنڈ کے حوالے سے سادات کالونی، شاہ فیصل کالونی اور کراچی کی ہاکی میں جناب قیصر ترمذی مرحوم کا بڑا نام اور بڑی خدمات تھیں۔

شاہین والی بال کلب:

ہاکی اور کرکٹ کی طرح یہاں سادات کالونی میں والی بال کھیل نے بھی بڑی مقبولیت حاصل کی "شاہین والی بال کلب" کے نام سے والی بال ٹیم تھی جس کے بانی واحد علی (ساجد بھائی) مرحوم تھے۔ شمیم صاحب مرحوم اور باسط صاحب مرحوم، ان کے شریک کار تھے۔ ان حضرات کے ساتھ شاہین والی بال کلب کے ابتدائی کھلاڑیوں میں اشرف علی عابدی مرحوم، افسر عابدی، نثاراللہ آبادی، عابد رضا، قمر عالم، حسن عباس، شہزاد اور کچھ دوسرے لوگ شامل تھے۔ بعد میں سادات کالونی کے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد نے والی بال کے کھیل میں دلچسپی لی اور شاہین والی بال کلب کی طرف سے کھیل کر سادات کالونی کا نام روشن کیا۔ ان میں شبیر مرحوم (ناسک)، انصار مرحوم، تاجی مرحوم، توقیر مرحوم، وقار (ببو) مرحوم، آصف چاچا، راجو، واصف، قدیر، فہیم، افتخار علی مہدی مرحوم، مصطفیٰ (چاندمیاں)، وقار حیدر، اخلاق احمد، مشتاق (ڈرگ روڈ)، آفتاب مرحوم، تاجدار، عارف اور کچھ دوسرے لوگ شامل تھے۔ ان میں شبیر مرحوم (ناسک پاک کالونی) نے سادات کالونی اور شاہین والی بال کلب کا نام روشن کیا اور پاکستان والی بال ٹیم کی نمائندگی کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ کئی دہائیوں تک شاہین والی بال کی ٹیم قائم رہی۔

اس کے بعد ہاکی اور کرکٹ کی طرح والی بال کا کھیل بھی سادات کالونی سے ختم ہوگیا۔

سادات کالونی سے ان مذکورہ ٹیموں اور کھیلوں کے ختم ہو جانے کے دیگر اسباب کے ساتھ ساتھ سب سے بڑا سبب سادات کالونی میں کھیل کے میدان کا نہ ہونا ہے۔ آج بھی یہاں کے بچوں اور نوجوانوں میں کرکٹ کا شوق جنون کی حد تک ہے۔ کھیل کا میدان نہ ہونے کی وجہ سے ہر سڑک اور ہر گلی میں بچے اور نوجوان کریچ کی گیند سے کرکٹ کھیل رہے ہوتے ہیں۔

سادات کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی

۱۹۵۱ء میں جب لوگ سادات کالونی میں آکر آباد ہوئے اور دو تین سال میں یہاں کی آبادی میں اضافہ ہوا۔ اس وقت کچھ حضرات نے یہاں ہاؤسنگ سوسائٹی بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح سادات کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی کے نام سے ایک سوسائٹی بنائی گئی۔ پھر ۱۹۵۴ء میں اس ہاؤسنگ سوسائٹی کا رجسٹریشن ہوا(103/54,dt28.12.1954) "سادات کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی" کے بانیان میں علامہ رشید ترابی قبلہ مرحوم، جناب منور عباس صاحب مرحوم، جناب وصی الحسن عابدی مرحوم، جناب اسرار حسین ایڈووکیٹ اور کئی دوسرے لوگ شامل تھے۔

رجسٹریشن کے بعد اس سوسائٹی کا چیف پروموٹر جناب سید وصی الحسن عابدی مرحوم کو بنایا گیا۔ جناب وصی الحسن عابدی مرحوم اور ان کے رفقاءِ کار نے اپنی کاوشوں سے جناب اے ٹی نقوی مرحوم سے سادات کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کے لئے سادات کالونی میں زمین حاصل کی۔ یہ زمین تین سروے ۲۸، ۲۹ اور ۳۰ کی صورت میں الاٹ کی گئی۔ اس وقت علاقے کا (Administration) کنٹونمنٹ بورڈ ڈرگ روڈ کے پاس تھا۔ لہٰذا "سادات کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی" کا نقشہ پاس کرانے کے لئے کنٹونمنٹ بورڈ ڈرگ روڈ میں داخل کیا گیا۔ اس نقشہ کو پاس کرنے میں سات (۷) سال لگائے گئے اور یہ نقشہ ۲۶ اگست ۱۹۶۱ء میں پاس

ہوا۔ سات سال کا عرصہ بڑا عرصہ تھا۔ اس عرصہ میں سوسائٹی کی زمین کے بڑے حصہ پر ناجائز قبضہ ہوگیا اور جتنی زمین ملنا تھی اس کا تقریباً ایک تہائی حصہ اس سوسائٹی کو ملا جبکہ تقریباً دو تہائی حصہ پر قبضہ ہوگیا۔

۱۹۶۰ء کی دہائی تک بارشیں بہت ہوتی تھیں۔ اس وقت بارشوں کے موسم میں امام بارگاہ کاظمین کے سامنے جہاں آج سادات اسکوائر کی بلڈنگ ہے یہاں لوگ اپنے جانور لاکر باندھا کرتے تھے۔ اسی طرح زمینوں پر قبضہ ہوجاتا ہے۔ یہاں پر سادات اسکوائر کا بن جانا اللہ کا بڑا احسان ہے۔ سادات اسکوائر کی بلند عمارت سادات کالونی اور امام بارگاہ کاظمین کے لئے بڑا تحفظ ہے۔ سادات سوسائٹی سمیت جن عظیم لوگوں نے سادات اسکوائر تعمیر کروانے میں اپنا کردار ادا کیا اُن کا یہ عمل قابلِ تحسین ہے۔

سادات کالونی کے قلب میں تکونی شکل کی ''پاک کالونی'' نظر آتی ہے پاک کالونی میں ناسک کے جو لوگ رہائش پزیر ہیں وہ یہاں بعد میں آنے والے لوگ نہیں یہ لوگ بھی ابتداء سے سادات کالونی میں رہنے والے لوگوں میں شامل ہیں۔ پاک کالونی میں جن مومنین کی رہائش ہے۔ وہ بھی ابتداء ہی سے سادات کالونی کو آباد کرنے والے لوگ ہیں۔ ابتداء کی طرح آج بھی پاک کالونی اور سادات کالونی کے مکین ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔ ان میں ذہنی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ پھر اس نااتفاقی نے کیوں جنم لیا؟ زمین کا بٹوارا کیوں ہوا؟ ان سوالات کے جواب کے بجائے صرف اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہیے تھا۔ اس نااتفاقی نے بعد میں آنے والی نسلوں کو مشکلات میں ڈھکیل دیا۔ جو لوگ بھی اس وقت آگے بڑھ کر کام کررہے تھے انہیں تقسیم نہ ہونا چاہیے تھا۔ آنے والی نسلوں کی خاطر مل جل کر کام کرنا چاہیے تھا۔

وہ تمام لوگ جنھوں نے سادات کالونی بسائی یہاں آکر آباد ہوئے۔ یہاں کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ان سب کا سادات کالونی کی زمین پر یکساں حق تھا۔ جولوگ بھی ابتداء میں یہاں آباد ہوئے۔ ان سب کو صرف ایک سادات کالونی یا ایک سوسائٹی ہونا چاہیے تھا۔ پاک کالونی میں ۸۰ گز یا اس سے کم رقبہ کے پلاٹ ہیں جبکہ سادات سوسائٹی میں چھوٹے سے چھوٹا پلاٹ بھی ۲۰۰ گز کا ہے۔ پاک کالونی کے ہر پلاٹ پر تعمیر مکمل ہو چکی ہے بلکہ ایک سے زیادہ منزلیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ اس کے برخلاف سادات سوسائٹی کے کئی ایسے پلاٹ بھی ہیں جہاں ۵۵ یا ۶۰ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی کوئی تعمیر نہ ہو سکی یا تعمیر مکمل نہ ہو سکی۔

پاک کالونی کی طرح سادات سوسائٹی میں بھی ۸۰ گز کے نہ سہی تو تمام پلاٹ ۱۲۰ کے بنانا چاہیے تھے جن کو بڑے پلاٹوں کی ضرورت تھی اُن کو ۱۲۰ کے کئی پلاٹ ملا کر الاٹ کیے جاسکتے تھے، ایسے بڑے پلاٹوں کو نقشہ میں بھی شامل کیا جاسکتا تھا۔ اگر سادات کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی میں سب ۱۲۰ گز کے پلاٹ ہوتے تو اس سوسائٹی کی زمین کا دو تہائی حصہ ہاتھ سے نکل جانے کے باوجود بھی آج سادات کالونی کی آبادی کہیں زیادہ ہوتی۔

سادات کالونی میں بڑے پیمانے پر عزاداری ہوتی ہے، ماتمی جلوس بر آمد ہوتے ہیں، شب بیداری اور مجالس برپا ہوتی ہیں۔ امام بارگاہیں ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہاں مومنین کی آبادی میں کمی کے بجائے اضافہ ہونا چاہیے لیکن اب یہاں پر آبادی کے افقی پھیلاؤ کی کوئی گنجائش نہیں۔ صرف عمودی پھیلاؤ کے ذریعہ آبادی میں اضافہ ممکن ہے۔ وہ لوگ جن کے پلاٹوں میں تعمیر نہیں ہوئی یا وہ لوگ جو بڑے بڑے پلاٹ رکھتے ہیں اور جن پر کچھ تعمیر بھی ہو چکی ہے اور یہ لوگ سادات کالونی میں نہیں رہتے اور نہ ہی یہاں رہنے کی کوئی امید ہے۔

سادات کالونی کے بہتر مستقبل اور وسیع تر مفاد میں یہ لوگ فلیٹس بنا کر یا فلیٹ نما تعمیر سے یہاں کی آبادی میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو سادات کالونی میں اپنے مکانات فروخت کر کے دوسری جگہوں پر منتقل ہوتے ہیں۔ ان کو بھی مکان فروخت کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کی یہاں سادات کالونی میں عزاداری ہوتی ہے۔ نقل مکانی کرنا ہر ایک کا حق ہے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ ایسی جگہ رہے جہاں پر امن ماحول ہو، زندگی کی تمام ضروریات تک رسائی آسان ہو۔ جہاں آنے والی نسلوں کا مستقبل روشن ہو لہٰذا کسی کی نقل مکانی پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

سادات کالونی میں ابتداء سے اہلِ سنت حضرات اور اہلِ تشیع ایک دوسرے کے ساتھ رہتے چلے آرہے ہیں یہاں بڑے پیانے پر عزاداری ہوتی ہے۔ اہلِ سنت حضرات نے یہاں عزاداری کا ہمیشہ احترام اور تعاون کیا۔ ابتداء میں یہ حضرات مجالس میں بھی آتے تھے۔ محرم کے ماتمی جلوسوں میں اب بھی آکر کھڑے ہوتے ہیں۔ شبِ عاشور اور عاشور کے دن اہلِ سنت حضرات کے تعزیے برآمد ہوتے تھے اور آج بھی برآمد ہوتے ہیں۔ یہاں ہمیشہ سے سب ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں اور ہمیشہ برادرانہ ماحول رہا ہے۔ ۶۵ سال کی عزاداری میں سادات کالونی کے رہنے والوں میں کبھی بھی فرقہ وارانہ فسادات نہیں ہوئے اور ان شاءاللہ کبھی بھی ایسا نہیں ہوگا یہاں کے لوگوں نے چاہے وہ شیعہ ہوں یا سُنّی ہوں ہر قوم کے لوگوں سے ہمیشہ رواداری کا سلوک کیا ہے۔

وقت کے ساتھ ساتھ کراچی شہر کی آبادی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا اور یہ شہر پھیلتا چلا گیا نئی نئی بستیاں، کالونیاں اور ہاؤسنگ سوسائٹیز وجود میں آئیں ۔شہر کے مزاج بدلے۔ ہر شعبے میں ترقی ہوئی۔ اس کے اثرات ہر علاقے تک

پہنچے لیکن سادات کالونی پر یہ اثرات مرتب نہ ہو سکے سادات کالونی کے مکینوں کو آج اپنے بچوں کو معیاری تعلیم دلوانے کے لئے مشکلات کا سامنا ہے۔ یہاں پر ٹرانسپورٹ کی سہولیات نہیں۔ کوئی ہاسپٹل نہیں۔ اسی طرح کے اور مسائل بھی ہیں یہی وجہ ہے یہاں سے بڑی تعداد میں لوگوں نے نقل مکانی کی۔ لیکن جہاں لوگ اس کالونی سے جا رہے ہیں وہاں نئے لوگ آکر آباد بھی ہو رہے ہیں، بہر حال ان تمام باتوں کے باوجود سادات کالونی اب بھی بہت سے معاشرتی، ثقافتی اور مذہبی معاملات اور اقدار میں دوسری بستیوں سے بہتر ہے۔

آج سادات کوآپریٹیو ہاؤسنگ کا دفتر اور جو ریکارڈ موجود ہے یہ سب سید عباس حسین رضوی (سیکریٹری سوسائٹی) کی کاوشوں اور محنت کا نتیجہ ہے۔ بہت بڑی بات ہے کہ انہوں نے انتہائی ضعیفی کی عمر میں سوسائٹی کا دفتر سنبھالا ہوا ہے، ان کے ساتھ دلشاد حسین دفتری امور انجام سے رہے ہیں۔ سادات سوسائٹی کے لوگوں کے لئے یہ بہت بڑی سہولت ہے کہ انہیں مکانات کی خرید و فروخت اور ٹرانسفر جیسے کاموں میں مشکلات نہیں اٹھانا پڑتیں۔

(ب)

سادات کالونی کی عزاداری

سادات کالونی ڈرگ روڈ کی بستی عزاداری میں ابتداء ہی سے اپنی ایک انفرادیت رکھتی ہے، یہاں کی عزاداری سے متعلق تمام یادداشتیں ۱۹۵۰ء کی دہائی کے وسط اور اواخر سے رقم کر رہا ہوں۔ گو کہ یہ میرا بچپن اور لڑکپن کا دور تھا لیکن اُس وقت کی ایک ایک بات اور ایک ایک منظر ذہن اور نگاہوں میں محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ اس تحریر میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کی معلومات ہمیں اپنے کچھ بزرگوں اور ہمدردوں سے حاصل ہوئیں۔ ان میں وہ بزرگ اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جنھوں نے ۱۹۵۰۔۱۹۵۱ء میں اس بستی کو آباد کیا اور یہاں عزاداری کی بنیاد رکھی۔ میں اس تحریر میں ابتداء سے آج تک کی تمام مجالس، نوحہ و ماتم، یہاں کے ماتمی جلوسوں اور شہدائے کربلا کی یاد میں منعقد کی جانے والی شب بیداری کا تذکرہ تاریخی حقائق کی روشنی میں رقم کر رہا ہوں۔

سادات کالونی کی مجالس عزا:

سادات کالونی ڈرگ روڈ میں عزاداری کی ابتداء ۵۱۔۱۹۵۰ء سے اُس وقت ہوئی جب لوگ یہاں آ کر آباد ہوئے۔ عشرۂ محرم میں یہاں مجالس کا سلسلہ شام پانچ بجے سے شروع ہو کر رات دو بجے تک جاری رہتا تھا۔ پابندی وقت کے

ساتھ مجالس شروع ہوتی تھیں اور ہر مجلس اپنے وقت پر ختم ہو جاتی تھی۔

عشرۂ محرم کی مجالس کے سلسلہ میں پہلی مجلس شام پانچ بجے جناب ڈاکٹر اکرام حسین صاحب مرحوم کے گھر پر شروع ہوتی تھی اور مغرب سے پہلے ختم ہو جاتی تھی۔ دوسری مجلس بعد مغربین جناب باقر حسین صاحب مرحوم کی رہائش گاہ پر منعقد ہوتی تھی۔ اس کے بعد تیسری مجلس امام بارگاہ امامیہ قدیم میں ہوتی تھی۔ چوتھی مجلس محب الحسن عابدی مرحوم (امام بارگاہ عابدی برادران) میں، پانچویں مجلس جناب سبطین صاحب مرحوم کے گھر پر اور چھٹی مجلس جلال حیدر مرحوم، ساتویں مجلس علامہ سیّد مسعود الحسن نقوی مرحوم (مولانا سیّد خورشید عابد نجفی مُدظلہ کے والد) کے گھر پر اور آخری آٹھویں مجلس جناب شجیع صاحب کے عزاخانے پر منعقد ہوتی تھی۔ ان ہی عزاخانوں میں دن کے اوقات میں خواتین کی مجالس برپا ہوتی تھیں۔

عشرۂ محرم کی ان مردانی مجالس میں مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم، جناب جلال حیدر صاحب مرحوم، جناب سبطین صاحب مرحوم مجالس سے خطاب فرماتے تھے۔ جناب سرور صاحب مرحوم اور جناب بشیر صاحب مرثیہ تحت اللفظ کی مجالس پڑھتے تھے۔ حکیم محب الحسن عابدی مرحوم اپنے مخصوص انداز سے مجالس تحت اللفظ پڑھا کرتے تھے۔ جناب قبلہ بشارت صاحب مرحوم بھی مجالس پڑھتے تھے۔ جناب یعسوب داروغہ صاحب مرحوم اپنے مخصوص انداز سے وقت کا خیال رکھتے ہوئے مجالس پڑھتے تھے، ان مجالس میں نوحہ ماتم جس خلوص اور جوش و جذبے سے کیا جاتا تھا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اس دور میں شامِ غریباں کی مجلس، جہاں اس وقت عباس اسکول کی عمارت موجود ہے اس کے قریب کھلے میدان میں ریت کے فرش پر برپا ہوتی

تھی۔ شامِ غریباں کی اس مجلس میں جناب جلال حیدر صاحب مرحوم مصائبِ کربلا بیان کرتے تھے۔ اس ماحول میں شامِ غریباں کی مجلس کا اثر ہی کچھ اور ہوتا تھا۔ جیسے جیسے آبادی میں اضافہ ہوا اور مکانات تعمیر ہوئے تو میدانی علاقہ باقی نہ رہا پھر شامِ غریباں کی مجالس امام بارگاہوں میں منعقد کی جانے لگیں۔

عزاداری کے اس تذکرے میں اُن مجالس کا تذکرہ بھی ضروری ہے جو بلتی یا لداخی زبان میں ان مومنین کے گھروں اور عزاخانوں میں منعقد ہوتی تھیں جو بلتستان سے تعلق رکھتے تھے اور یہاں سادات کالونی میں آباد ہوئے تھے۔ امام بارگاہ امامیہ قدیم کے سامنے ان حضرات کی قابلِ ذکر آبادی تھی آج بھی یہ لوگ اسی جگہ آباد ہیں۔

"انجمن کاظمیہ پرکستان" کے نام سے ان کی ایک ماتمی انجمن ہے۔ اِن مومنین حضرات نے بھی "شہدائے کربلا" کے نام سے مسجد اور امام بارگاہ بھی قائم کیا ہے جہاں باقاعدگی سے اذان، نماز اور عزاداری کی جاتی ہے۔ ان کے یہاں بھی ۱۹۵۰ء کی دہائی میں ابتداء سے مجالس برپا ہوتی تھیں۔ ہم ان کی مجالس میں بھی شرکت کرتے تھے۔ یہ اپنی بلتی زبان میں مجلس پڑھتے تھے مجلس کے اختتام پر کچھ دیر تک فرشِ عزا پر بیٹھ کر نوحہ و ماتم ہوتا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد کھڑے ہو کر اپنے مخصوص انداز سے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے سینہ زنی کرتے تھے۔ ان کی زبان سے ناواقفیت کے باوجود ان کا نوحہ ماتم بڑا پر اثر ہوتا تھا۔ اس میں بڑی جاذبیت پائی جاتی تھی۔ یہ اپنے جلوسوں میں بھی اپنے مخصوص انداز سے نوحہ ماتم کرتے تھے۔

عشرۂ محرم کی مجالس کے علاوہ ماہِ رمضان میں شہادت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے سلسلہ کی مجالس بھی بڑی عقیدت اور احترام سے برپا کی جاتی تھیں۔ ۱۹ رمضان بوقت سحر امام بارگاہ امامیہ قدیم میں شہادت امیر المومنین

کے سلسلہ میں مجلس برپا کی جاتی تھی کہ جب سحر کے وقت حالت سجدہ میں ابن ملجم ملعون نے مولائے کائنات کے سر پر ضربت لگائی تھی۔ اس مجلس کے بعد ماتمی جلوس برآمد ہوتا تھا جو سادات کالونی سے گشت کرتا ہوا ڈرگ کالونی نمبر ۵ میں اختتام پزیر ہوتا تھا۔ یہ جلوس ۱۹۵۰ کی دہائی کے ابتدائی سالوں سے آج تک اسی طرح برآمد ہوتا ہے بعض حالات اور خدشات کی وجہ سے اس جلوس کا سفر مختصر ہوگیا ہے اور اب یہ جلوس امام بارگاہ کاظمین میں اختتام پزیر ہوتا ہے۔

۱۹۵۰ کی دہائی کا یہ وہ دور تھا جب سادات کالونی کی یہ بستی بنیادی ضرویات سے محروم تھی۔ مسائل اور مشکلات کا سامنا تھا۔ لوگ کچے گھروں میں رہائش پزیر تھے اور آبادی کم تھی۔ آسودہ حالی ناپید تھی۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں لوگوں کے درمیان خلوص و ہمدردی کی متاع پائی جاتی تھی وحدت واتحاد کا ماحول تھا۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرا مسائل اور مشکلات کے بادل چھٹے لوگوں کے حالات میں بہتری آئی۔ ویسے ویسے اس بستی کے مزاج اور ماحول میں بھی تبدیلی رونما ہوئی۔ بہت سے نئے لوگ یہاں آکر آباد ہوئے اور کئی گھرانے سادات کالونی سے دوسرے علاقوں میں منتقل ہو گئے۔ مجالس محرم کے کئی مزید عشرے قائم ہوئے جن میں عباس علی شاہ کا قائم کردہ امام بارگاہ ''درنجف'' اور ''امام بارگاہ کاظمین'' کے عشرۂ مجالس شامل ہیں۔ ابھی ماضی قریب میں جناب سید کلب حسن رضوی صاحب نے اپنی رہائش گاہ پر صبح سویرے سات بجے مجالس عشرۂ محرم کا سلسلہ قائم کیا۔

کچھ ایسے عشرۂ مجالس بھی تھے جو ایک عرصہ تک قائم رہنے کے بعد ختم ہو گئے، ان میں مولانا سید مسعود الحسن نقوی صاحب مرحوم اور جناب محجع صاحب مرحوم کے قائم کردہ عشرۂ مجالس ابتدا ہی میں نقل مکانی کے سبب یہاں سے ختم ہو

چکے تھے۔ جناب قمر صاحب مرحوم کا قائم کردہ عشرہ مجالس جو کئی سالوں پر محیط تھا وہ بھی اب ختم ہو چکا ہے۔ اسی دوران کئی اور مجالس عشرہ محرم قائم ہوئے جو چند سالوں کے بعد باقی نہ رہے۔ ان میں سید ضامن حسین جھمن صاحب اور میجر مونس صاحب مرحوم کے عشرہ مجالس بھی شامل ہیں۔

اس وقت اکیسویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی کا نصف حصہ گزر چکا ہے۔ آج سادات کالونی میں شب کے اوقات میں عشرہ محرم کی سات مجالس برپا کی جارہی ہیں ان میں ڈاکٹر اکرام حسین صاحب مرحوم، جناب باقر حسین صاحب مرحوم، جناب جلال حیدر صاحب مرحوم، امام بارگاہ امامیہ اور امام بارگاہ عابدی براوران کے عشرہ محرم شامل ہیں۔ امام بارگاہ درنجف اور امام بارگاہ کاظمین کے عشرہ مجالس بالترتیب ستائیس اور پچاس سال سے زائد عرصے پر محیط ہیں۔

جناب سبطین صاحب مرحوم کا قائم کردہ ۶۵ سالہ قدیم عشرہ محرم کی مجالس ایک طویل عرصہ سے پاک کالونی میں مرحوم کے گھر پر قائم کردہ عزاخانہ میں صبح آٹھ بجے برپا کی جارہی ہیں۔ جناب کلب حسین رضوی صاحب کا عشرہ مجالس جو تقریباً ۱۵ سال سے قائم ہوا تھا، اب یہ عشرہ مجالس ۱۱ محرم الحرام سے ۲۰ محرم الحرام تک صبح کے بجائے بعد مغربین ''عزاخانہ در مرتضیٰ'' سادات کالونی میں منعقد کیا جارہا ہے۔ جس کے تمام نتظامات کے فرائض اُن کے فرزند سید تہذیب الحسن رضوی انجام دیتے ہیں۔

عشرہ محرم کی ان مجالس کے علاوہ بعض مومنین کی قائم کردہ سالانہ مجالس ہیں جو کئی برسوں سے ایک مخصوص تاریخ پر منعقد کی جارہی ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔

مجلس استقبالِ محرم (بانی انتظار حسین)

یہ مجلس ہر سال ۲۹ رذی الحجہ کو بعد مغربین جناب انتظار حسین صاحب کے عزاخانہ پر بڑے اہتمام سے برپا کی جاتی ہے۔ اس مجلس میں سادات کالونی سے باہر کے لوگ بھی بڑی تعداد میں شرکت فرماتے ہیں۔ استقبالِ محرم کی یہ مجلس تقریباً ۲۵ سال سے ہر سال باقاعدگی سے منعقد کی جاتی ہے۔ بانی مجلس کے مطابق استقبالِ محرم کی یہ مجلس ۱۹۹۰ء سے منعقد کی جارہی ہے۔ اس مجلس سے ذاکر اہلبیت جناب سید ذاکر حسین رضوی صاحب خطاب فرماتے ہیں۔ معروف نوحہ خوان حضرات نوحہ خوانی کرتے ہیں بعد ختمِ مجلس نذر مولا کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مجلسِ عزا، ۹ محرم (بر مکان وقار مہدی (ببو) مرحوم)

یہ سالانہ مجلس ۹ محرم الحرام کو دن کے ۱۱ بجے وقار مہدی مرحوم (ببو) کے گھر پر ہر سال منعقد کی جاتی ہے۔ اس مجلس سے بھی جناب سید ذاکر حسین رضوی صاحب خطاب فرماتے ہیں۔ یہ سالانہ مجلس عزا بھی تقریباً ۲۰ سال سے منعقد کی جارہی ہے۔ اس سے قبل ۹ محرم کو سید مختصر مہدی رضوی کے عزاخانہ پر مجلسِ عزا منعقد ہوتی تھی جوان کی نقل مکانی کے بعد ختم ہوگئی۔

۹ محرم کی شب کو جناب باقر حسین مرحوم کی مجلس کے بعد جناب انصار حسین مرحوم کی قائم کردہ سالانہ مجلس انصار حسین مرحوم کے گھر پر بڑے اہتمام سے برپا کی جاتی ہے عابدی امام بارگاہ کی مجلس ختم ہونے کے بعد جناب سید حیدر حسین مرحوم کے عزاخانہ پر بھی سالانہ مجلس عزا برپا کی جاتی ہے۔ شب عاشور برپا

ہونے والی یہ سالانہ مجلس بھی پچاس سال کے عرصہ پر محیط ہے ان تمام مجالس کے علاوہ جناب اظہر عباس صاحب (ممن ماموں) اور ان کے نواسوں نے گزشتہ دو سالوں سے ایک نئے عشرہ مجالس محرم کی بنیاد رکھی ہے۔ یہ مجلس ''امام باگاہ عابدی برادران'' کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہے۔ ان کے لئے بھی وقت کا تعین اور عشرۂ مجالس کو قائم رکھنا ضروری ہے۔

سادات کالونی ڈرگ روڈ کی عزاداری اکیسویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی کے وسط میں داخل ہو چکی ہے۔ اس وقت یہاں سادات کالونی میں جو ذاکرین کرام اپنا وجود رکھتے ہیں اور یہاں کی مجالسِ عزا سے خطاب فرماتے ہیں۔ اس تحریر میں ان کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔

مولانا آغا حبیب حیدر عابدی قبلہ

سادات کالونی بلکہ کراچی کے علماء اور ذاکرین میں مولانا آغا حبیب حیدر عابدی ایک معروف نام ہے، انھیں ایام عزا میں سادات کالونی کی کئی عزا خانوں میں عشرہ محرم کی مجالس پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان ہی ایام میں سادات کالونی کے کئی مومنین کی سالانہ مجالس سے خطاب فرماتے ہیں۔ سادات کالونی کے علاوہ ایام عزا میں کراچی کے کئی دوسرے عزاخانوں میں بھی مجالس بڑھتے ہیں۔ کراچی سے باہر بھی مجالس سے خطاب کرنے کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ پاکستان سے باہر بھی مجالس پڑھنے جا چکے ہیں۔ ایام عزاء کے علاوہ مختلف موقعوں پر سال بھر مجالس سے خطاب فرماتے ہیں۔

مولانا آغا حبیب حیدر عابدی امامت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ مسجد کاظمین میں نماز پڑھانے کے ساتھ ساتھ جامع مسجد امامیہ میں بھی ''نماز

جمعہ" کی امامت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ کاظمین کی مسجد میں زیادہ تر نماز عیدین کی امامت آغا حبیب حیدر قبلہ نے انجام دی۔ منبر اور محراب دونوں جگہ سادات کالونی کے لوگوں کی پسندیدہ شخصیت ہیں۔ باعمل، متقی، پرہیزگار نیک انسان ہیں۔

جناب سید ذاکر حسین رضوی صاحب

ماں نے سید ذاکر حسین رضوی نام رکھا۔ اللہ اس نام پر مہربان ہوا۔ شاید ماں کی آرزو تھی جو پوری ہوئی اور سید ذاکر حسین رضوی کو اللہ نے ذاکرِ حسین علیہ السلام کا بلند مرتبہ عطا کیا۔ سادات کالونی کے ذاکرین میں سید ذاکر حسین رضوی کا بڑا نام بڑا مقام ہے۔ کئی دہائیوں سے مجالس عزا سے خطاب فرماتے رہے۔ "امام بارگاہ امامیہ" میں عشرہ محرم کی مجالس سید ذاکر حسین رضوی پڑھتے ہیں۔ عشرۂ محرم کے بعد "امام بارگاہ امامیہ" میں منعقد ہونے والی زیادہ تر مجالس سے آپ ہی خطاب فرماتے ہیں۔ ایام عزاء میں مومنین کی سالانہ مجالس اور "امام بارگاہ کاظمین" کی مخصوص مجالس اور ایام عزاء کے بعد پورے سال سادات کالونی میں برپا ہونے والی مجالس سے بھی آپ خطاب فرماتے ہیں۔

ذاکر حسین رضوی عزاداری کے مقاصد اور ثمرات کو سامنے رکھتے ہوئے نہایت مستحکم، منظم اور مدلل بیان کے ساتھ منفرد اور پراثر مجالس پڑھتے ہیں۔ مجلس حسین میں گریہ و زاری مجلس کی زینت ہے۔ ذاکر حسین رضوی کا بیانِ مصائب اذہان و قلب پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ کوئی بھی گریہ کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ذاکر حسین رضوی کی مجالس سادات کالونی سے باہر بھی بڑی مقبول ہیں۔

پروفیسر سید آفتاب حیدر نقوی صاحب

پروفیسر سید آفتاب حیدر نقوی کو مجالس عزاء پڑھنے کی سعادت ورثہ میں

ملی۔ ان کے والد بزرگ وار جناب سبطین صاحب قبلہ مرحوم سادات کالونی میں ابتداء سے مجالس پڑھا کرتے تھے۔ پروفیسر آفتاب حیدر نقوی بھی اپنے والد کے انداز میں مجالس عزاء سے خطاب فرماتے ہیں۔ پروفیسر سید آفتاب حیدر نقوی نے جب مجالس پڑھنے کا آغاز کیا، اس وقت سے سادات کالونی کے عشرۂ محرم کی مجالس میں کہیں پورا عشرہ مجالس پڑھتے تھے اور بعض عزاء خانوں میں محرم کی کچھ مخصوص تاریخوں میں مجالس عزاء سے خطاب فرماتے تھے۔

آج بھی سادات کالونی اور سادات کالونی سے باہر مجالس عزاء سے خطاب فرماتے ہیں۔ ان کے اپنے عزاخانہ پر عشرۂ محرم میں صبح آٹھ بجے مجلس عزاء برپا ہوتی ہے جس میں خود پورا عشرہ پڑھتے ہیں۔ فضائل اہلبیت اور واقعات کربلا انتہائی پر اثر انداز میں بیان کرتے ہیں۔ زبان و بیان پر قدرت رکھتے ہیں اور تقریر کے دوران اشعار پڑھنے سے تقریر کو مزید اثر انگیز بنا دیتے ہیں۔ ذاکرِ حسین کے علاوہ ان کا شمار معروف شعراء اہلبیت میں ہوتا ہے۔

مولانا راحب علی کریمی

مسجد کاظمین کے پیش امام مولانا راحب علی کریمی قبلہ ۲۰۱۲ء سے مسجد کاظمین سے منسلک ہیں۔ ظہرین اور مغربین کی باجماعت نمازوں میں امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ہر شب جمعہ بعد نماز مغربین تمام دعاؤں کے ساتھ حدیث کساء کی تلاوت فرماتے ہیں۔ مجالسِ عزا سے بھی خطاب فرماتے ہیں ۔۲۰۱۵ء میں باقر حسین صاحب مرحوم کے قدیم عشرۂ محرم کی آخری پانچ مجالس سے مولانا موصوف نے خطاب فرمایا۔ آپ کی مجالس مومنین میں بہت مقبول ہوئیں۔ مولانا راحب علی کریمی باعمل باکردار نیک، پاک باز، خلیق، متقی اور پرہیزگار عالمِ دین ہیں۔ لوگوں سے اعتدال اور نرم روی سے پیش آتے ہیں۔ مومنین میں قدر و

منزلت اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

سید مظاہر حسین رضوی صاحب

ذاکر اہل بیت جناب سید ذاکر حسین رضوی قبلہ کے چھوٹے بھائی سید مظاہر حسین رضوی سادات کالونی اور کراچی کے معروف شعراءِ اہلبیت میں ایک مقام رکھتے ہیں۔ شاعری کے ساتھ ساتھ یہ مجالسِ عزاء سے خطاب بھی فرماتے ہیں۔ مجلس پڑھنے کے دوران نہایت پر جوش لہجہ میں اعلیٰ معیاری اشعار پڑھتے ہیں۔ ان کا یہ شعری تخلیق انداز ان کی مجالس کو جداگانہ اور منفرد بنادیتا ہے۔ فضائل اہلبیت اور مصائب کربلا، دونوں کا بیان انتہائی پر اثر ہوتا ہے۔ وقت کا خیال رکھتے ہوئے مناسب دورانیہ کی مجالس پڑھتے ہیں۔ ادبی اور شعری ذوق رکھنے والوں کے پسندیدہ ذاکر ہیں۔ ادبی روایات کے شعور سے آراستہ خطابت کرنے والے ذاکرِ حسین سید مظاہر رضوی کم مجالس پڑھتے ہیں لیکن جو مجلس بھی پڑھتے ہیں مومنین میں مقبول ہوتی ہے شاعری اور مجالس عزاء سے خطاب کے علاوہ محافل میلاد اور بڑی بڑی مجالس عزاء میں نظامت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

سید تہذیب الحسن رضوی

ذاکرِ مرثیہ تحت اللفظ جناب سرور حسین صاحب مرحوم کے بعد کئی سالوں تک سادات کالونی کی مجالس عزا میں مرثیہ تحت اللفظ پڑھنے والا کوئی نہ رہا۔ ۱۹۹۰ء کے محرم کی کوئی ابتدائی تاریخ تھی۔ دن کے ڈھائی تین بجے کے وقت سید تہذیب الحسن رضوی ہمارے پاس آئے اور کہا، ''آج میں ڈاکٹر اکرام صاحب مرحوم کی مجلس میں پیش خوانی کے طور پر مرثیہ کے کچھ بند پڑھوں گا''۔

ہم نے ان سے کہا جو کچھ پڑھنا ہے مجھے اسی انداز، اسی آواز اور لہجہ میں سناؤ جیسے مجلس میں پڑھو گے۔ جب انھوں نے مرثیہ کے منتخب بند پڑھ کر سنائے تو اس وقت ان کے پڑھنے میں کوئی جھجک نہ تھی، مکمل اعتماد اور ادبی تقدس کے ساتھ منتخب بندوں کو پڑھ کر سنایا۔ پھر شام میں مجلس میں پیش خوانی کے طور پر یہی تمام بند مکمل اعتماد سے پڑھے۔ سامعین سے داد اور پزیرائی ملی۔

اس طرح ۱۹۹۰ء سے سید تہذیب الحسن رضوی کی تحت اللفظ خوانی کا آغاز ہوا۔ ایک دو سال میں جوش وجذبہ اور کلام کے مزاج کے مطابق اشاروں کے ساتھ مرثیہ تحت اللفظ خوانی کی مجالس پڑھنے لگے۔ مرثیہ تحت اللفظ خوانی کی مجالس پڑھتے پڑھتے ہر ذاکر اپنا ایک منفرد انداز اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح ان کا بھی مرثیہ تحت اللفظ پڑھنے کا منفرد انداز ہے۔ اور آج ذاکر مرثیہ تحت اللفظ ان کی ایک پہچان ہے۔ انھوں نے سب سے زیادہ آغا سکندر مہدی مرحوم کے مرثیے پڑھے۔ ان کے علاوہ دیگر شعراء کرام کے مرثیے بھی پڑھتے ہیں لیکن آغا جی مرحوم کے مرثیوں سے ان کی ایک پہچان ہوئی۔

سید ہانی حسن عابدی

سید محبّ حیدر عابدی (بادشاہ سلمہ) کے فرزند سید ہانی حسن عابدی نے گزشتہ پندرہ سال قبل اکیسویں صدی کے آغاز سے مرثیہ تحت اللفظ کی مجالس پڑھنا شروع کیں۔ ابتداء ہی سے ان میں ایک کہنہ مشق تحت اللفظ خوان کی تمام خوبیاں دکھائی دیں۔ ان کو تحت اللفظ خوانی ورثہ میں ملی۔ ان کے پر نانا حکیم صاحب مرحوم تحت اللفظ خوانی کے تمام آداب کے ساتھ مجالس مرثیہ پڑھا کرتے تھے۔ ۱۹۷۰ء کی ابتدائی سالوں میں ہانی حسن کے دادا رفیق حیدر مرحوم نے اپنے

تصنیف کردہ کئی مرثیے مجالس میں پڑھے۔ ہانی حسن عابدی کا اپنا ایک مخصوص انداز ہے وہ تیز روانی سے مرثیہ پڑھتے ہیں۔ مرثیہ پڑھتے وقت جوش و جذبہ چہرے کے اتار چڑھاؤ، آنکھوں کی جنبش اور مخصوص اشارے ان کے تحت اللفظ خوانی کی خصوصیات ہیں۔ انھوں نے قدیم اور متوسطین دور کے مرثیہ نگاروں کے مرثیے پر توجہ دی زیادہ تر انیسؔ، دبیرؔ، ضمیرؔ، خلیقؔ، تعشقؔ، مونسؔ، نفیسؔ اور وحید پڑھتے ہیں۔

مرثیہ تحت اللفظ کی مجالس پڑھنے کے بھی اصول اور آداب ہیں۔ جن کو ملحوظ خاطر رکھنا ہر ذاکرِ مرثیہ تحت اللفظ کے لئے ضروری ہے۔ جب کوئی تحت اللفظ خواں مجلس مرثیہ پڑھتا ہے تو وہ کسی مرثیہ گو شاعر کے کسی مرثیہ کا انتخاب کرتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ مجلس میں مرثیہ پڑھنے سے پہلے اس منتخب شدہ مرثیہ کا تمام ادبی و معنوی پہلوؤں سے عصر حاضر کے عصری تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اچھی طرح سے مطالعہ کرے۔ جتنا باریک بینی سے صحت مند مطالعہ کیا جائے گا ذاکرِ مرثیہ تحت اللفظ کے سامنے وہ تمام باتیں آجائیں گی کہ مرثیہ پڑھتے وقت جن کی تشریح ضروری ہوتی ہے۔ ذاکر مرثیہ تحت اللفظ کا یہ فرض ہے کہ وہ کسی شاعر کا جو مرثیہ پڑھ رہا ہے اس کے ساتھ انصاف کرے اور اسے پڑھنے کا حق ادا کرے۔ مرثیہ تحت اللفظ خوانی کے روایتی اسلوب سے انحراف نہ کرے۔ مجلس مرثیہ تحت اللفظ میں جو ہمیشہ سے ہوتا چلا آرہا ہے اس پر قائم رہے کہ مرثیہ کا قلمی نسخہ یا مخصوص قسم کی بیاض سامنے رکھ کر ذاکر مرثیہ تحت اللفظ مرثیہ پڑھتا ہے۔ تحت اللفظ خواں حضرات شاعر کے مرثیہ کی چھپی ہوئی کتاب سامنے رکھ کر مرثیہ پڑھتے ہیں، یہ بھی مناسب ہے لیکن کتاب بہت زیادہ چھوٹی نہ ہو بلکہ کتاب کی جسامت معیاری ہو۔ اگر ان تمام باتوں کو جو ہمیشہ سے رائج ہیں نظر انداز

کر کے کسی الیکٹرانی آلہ یا ٹیبلٹ پر مرثیہ پڑھا جائے تو یہ عمل مناسب نہیں۔ اکثر سامعین کی توجہ آلہ کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔ آلہ کسی بھی وقت خراب ہو کر خلل ڈال سکتا ہے لیکن تحریر دھوکا نہیں دیتی۔

سادات کالونی کے ابتدائی ادوار میں یہاں مرثیہ تحت اللفظ کی مجالس کی بڑی پزیرائی اور مقبولیت تھی۔ ابتدائی ادوار کے ذاکرین مرثیہ تحت اللفظ میں سید محب الحسن عابدی المعروف حکیم صاحب مرحوم بڑی وضع داری کے ساتھ اپنے مخصوص انداز سے مرثیہ تحت اللفظ کی مجالس پڑھتے تھے۔ پھر جناب سرور حسین صاحب مرحوم اور جناب بشیر صاحب مرحوم نے بڑے عرصہ تک مرثیہ تحت اللفظ کی مجالس پڑھیں۔ اِن ذاکرین کے علاوہ جناب سید عزیز الحسن رضوی مرحوم بھی مرثیہ تحت الفظ پڑھتے تھے۔

تمام باتوں کے ساتھ ساتھ آج عہد نو میں یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ نئی نسل میں مرثیہ کا ذوق پیدا ہو۔ آج کا دور انتہائی تیز رفتار دور ہے۔ لوگوں کے پاس وقت کم ہے۔ مصروفیات زیادہ ہیں۔ وہ نوجوان جو سنجیدگی سے حصول تعلیم کے لئے سرگرداں ہیں ان میں مرثیہ کا ذوق پیدا کرنے اور بیدار کرنے کے لئے ضروری ہے کی مرثیہ کی مجلس کا دورانیہ طویل نہ ہو۔ مرثیہ تحت اللفظ پڑھنے والے ذاکرین کو چاہئے کہ وہ مناسب تعداد میں مرثیہ کے بندوں کا انتخاب کریں اور پھر اسی پر قائم رہیں عشرہ محرم میں چونکہ وقت محدود ہوتا ہے لہٰذا ۴۰ یا ۴۵ بندوں سے زیادہ کا انتخاب مناسب نہیں۔ جو ذاکرین منتخب شدہ بندوں سے زیادہ پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو عین موقع پر مزید بندوں کا انتخاب صحیح طریقہ سے نہیں ہو پاتا ،اس طرح ربط بھی متاثر ہوتا ہے اور مجلس کا جو تاثر پیدا ہو چکا ہوتا ہے وہ بھی برقرار نہیں رہتا۔ مذکورہ تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آج کی نسل میں مرثیہ کا ذوق

بیدار کر سکتے ہیں۔

مرثیہ تحت اللفظ کی مجلس کی ایک ادبی حیثیت بھی ہے، لہٰذا مرثیے کی مجلس کے لئے ادبی تقاضوں کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ مرثیے کی مجلس کے لئے ایک اچھی سماعت کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لئے مرثیہ کی مجلس کا اہتمام کرنے والے کو کچھ کاوشیں اور محنت کرنا پڑتی ہے۔ ہم نے ۲۰۰۶ء سے ۲۰۰۹ء تک اپنے غریب خانہ پر تواتر سے چار سال ڈاکٹر ہلال نقوی کے مرثیوں کی مجالس کا اہتمام کیا۔ تمام ضروری باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے علاقے اور علاقے سے باہر کے شعراءِ کرام اور اہلِ ذوق حضرات کو اِن مجالس میں مدعو کیا۔ بار بار انہیں یاددہانی کروائی۔ گھر گھر جا کر ایک ایک سے مجلس میں شرکت کے لئے کہا۔ ڈاکٹر ہلال نقوی کے مرثیوں کی یہ مجالس یادگار مجالس تھیں جنہیں لوگ اب بھی یاد کرتے ہیں اور اس بات کا خواہاں ہیں کے ان مجالس کو دوبارہ شروع کیا جائے۔

جب تک سرور صاحب مرحوم زندہ رہے سادات کالونی میں عشرہ محرم کے دوران مرثیہ تحت اللفظ کی مجالس مختلف عزاخانوں میں منعقد ہوتی تھیں لیکن اب زیادہ تر عزاخانوں میں مختلف ذاکرین عشرہ محرم کی مجالس سے خطاب فرماتے ہیں۔ جناب باقر صاحب مرحوم کے عزاخانے میں عشرہ محرم کی مجالس کے دوران بعض تاریخوں پر مرثیہ تحت اللفظ کی مجالس بھی برپا ہوتی ہیں لیکن فرشِ عزا پر باذوق، اہلِ زبان سامعین نہ ہونے کی وجہ سے یہ مجالس اُس طرح جوش وجذبہ کے ساتھ نہیں ہو پاتیں جیسا کہ مرثیہ تحت اللفظ کی مجالس کو ہونا چاہئے۔

امام بارگاہ کی اندر فرشِ عزا پر بہت کم لوگ ہوتے ہیں جبکہ امام بارگاہ سے باہر بیٹھنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ مرثیہ کی مجلس ہو یا کوئی بھی ذاکرِ اہلبیت مجلس پڑھ رہا ہو، امام بارگاہ سے باہر بیٹھنے والے لوگ حسبِ عادت باہر ہی بیٹھتے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن کی توفیقات میں اضافہ کرے اور انہیں فرشِ عزا پر بیٹھنے کی سعادت نصیب ہو۔

سوزخواں سید اختر حسنین کاظمی

سید اختر حسنین کاظمی کا شمار معروف سوزخوانوں میں ہوتا ہے۔ ان کی پہچان صرف سوزخوانی نہیں بلکہ شاعر اہلبیت کی حیثیت سے بھی اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ اکثر مجالس میں تاریخ کی مناسبت سے نوحہ خوانی بھی کرتے ہیں۔ ان کے والدگرامی سید صفدر حسین کاظمی مرحوم ایک معتبر منقبت خواں اور سوزخوانی میں بلند مقام و مرتبہ تھا۔ لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ اختر حسنین کاظمی کو ورثہ میں سوزخوانی ملی تو غلط نہ ہوگا۔

اختر حسنین کاظمی کا تعلق خیر پور سے ہے اور اب وہ مستقل طور پر کئی دہائیوں سے کراچی کے ہیں سوزخوانی میں انھوں نے بڑا نام پیدا کیا۔ سادات کالونی کے کئی عشرہ محرم کی مجالس کے ساتھ ساتھ شہر کراچی کے کئی معروف عشرہ محرم کی مجالس میں سوزخوانی کرتے ہیں۔ کراچی سے باہر اور خیر پور میں بھی سوزخوانی کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ ایام عزاء کے بعد بھی پورا سال سوزخوانی میں گزرتا ہے۔ ان کی سوزخوانی میں شریک ان کے چھوٹے بھائی سید باقر حسنین کاظمی جوان کے ساتھ عموماً پیش خوانی کرتے ہیں۔ اللہ نے انھیں خوبصورت آواز سے نوازا ہے۔ سحر انگیز لحن میں پیش خوانی کرتے ہیں۔ اختر حسنین کاظمی انتہائی جوش و جذبہ سے سوزخوانی کرتے ہیں مجمع شناس ہیں سامعین کے ذوق اور موقع محل کے مطابق کلام پڑھتے ہیں۔ مرثیہ پڑھنے کا منفرد اور رقت آمیز انداز ہے۔ سوزخوانی کے تمام اسرار و رموز سے واقفیت رکھتے ہیں۔ ان کے بھائی باقر حسنین

کاظمی، اختر حسنین کاظمی کے پسران اور جو لوگ ان کے ساتھ معاونت کرتے ہیں ان میں فرحان، عباس، اکبر علی، گلزار علی، نذر عباس عابدی شامل ہیں۔

سوزخواں سید مجاہد علی زیدی

شہر کراچی کے معروف سوزخوانوں میں سادات کالونی ڈرگ روڈ سے تعلق رکھنے والا ایک اور نام سید مجاہد علی زیدی کا ہے۔ اختر حسنین کاظمی اور مجاہد علی زیدی، دونوں سوزخواں سادات کالونی کی پہچان ہیں۔ سید مجاہد علی زیدی گزشتہ کئی دہائیوں سے سوزخوانی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ عشرہ محرم میں سادات کالونی کے کئی عشرہ مجالس میں سوزخوانی کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ شہر کراچی کے کئی عزاخانوں میں عشرہ محرم کی مجالس میں سوزخوانی کرتے ہیں۔ ایام عزاء کے دو ماہ آٹھ دنوں تک سوزخوانی میں مصروف رہتے ہیں۔ ایام عزاء کے بعد بھی پورے سال ان کی سوزخوانی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اپنا ایک منفرد اسلوب رکھنے والے سوزخواں ہیں۔ جوش اور جذبہ کے ساتھ سوزخوانی کرتے ہیں۔ مجاہد علی زیدی کی محبت اور عزت افزائی ہے کہ انھوں نے اپنی سوزخوانی کی بیاض میں ہمارے کلام کو بھی شامل کیا اور سوزخوانی میں عقیدت کے ساتھ پڑھا۔ سید مجاہد علی زیدی کی سوزخوانی میں ان کے پسران کے علاوہ معاونت میں صفدر علی جعفری، یاسر حسین، عرفان عباس، مظفر حسین آزاد اور وصی حیدر شامل ہیں۔

سید عباس الحسن عابدی

نوجوان ذاکر حسین سید عباس الحسن عابدی کو مجالس پڑھتے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ کچھ مخصوص مجالس میں خطاب فرماتے ہیں۔ انھیں محلہ کے سینیر ذاکرین سے استفادہ کرنا چاہئے۔ کوئی ہمیشہ نہیں رہتا۔ نئے آنے والے سینیرز کی جگہ

لیتے ہیں۔ نئے آنے والے ذاکرین سے اچھی امیدیں رکھتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی ضروری ہے۔ عباس الحسن عابدی کو مشورہ ہے کہ ایک خطیب اور ذاکر حسین کی حیثیت سے آگے بڑھنا ہے تو اپنا مطالعہ وسیع کریں اور اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ کی پہچان ایک ذاکر حسین کی ہے۔ عباس الحسن عابدی امام بارگاہ کاظمین میں مقامی سطح پر منعقد ہونے والی محافل میلاد میں نظامت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ بڑی محفلوں میں بھی ابتدائی حصہ میں نظامت کرتے ہیں۔

سید خورشید حسین رضوی

سادات کالونی میں کسی بھی گھر پر، کسی عزاخانہ میں یا امام بارگاہ میں جب مجلس عزاء برپا ہوتی ہے تو اس مجلس کا آغاز جناب سید خورشید حسین رضوی کی تلاوتِ حدیث کساء سے ہوتا ہے۔ حدیثِ کساء پڑھنے کے بعد خوبصورت لحن میں منقبت و سلام بھی پیش کرتے ہیں۔ کسی مخصوص تاریخ پر برپا ہونے والی مجلس میں اگر کوئی نوحہ خوانی کرنے والا نہ ہو تو آپ نوحہ خوانی بھی کرتے ہیں۔

خورشید رضوی صاحب موذن ہونے کا شرف بھی رکھتے ہیں۔ ائمہ معصومین کی ولادت باسعادت کے سلسلہ میں برپا ہونے والی محفلوں میں بڑی عقیدت سے تاریخ کے مطابق قصیدہ خوانی بھی کرتے ہیں۔ نیک سیرت، مخلص، عاجزی وانکساری والی مومن صفات شخصیت خورشید رضوی کا سادات کالونی کی عزاداری میں بڑا کردار ہے۔

ہم نے یہاں پر صرف ان ذاکرین کا تذکرہ کیا جو اس وقت سادات کالونی میں عزاداری میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ آغا حبیب حیدر عابدی، سید ذاکر حسین رضوی اور سادات کالونی کے دوسرے تمام ذاکرین کا صرف مختصر

تعارف تحریر کیا ہے۔ ان میں ہر ایک کا ایک بلند مقام و مرتبہ ہے۔ محترم سید کلب حسین رضوی صاحب نے بھی سادات کالونی کی عزاداری میں اہم کردار ادا کیا۔ مجالس و محافل کے آغاز میں حدیثِ کساء بڑی روانی اور خلوص سے پڑھتے تھے۔ تحت اللفظ خوانی بھی بڑے پر جوش انداز میں کرتے تھے۔ سادات کالونی کی تمام محفلوں میں منقبت خوانی بھی کرتے تھے۔ سادات کالونی سے نقل مکانی کے بعد دوری اور ضعیف العمری کے سبب اب یہاں کی مجالس میں تشریف نہیں لا سکتے۔

تاریخی سہ روزہ مجالس غذائے روح

۱۹۵۳ء میں یہاں سادات کالونی میں ''انجمن خدام المجالس'' کا قیام عمل میں آیا۔ اس انجمن کی قائم کردہ سہ روزہ ''مجالس غذائے روح'' کی بھی ایک تاریخی اہمیت ہے۔ ان سہ روزہ مجالس کے تذکرے کے بغیر سادات کالونی کی عزاداری کا تذکرہ نامکمل رہتا ہے۔

سہ روزہ مجالس کا یہ سلسلہ ۱۹۵۳ء سے شروع ہوا اور پانچ سال تک تواتر سے جاری رہا۔ یہ مجالس جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے ایام میں تین روز صبح سے رات تک برپا کی جاتی تھیں جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ابتداء میں یہاں سادات کالونی میں آبادی کم تھی۔ بنیادی ضروریات زندگی سے یہ بستی محروم تھی۔ لوگ کچے گھروں میں رہتے تھے۔ ان گھروں کے درمیان بڑے بڑے خالی میدان ہوا کرتے تھے۔ جس جگہ آج ''عابدی امام بارگاہ'' موجود ہے، اس وقت اس جگہ عابدی برادران کے گھر اور امام بارگاہ کے ساتھ کچھ اور مومنین کے گھر ایک رو میں ہوا کرتے تھے۔ ان گھروں میں سادات اسکوائر کی طرف آخری گھر ماسٹر تکبیر صاحب مرحوم کا تھا۔ جہاں اس وقت ''قصرِ آمنہ'' تعمیر ہے۔ ان گھروں کے سامنے ایک بڑا میدان ہو کرتا تھا۔ جہاں پر اس وقت ہماری رہائش ہے وہاں تک اس میدان کی وسعت تھی۔ اس میدان کے مشرقی حصہ میں جہاں اس وقت امام بارگاہ کا علم نصب ہے، اُس وقت یہاں پر مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم کا واحد

گھر تھا۔ یہ میدانی قطعہ مغرب کی جانب جہاں آج باقر حسین مرحوم کا مکان ہے یہاں تک پھیلا ہوا تھا۔

اس بڑے میدانی قطعہ میں سہ روزہ مجالس غذائے روح کا اہتمام کے ساتھ بندوبست وانتظام کیا جاتا تھا۔ اس کے لئے بڑے بڑے شامیانے اور پنڈال لگائے جاتے تھے۔ مجلس پڑھنے کے لئے مٹی کی کچی اینٹوں سے سات یا آٹھ فٹ بلند منبر بنایا جاتا تھا۔ یہ منبر اس جگہ بنایا جاتا تھا جہاں اب جناب علمدار حسین عابدی مرحوم کے مکان کے پاس کے الیکٹرک کا پی ایم ٹی نصب ہے۔ مٹی کے اس منبر سے لے کر مغرب کی جانب عابدی امام بارگاہ کے آخری حصہ کی گلی تک ایک بڑا طویل شامیانہ لگایا جاتا تھا۔ اس منبر پر ذاکرین مجالس پڑھتے تھے۔ مٹی کے اس منبر کی تعمیر مزدور نہیں کرتے تھے بلکہ محلے کے لوگ خود اپنے ہاتھوں سے اسے بناتے تھے۔ اس منبر کی اپنی ایک انفرادیت تھی کہ یہ مٹی کی کچی اینٹوں سے بنایا جاتا تھا۔ ہم نے مٹی کا ایسا منبر کہیں دیکھا، نہ ایسے منبر کے بارے میں کسی سے کچھ سنا۔ اگر مٹی (تراب) کا منبر ہو اور اس منبر پر ذکر ابوتراب ہو تو ایسے منبر کو بھلایا نہیں جاسکتا۔

اس وقت وہ منبر یاد آرہا ہے جو غدیر کے میدان میں اللہ کے رسول نے اونٹوں کی پالان سے بنایا اور ۱۴۰۰ سو سال پہلے ۱۸ ذی الحجہ سن ۱۰ ہجری کو اس منبر سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کی مولائیت "من کنت مولاہ فھذا علی مولا" کا اعلان کیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پیغام امتیاز حق و باطل ہے۔ منبر کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کی پاسداری منبر کی زینت بننے والے علماء، ذاکرین اور خطیبوں پر فرض ہے۔ ان حقوق میں ایک حق غدیر کے پیغام کو آنے والی نسلوں کے ذہنوں میں

منتقل کرنا ہے۔ منبر کی اہمیت، منبر کے حقوق پہچاننے اور ان حقوق کو پورا کرنے میں ہی ہماری بقا ہے۔ منبر کی ناقدری، منبر کے حقوق سے انحراف میں انتشار اور تنزلی ہے۔

سہ روزہ ''مجالس غذائے روح'' میں شرکت کے لئے مومنین دور دور سے تشریف لاتے تھے۔ ان کے ٹھہرنے کے لئے علیحدہ پنڈال لگائے جاتے تھے۔ ان کی روزمرہ کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے تمام انتظامات کئے جاتے تھے۔ آج جہاں پر شاعر اہلبیت جناب ابرار حسین آثر مرحوم کا گھر ہے اور اس کے ساتھ کئی دوسرے مکانات ہیں اس وقت یہاں پر بھی ایک میدانی قطعہ ہوا کرتا تھا، جہاں شامیانے لگا کر تین روز کے لئے عارضی ہوٹل بنایا جاتا تھا۔ اس ہوٹل کا تمام انتظام پیارے حسین کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ یہ ایک بہترین باورچی تھے اور عابدی صاحبان کے یہاں کام کرتے تھے۔ پیارے حسین تین روز تک اسی عارضی ہوٹل میں روٹیاں پکانے، چائے کی تیاری اور تمام قسم کے کھانوں کی تیاری میں مصروف رہتے تھے اور تین روز تک سخت محنت کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے تھے۔ ان کے ساتھ محلّہ کے لوگ بھی ان کی معاونت کرتے تھے۔ ان سہ روزہ مجالس کے اہتمام، بندوبست اور انتظامات میں محلے کے تمام لوگ اپنا اپنا کردار احسن طریقے سے ادا کرتے تھے۔ اس وقت بجلی (الیکٹرک) نہ ہونے کے باوجود روشنی کا بہترین انتظام کیا جاتا تھا۔ ان سہ روزہ مجالس ''غذائے روح'' میں کراچی سمیت پورے پاکستان اور ہندوستان سے بڑے نامور ذاکرین اور جید علماءِ کرام مجالس سے خطاب کرنے کے لئے تشریف لاتے تھے۔

انجمن خدام المجالس کی جانب سے منعقد کی جانے والی پہلی سہ روزہ ''مجالس غذائے روح'' ۲۰ نومبر ۱۹۵۳ء بروز جمعہ تا ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء بروز اتوار

تک برپا کی گئیں۔ ان سہ روزہ مجالس ۱۹۵۳ء کا طبع شدہ اشتہار کے مطابق مندرجہ ذیل فخرِ قوم جید علمائے کرام اور ذاکرین عظام نے غذائے روح کی مجالس سے خطاب فرمایا۔

۲۰ نومبر ۱۹۵۳ء بروز جمعہ

پہلی مجلس ۱/۲ ۸ صبح:

مولانا مولوی مفتی جعفر حسین قبلہ مجتہد

نماز جمعہ ۱/۲ ۱۲ دن:

قبلہ و کعبہ آقائے شریعت مجتہد العصر

دوسری مجلس ۱/۲ ۱ دن:

رئیس الحفاظ کفایت حسین صاحب قبلہ لاہور

عنوان "مذہب حق"

تیسری مجلس ۷ بجے شب:

قمر الواعظین مولانا لقا علی حیدری مبلغ چین و مشرق بعید

عنوان "ان الدین عند اللہ الاسلام"

۲۱ نومبر ۱۹۵۳ء بروز سنیچر

پہلی مجلس ۱/۲ ۲ بجے دن:

ادیب اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی

عنوان "اہل بیت اور منزل روحانیت"

دوسری مجلس ۷ بجے شب:

عمدۃ العلماء جناب مولانا سید کلب حسین صاحب مجتہد العصر کبن صاحب لکھنو

عنوان ''عصمت انبیاءؑ''

۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء بروز اتوار

پہلی مجلس ۱/۲ ۸ بجے دن:

خطیب اعظم مولانا مولوی سید محمد صاحب دہلوی۔

عنوان: ''وجود حجت''

دوسری مجلس ۱/۲ ۱ بجے دن:

شیر پنجاب مولانا مولوی مرزا احمد علی صاحب قبلہ امرتسری۔

عنوان: ''ذکرِ حبیب''

تیسری مجلس ۷ بجے شب:

خطیب لاثانی علامہ رضا حسین صاحب قبلہ علامہ رشید ترابی۔

عنوان: ''عدل الٰہی''

سہ روزہ مجالس 'غذائے روح' کے سلسلہ کی آخری سالوں کی مجالس ہمارے حافظہ میں محفوظ ہیں۔ ان مجالس کی رونق آج بھی نگاہوں میں موجود ہیں۔ اس سلسلۂ مجالس میں پہلے سال کے ذاکرین کے علاوہ بعد کے سالوں کی مجالس میں مزید ذاکرین مجالس سے خطاب کرنے کے لئے تشریف لاتے رہے۔ ان میں علامہ ابنِ حسن جارچوی صاحب قبلہ، مولانا علی نقی صاحب قبلہ، جناب طاہر جرولی صاحب قبلہ (لکھنؤ)، علامہ بشیر صاحب قبلہ فاتح ٹکسلا، علامہ ضمیر حسن قبلہ (آف جھنگ)، علامہ قبلہ ملا طاہر صاحب (انڈیا) اور کئی دوسرے اکابرین زینتِ منبر ہوا کرتے تھے۔ ان ذاکرین کے ساتھ شاعر اہلِ بیت فنا بنارسی بھی تشریف لاتے تھے۔ فنا بنارسی ہر ایک کے لئے مرکزِ نگاہ ہوتے تھے۔ گیروے رنگ کا درویشانہ لباس زیب تن، بڑی بڑی زلفیں، باریش

چہرہ، گلے میں مالائیں، پیروں میں کھڑاؤں والی یہ پرکشش شخصیت ان سہ روزہ مجالس کی زینت ہوا کرتی تھی۔ فنا بنارسی ہر مجلس میں اپنا کلام پیش کرتے تھے۔ جس قدر خوبصورت معیاری ان کا کلام تھا اُسی قدر خوبصورت لحن کے ساتھ کلام پیش کرتے تھے۔ آغا حبیب حیدر عابدی مجالس کے دوران اکثر ان کے اشعار پڑھتے ہیں۔

''غذائے روح'' کی یہ مجالس سادات کالونی کی پہچان ہوا کرتی تھیں۔ ان مجالس کی وجہ سے تین روز تک سادات کالونی میں بڑا اجتماع اور بڑی رونق رہتی تھی، جس طرح آج ''انجمنِ حیدریہ'' کی شب بیداری کے موقع پر عزاداروں کا ہجوم اور مثالی رونق دکھائی دیتی ہے۔ شب بیداری کے موقع پر ہر لمحہ دل کی گہرائیوں سے دعا کرتے ہیں کہ پروردگار اس شب بیداری کو حاسدوں، منافقوں اور بدخواہوں کی نظر سے محفوظ رکھنا۔

''غذائے روح'' کی یہ مجالس پانچ سالوں تک منعقد ہونے کے بعد ختم ہوگئیں۔ ہم نے کئی بزرگوں سے مختلف موقعوں پر ان مجالس کے خاتمہ کے بارے میں پوچھا کہ یہ مجالس آخر کیوں ختم ہوگئیں۔ لیکن اس کیوں کا جواب نہ مل سکا۔ اس کیوں کا جواب نہ ملنے میں جواب موجود تھا کہ کسی بھی چیز کے قائم رہنے کے لئے افراد کے درمیان یک جہتی اتحاد و وحدت اور عدل کا ہونا لازم ہیں۔ امور عزاداری میں حسد، منافرت اور سیاست کی کوئی گنجائش نہیں۔ ان سہ روزہ مجالس ''غذائے روح'' سے خطاب کرنے کے لئے تشریف لانے والے ذاکرین عظام اور علماءِ کرام کے قیام و طعام کے تمام انتظامات ''عابدی امام بارگاہ'' میں کیے جاتے تھے۔

آج کے دور کی عزاداری کا تقابل ماضی کی عزاداری سے کریں تو اب یہاں وہ پہلا سا جوش و جذبہ ہے نہ اصولوں کی پاسداری ہے۔ عشرۂ محرم میں کئی مجالس ایک ہی وقت میں برپا کی جارہی ہیں۔ عزاداران حسین، مومنین و سامعین کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ انھیں عشرۂ محرم کی زیادہ سے زیادہ مجالس میں شرکت کرنے اور ذاکرین کرام کی مکمل مجالس سننے کے مواقع حاصل ہوں۔ بانیان مجالس کا فرض ہے کہ وہ آپس میں گفت و شنید سے عشرۂ محرم کی مجالس کے تسلسل کے ساتھ انعقاد کے لئے مجالس کے آغاز اور اختتام کے وقت کا تعین کریں۔ ذاکرین مقامی ہوں یا باہر کے، ہر مجلس کو اپنے وقت مقررہ پر ختم ہونا چاہئے۔ عزاداری کو منظم، مستحکم کرنا، اس کے تقدس کو برقرار رکھنا ہمارا فرض ہے۔ یہ مجلس و ماتم یہ عزاداری، ہماری عبادت، ہمارا ایمان، ہماری پہچان ہے۔ اس میں ہماری بقا ہے۔

اس تذکرے میں اب تک سادات کالونی کے عشرۂ محرم کی مردانی مجالس کے بارے میں تحریر کیا۔ عشرۂ محرم کی مجالس کے اس تذکرہ میں خواتین کی مجالس کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ سادات کالونی ڈرگ روڈ کے عشرۂ محرم کی مجالس کے اس تذکرے میں خواتین کی مجالس کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ سادات کالونی ڈرگ روڈ کے عشرہ محرم میں یہاں خواتین کی مجالس بڑی تعداد میں برپا کی جاتی ہیں۔ اس وقت اکیسویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی کے وسط میں یہاں ہر روز خواتین کی تقریباً ۳۴ مجالس برپا کی جارہی ہیں صبح کے نمودار ہوتے ہی خواتین کی مجالس کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے جو رات گیارہ بجے تک جاری رہتا ہے۔ مومنات اپنی تمام گھریلو ذمہ داریاں نبھانے کے ساتھ ساتھ عقیدت اور جذبہ کے ساتھ مجالس میں شرکت کرکے فروغ عزاداری میں اپنا بھرپور کردار ادا کررہی ہیں۔ جو قابل قدر، قابلِ ستائش ہے۔ لیکن حسین کا ماتم برپا کرنے والی مومنات پر لازم ہے کہ وہ

عزاداری سمیت زندگی کے ہر شعبہ میں اسوۂ زینب سلام اللہ علیہا پر عمل پیرا ہو کر ثابت کریں کہ وہ کنیزانِ زینب ہیں۔

عشرۂ محرم کے بعد بھی یہاں سادات کالونی میں دو ماہ آٹھ دن تک ہر روز مجالس برپا ہوتی ہیں اور عزاداری کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ لوگوں کی سالانہ مجالس اور مجالس کے عشرے ہوتے ہیں۔ امام بارگاہ کاظمین میں ۱۵ محرم سے ۲۴ محرم تک امام بارگاہ کے سابق مینجنگ ٹرسٹی سید انتصار علی (علی صاحب) مرحوم کا قائم کردہ عشرہ مجالس بعد مغربین تقریباً پچاس سال سے کیا جارہا ہے۔ جس میں علامہ سید ظہیر الحسن آفاقی خطاب فرماتے ہیں آخری مجلس میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا تابوت برآمد ہوتا ہے۔

ایام عزاء کے علاوہ سید انتصار علی مرحوم کے صاحب زادگان شہادت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے سلسلہ کی سہ روزہ مجالس ۱۸، رمضان المبارک تا ۲۰ رمضان المبارک بعد عشاء امام بارگاہ کاظمین میں برپا کرتے ہیں اور آخری مجلس میں شبیہ تابوت جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام برآمد ہوتا ہے۔ ان سہ روزہ مجالس میں بھی ایک دہائی سے زیادہ عرصہ سے حضرت علامہ ظہیر الحسن آفاقی صاحب خطابت پر مارے ہیں۔

امام بارگاہ عابدی برادران میں بھی ۲۵ محرم الحرام کو بعد مغربین شب میں قدیمی مجلس برپا ہوتی ہے۔ بعد ختم مجلس شبیہ تابوت امام سید سجاد علیہ السلام برآمد ہوتا ہے۔ جس میں کئی ماتمی انجمن نوحہ خوانی کرتی ہیں۔ نوحہ ماتم کا یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا ہے۔ شہادت امام زین العابدین سید سجاد علیہ السلام کے سلسلہ میں سادات کالونی کے اور کئی عزاخانوں، امام بارگاہوں میں مجالس عزا برپا ہوتی ہیں۔

عشرہ مختار نامہ

مختار نامہ کا عشرہ ۱۹۵۵ء میں سید مشہور علی مرحوم نے قائم کیا۔ یہ عشرہ مجالس ۸ صفر سے ۱۷ صفر تک منعقد کیا جاتا ہے۔ ۱۷ صفر کو آخری مجلس میں شبیہ تابوت حضرت امام رضا علیہ السلام برآمد ہوتا ہے۔ ابتداء میں یہ عشرہ مشہور علی مرحوم کے گھر پر ہوتا تھا۔ اب یہ عشرہ مختار نامہ امام بارگاہ کاظمین میں بعد نماز مغربین شروع ہوتا ہے۔ ابتداء ہی سے اس عشرہ مجالس کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ دور دور سے لوگ مختار نامہ سننے کے لئے آتے تھے۔ مختار نامہ کی مجالس کی شہرت اور مقبولیت کا سبب اس عشرہ مجالس کے خطیب ذاکر اہلبیت مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم تھے۔ وہ جس جوش و جذبہ اور اپنے منفرد انداز سے مختار نامہ بیان کرتے تھے۔ ان جوش و جذبہ اور ان کے انداز خطابت کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ وہ سماعت کو بصارت میں منتقل کر دیتے تھے۔ مجلس سنتے وقت سامعین کو ایسا لگتا تھا کہ ہر منظر نگاہوں کے سامنے ہے۔ مولانا سید مسعود الحسن نقوی کے بعد کئی ذاکرین نے ''مختار نامہ'' کی مجالس سے خطاب فرمایا لیکن مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم کا جیسا انداز خطابت کہیں نظر نہیں آیا۔ آج اس وقت گزشتہ کئی سالوں سے مولانا سید مسعود الحسن نقوی مرحوم کے فرزند ارجمند حضرت مولانا سید خورشید عابد نقوی قبلہ ''مختار نامہ'' کی مجالس سے خطاب فرما رہے ہیں۔ جو بڑی حد تک اپنے والد مرحوم کے انداز میں مختار نامہ کی مجالس پڑھتے ہیں۔

۸ ربیع الاوّل تک ''امام بارگاہ امامیہ قدیم''، ''امام بارگاہ شہدائے کربلا''، ''امام بارگاہ عابدی برادران''، ''امام بارگاہ در نجف'' اور امام بارگاہ کاظمین میں مجالس عزا اور عشرہ مجالس کا سلسلہ تواتر سے جاری رہتا ہے۔ اس دوران ان امام

بارگاہوں میں شب بیداریاں اور عزاداری سے متعلق پروگرام منعقد ہوتے ہیں۔ محرم اور صفر کی مختلف تاریخوں پر اور ایام عزا کے آخری دنوں تک لوگوں کی سالانہ مجالس برپا کی جاتی ہیں۔ مومنین کی انفرادی سالانہ مجالس میں سب سے قدیم ۶۵ سال سے ہونے والی سالانہ مجلس جناب سید لیاقت حسین کاظمی مرحوم کے عزاخانہ پر ۱۸ صفر کو شب منعقد ہوتی ہے۔ ۱۹ صفر کی شب محمود اختر کے عزاخانہ پر کئی دہائیوں سے سالانہ مجلس بڑے اہتمام سے برپا ہوتی ہے جو اس سالانہ مجلس کا تسلسل ہے جسے آج (۱۹۱۶ء) سے ۴۵ سال قبل سید حاجی حیدر مہدی عابدی مرحوم (حدن صاحب) نے قائم کی تھی۔ ۱۹ صفر کو شاعر اہلبیت جناب ابرار حسین اثر مرحوم کے عزاخانہ پر قدیم سالانہ مجلس عزا برپا ہوتی ہے۔ جناب شبیر حسن صاحب کی سالانہ مجلس بھی ۱۹ صفر کو امام بارگاہ کاظمین میں منعقد ہوتی ہے جس میں علم و ذوالجناح کی زیارت بھی شامل ہیں۔ امام بارگاہ شہدائے کربلا اور امام بارگاہ امامیہ میں اور جگہ جگہ مجالس ماتم کا سلسلہ شب چہلم رات بھر جاری رہتا ہے۔ مردوں کی طرح خواتین کی مجالس بھی شب چہلم عزاخانوں میں برپا کی جاتی ہیں۔ عابدی امام بارگاہ میں چہلم امام کے سلسلہ چہلم کے روز شب میں قدیمی مجلسِ چہلم برپا ہوتی ہے۔

ان مجالس کے علاوہ ایام عزاء میں کئی مومنین و حضرات کے یہاں مردانی سالانہ مجالس برپا ہوتی ہیں۔ ان میں سید علمدار حسین عابدی مرحوم، سید خورشید حسین عابدی، اشتیاق حسین للّن بھائی مرحوم، امداد حسین مرحوم، اعجاز حسین پپّن، جمال حسین، سلمان، اشرف حُسین اور کئی دوسرے مومنین کی سالانہ مجالس شامل ہیں اسی طرح خواتین کی انفرادی سالانہ مجالس بڑی تعداد میں برپا کی جاتی ہیں۔ جہاں زیادہ مجالس میں شبیہ تابوت سکینہ برآمد ہوتا ہے۔

تابوت جناب صغریٰ سلام اللہ علیہا وشبِ بیداری خواتین

ہر سال دس صفر کو عابدی امام بارگاہ میں خواتین کی ایک بڑی مجلس برپا کی جاتی ہے۔ اس مجلس کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور دور دور تک اس مجلس کی شہرت ہے۔ شام سے ہی بڑی تعداد میں خواتین اس مجلس میں جناب صغریٰ کے تابوت اور سہرا علی اکبر کی زیارت کے لئے آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس مجلس میں خواتین منتیں مانتی ہیں اور بڑی تعداد میں منتیں پوری ہونے کے بعد نذر دلانے کے لئے تشریف لاتی ہیں۔

بعد مغربین مجلس عزا شروع ہوتی ہے اور بعد ختم مجلس نوحہ خوانی کرتی ہیں۔ خواتین کی یہ مجلس رات کے پچھلے پہر تک جاری رہتی ہے۔ جس نے خواتین کی شب بیداری کی شکل اختیار کرلی ہے۔ ایام عزا میں یہاں خواتین کی مجالس کا سب سے بڑا اجتماع اس مجلس میں دکھائی دیتا ہے۔ سادات کالونی کی اس بستی میں کئی خواتین ذاکرہ ہیں اور خواتین کی کئی انجمنیں ہیں۔ فروغ عزاداری میں یہاں کی خواتین کا بھی بڑا کردار ہے۔

مجلس سوز خوانی

سادات کالونی ڈرگ روڈ کی عزاداری میں صاحب طرز معروف بزرگ

سوزخواں سید صفدر حسین کاظمی مرحوم کی قائم کردہ ''مجلس سوزخوانی'' ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ سوزخوانی کی یہ منفرد مجلس ۱۹۹۳ء میں قائم ہوئی۔ مرحوم سید صفدر حسین کاظمی کے بعد ان کے سعادت مند فرزندان معروف سوزخوان سید اختر حسنین کاظمی اور سید باقر حسنین کاظمی ہر سال باقاعدگی سے سوزخوانی کی اس مجلس کا انعقاد و اہتمام کرتے ہیں۔

سوزخوانی کی یہ مجلس ہر سال ربیع الاوّل کے پہلے اتوار کو ''امام بارگاہ درنجف'' سادات کالونی میں منعقد کی جاتی ہے۔ بعد ظہرین اس مجلس کا باقاعدہ سوزخوانی سے آغاز ہوتا ہے اور بعد مغربین بھی سوزخوانی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ سوزخوانی کی اس مجلس میں شہر کراچی اور کراچی سے باہر کے معروف سوزخواں حضرات تشریف لاتے ہیں۔ اہلِ ذوق حضرات کو بہترین سوزخوانی سننے کا موقع ملتا ہے۔ سوزخوانی کے فروغ اور نئی نسل میں سوزخوانی کا ذوق بیدار کرنے کے لئے اس قسم کی مجلس سوزخوانی کا انعقاد قابلِ ستائش ہے۔

اس مجلس سوزخوانی میں ملک کے ایسے مایہ ناز سوزخوانوں نے سوزخوانی کی جو اب مرحومین میں شامل ہو چکے ہیں۔ ان مرحومین سوزخوانوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ذیل میں ان کے اسماء گرامی درج کر رہا ہوں۔

(مرحومین سوزخوان):

سید آلِ رسول رضوی مرحوم، سید سعید حیدر زیدی مرحوم، سید حسن احمد رضوی مرحوم، سید علی اوسط زیدی مرحوم، سید مظاہر علی کاظمی مرحوم، سید انصار حسین زیدی مرحوم، سید صفدر حسین کاظمی مرحوم، سید حسن عابد جعفری مرحوم، سید سبط جعفر (شہید)، سید صابر حسین زیدی مرحوم، سید حیدر حسین عابدی مرحوم، سید شفیق حسین زیدی مرحوم، سید اکبر حسین زیدی مرحوم، سید محمد مہدی زیدی مرحوم، محمد حسین خان (شہید) سید

اقلیم اختر زیدی مرحوم، سید اکبر حسین زیدی مرحوم، انتظام حسین زیدی مرحوم، سید خورشید حیدر نقوی مرحوم، زوار حسین مرحوم، سید ولی حیدر زیدی مرحوم، سید در حسن جعفری مرحوم، سید عزیز اختر مرحوم۔

آج کے دور میں (۱۹۱۶ء) کے وہ سوزخوان حضرات جو اس مجلس سوزخوانی میں شرکت فرما کر سوزخونی کے فرائض انجام دیتے ہیں، ان کے اسماءِ گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

سید فائق حسین رضوی صاحب، سید مظفر حسین زیدی صاحب، سید امتیاز عباس حسین زیدی صاحب، سید رضا علی جعفری صاحب، سید اظہر نقوی صاحب، سید کاشف زیدی صاحب، سید عزادار حسین صاحب، سید ابرار حسین فتح پوری صاحب، سید شجاع رضوی صاحب، سید باقر حسنین کاظمی صاحب، سید اختر حسنین کاظمی صاحب، ڈاکٹر ابرار حسین صاحب، مظاہر جعفری صاحب، وقار ہاشمی صاحب، تخن ہاشمی صاحب، جاوید برادران، تہذیب برادران، قسیم برادران، ابوطالب برادران، رضا برادران، طاہر زیدی صاحب، مظہر حسین جعفری صاحب، رضوان عباس صاحب، حسن کاظمی صاحب، مرتضیٰ علی کاظمی صاحب، نہال رضا زیدی صاحب، نظام حیدر نقوی صاحب، کانین مصطفیٰ صاحب، کوثر عباس صاحب، شباب حیدر زیدی صاحب، منصور رضا صاحب، کمیل عباس صاحب، علی شفیق عابدی صاحب، شاہد حسین جعفری صاحب، محمد علی نقوی صاحب، سید محمد رضا زیدی صاحب، ارتضیٰ عباس صاحب، اظہار حسین صاحب اظہر حسین زیدی صاحب اور خالق لاسہ صاحب۔

یہاں پر ہم نے سوزخوانی کی اس مجلس کے حوالہ سے سوزخوان حضرات کے اسماءِ گرامی تحریر کئے۔ شہر کراچی سوزخوانوں کا شہر ہے۔ یہاں صاحب طرز

معروف سوزخوان پیدا ہوئے۔ اس وقت بھی مشہور ومعروف سوزخوانوں کی بڑی تعداد اس شہر میں موجود ہے۔ سوزخوان حضرات ہر دور میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ ان کی سوزخوانی کے صلہ میں پروردگار انھیں صحت وحیات دے، انھیں عروج عطا کرے۔ دوسرے تمام ذاکرین کی طرح فروغ عزاداری میں سوزخوان حضرات کا بڑا کردار ہے۔

بزمِ دُعا (حدیث کساء کمیٹی)

دو دہائی سے زیادہ عرصہ قبل قمر حیدر نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ ''زیارت کمیٹی'' کے نام سے ایک تنظیم بنائی جس کے تحت ہر ہفتہ ان میں سے کسی ایک کے گھر پر دعائیہ محفل کا انعقاد ہوتا تھا جس میں حدیث کساء کی تلاوت کے ساتھ کچھ اور دعائیں پڑھی جاتی تھیں۔ اس سلسلہ کو قائم رکھنے کے لئے عرصہ بعد باقاعدہ ممبران کے نام سے ایک شیڈول تیار ہوا کہ کس ممبر کے گھر پر کس تاریخ کو حدیثِ کساء اور دعاؤں کی محفل کا انعقاد ہوگا۔ اس طرح ہر ہفتہ کسی ممبر کے گھر پر حدیثِ کساء اور دعاؤں کی محفل کا باقاعدگی سے انعقاد ہونے لگا۔

وقت کے ساتھ ساتھ ممبران کی تعداد میں اضافہ ہوا پھر کچھ ایسی وجوہات سامنے آئیں کہ آپس میں اختلافات ہوئے اور کمیٹی اپنا وجود قائم نہ رہ سکی اور دو لخت ہوگئی۔ ان میں سے کچھ ممبران بشمول قمر حیدر نے شبِ جمعہ حدیثِ کساء کے انعقاد کے لئے ''حدیثِ کساء کمیٹی'' کے نام سے ایک علیحدہ کمیٹی یا تنظیم بنالی۔ بعد میں کچھ اور لوگوں کے علاوہ میں بھی اس تنظیم یا کمیٹی میں شامل ہوگیا۔ اسی تسلسل میں آج بھی ہر شبِ جمعہ حدیثِ کساء کمیٹی میں شامل ممبران میں سے کسی ممبر کے گھر پر ''حدیثِ کساء کمیٹی'' کی دعائیہ محفل کا انعقاد ہوتا ہے۔ جس میں تمام ممبران شرکت کرتے ہیں۔

اس حدیث کساء کمیٹی کے تحت دو دہائیوں سے زیادہ عرصہ سے ہر شب

جمعہ دعاؤں کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس کے لئے باقاعدہ پورے سال کا شیڈول جاری ہوتا ہے کہ کس ممبر کے گھر پر کس تاریخ کو حدیثِ کساء کی دعائیہ محفل کا انعقاد ہوگا۔ ایامِ عزا کے دو ماہ آٹھ دنوں تک یہ سلسلہ روک دیا جاتا ہے۔ ۸ ربیع الاوّل کے بعد جو پہلی جمعرات آتی ہے اس تاریخ سے یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہوجاتا ہے۔ عیدین اور بعض اہم تاریخوں اور تہواروں کے موقع پر اگر وہ جمعرات سے متصادم ہورہے ہوں تو ایسے موقعوں پر بھی وقفہ دیا جاتا ہے۔ یہ دعائیہ محفل رات نو بجے شروع ہوتی ہے، ابتداء سے ایسا ہی ہوتا چلا آرہا ہے۔ سردیوں کے موسم میں اس کا وقت 1/۲ ۸ شب کردیا جاتا ہے۔ رمضان کے مہینہ میں ۲/1 ۵ بجے شروع ہوتی ہے۔ اور افطار کے وقت اذان مغرب سے قبل ختم ہوجاتی ہے۔ اس دعائیہ محفل میں سب سے پہلے حدیثِ کساء کی تلاوت ہوتی اس کے بعد دعائے مغفرت پڑھی جاتی ہے۔

ابتداء میں جب اس دعائیہ محفل کا آغاز ہوا قمر حیدر حدیث کساء کی تلاوت کرتے تھے اور حسن اختر مرحوم دعائے مغفرت پڑھتے تھے۔ دعائے مغفرت کے بعد حاضرین محفل اور جملہ مومنین کی صحت وسلامتی اور حاجات شریعہ کی قبولیت کے لئے دعا کی جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد جس گھر میں یہ دعائیہ محفل ہوتی ہے۔ اُس گھر کے مرحومین، دعائیہ محفل کے شرکاء کے مرحومین، حدیث کساء کمیٹی کے مرحومین ممبران، اور ملتِ جعفریہ کے شہداء کے درجات کی بلندی کیلئے فاتحہ خوانی کی جاتی ہے۔

اب اس وقت سید عابد حسین نقوی صاحب حدیث کساء تلاوت کرتے ہیں اور بعد تلاوت حدیثِ کساء موصوف دعائے مغفرت بھی پڑھتے ہیں جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں، دعائے مغفرت کے بعد فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔ فاتحہ خوانی

کے بعد قرآنی آیت ''امّن یُجیب'' کا ورد ہوتا ہے اور تمام حاضرینِ محفل مل کر اس آیت کو ورد کرتے ہیں۔ ابتداء میں آیت ''امّن یُجیب'' کے ورد کے بعد اکبر عباس (رضوان) مرحوم حاضرین محفل کی صحت و سلامتی کے لئے دعا کرتے تھے۔

اب اس وقت اس آیت کے ورد کے بعد خادم حسین حاضرین محفل کی صحت و سلامتی کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ اس دعائیہ محفل میں اخلاق احمد بھی دعا پڑھتے ہیں۔ آیت ''امّن یُجیب'' کے ورد کے بعد نہج البلاغہ سے امیر المومنین علیہ السلام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔

اس دعائیہ محفل میں نہج البلاغہ سے خطبہ پڑھنے کا سلسلہ بھی قمر حیدر نے شروع کیا۔ ابتداء میں قمر حیدر ہی نہج البلاغہ سے خطبہ پڑھتے تھے۔ بعد میں کئی سالوں تک ہم خود بھی نہج البلاغہ سے خطبہ پڑھتے رہے، اب کافی عرصہ سے جناب اشرف حسین نقوی صاحب بڑی تیاری کے ساتھ اپنے منفرد انداز نہج البلاغہ سے خطبہ پڑھ رہے ہیں۔ نہج البلاغہ سے خطبہ کے بعد تمام حاضرین محفل مل کر ''دعائے فرج'' پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد منظوم دعا ''اے ربِ جہاں پنجتنِ پاک کا صدقہ'' پڑھی جاتی ہے: یہ منظوم دعا ابتداء سے پڑھی جاتی ہے جسے یاور حسین (یاور ماموں) مرحوم پڑھا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ تمام حاضرین محفل مل کر یہ دعا پڑھتے تھے، اب کئی سالوں سے دلشاد حسین اس منظوم دعا کی جگہ منظوم اردو ترجمہ کے ساتھ نہایت پر اثر انداز میں ''دعائے توسل'' پڑھ رہے ہیں۔ جس میں ''یا وجیھا عند اللہ اشفع لنا عند اللہ'' تمام حاضرین مل کر پڑھتے ہیں۔ اس دعا کے بعد آخر میں نذر مولا کا دسترخوان ہوتا ہے۔

ولادتِ معصومین اور بعض اہم موقعوں پر تمام دعاؤں اور اذکار کے خاتمہ

پر اکثر مختصر منقبت خوانی بھی ہوتی ہے۔ جس وقت شبِ جمعہ اس دعائیہ محفل کا انعقاد شروع ہوا تو یہ اصول طے پایا کہ وقت کی پابندی کو یقینی بنایا جائے گا اور اس دعائیہ محفل میں وہی کچھ پڑھا جائے گا جو ابتداء سے پڑھا جاتا ہے، اس میں کوئی اضافہ ہوگا نہ کوئی کمی۔ حدیث کساء اپنے وقت پر شروع ہوجاتی تھی۔ خواہ کتنے ہی افراد کیوں نہ ہوں، لوگوں کے آنے کا انتظار نہیں کیا جاتا تھا۔ چند منٹ میں تمام ممبران آجاتے تھے۔اس طرح یہ پُر رونق محفل ۳۰ سے ۳۵ منٹ میں ختم ہوجاتی تھی للّن بھائی مرحوم جب تک حیات رہے وہ وقت مقررہ پر حدیث کساء شروع کروادیا کرتے تھے۔ جب تک قمر حیدر سادات کالونی میں رہے وقت پر حدیث کساء شروع ہوجاتی تھی۔

قمر حیدر نے سادات کالونی سے نقل مکانی کے بعد اپنی نئی رہائش نیو رضویہ سوسائٹی میں بھی حدیث کساء کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔اسی طرح ان کے بھائی خورشید مرحوم نے بھی سادات کالونی سے جانے کے بعد اپنی نئی رہائش گاہ گلستان جوہر میں حدیث کساء کا سلسلہ جاری رکھا۔حدیث کساء کمیٹی کے ممبران قمر حیدر کے یہاں نیو رضویہ سوسائٹی اور خورشید مرحوم کے یہاں گلستان جوہر جایا کرتے تھے۔پھر سادات کالونی سے جانے والے ممبران کی تعداد میں کمی ہونے لگی اور قمر حیدر اور خورشید مرحوم کے یہاں یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔قمر حیدر اور خورشید مرحوم اتنی دور رہنے کے باوجود ہر شب جمعہ سادات کالونی آکر حدیث کساء کی دعائیہ محفل میں شریک ہوتے تھے۔

حدیثِ کساء کے کئی ممبران جو ابتداء سے حدیث کساء کمیٹی میں شامل ہوئے اور اب وہ اس دنیا میں نہیں اللہ ان کے درجات کو بلندی عطا فرمائے ان مرحومین ممبران میں مندرجہ ذیل ممبران شامل تھے۔

۱۔ سید احتشام حیدر زیدی مرحوم — ۲۔ اشتیاق حسین للّن بھائی مرحوم
۳۔ حسن اختر مرحوم — ۴۔ اکبر عباس رضوان مرحوم
۵۔ سید انصار حسین رضوی مرحوم — ۶۔ سید علی حیدر کاظمی مرحوم
۷۔ وزیر عباس (بجن) مرحوم — ۸۔ علی مہدی مرحوم
۹۔ نجم الحسن (سلن) مرحوم — ۱۰۔ یاور حسین المعروف ماموں مرحوم
۱۱۔ مسیّب حسین مرحوم — ۱۲۔ خورشید حیدر مرحوم

اس وقت موجودہ شیڈول (۲۰۱۶۔۱۷) کے مطابق مندرجہ ذیل حضرات حدیثِ کساء کمیٹی کی دعائیہ محفل میں شامل ہیں۔

۱۔ خادم حسین — ۲۔ سید عمران حیدر ابنِ احتشام حیدر مرحوم
۳۔ عارف ابنِ اشتیاق حسین للّن بھائی مرحوم ۴۔ اخلاق احمد
۵۔ سید اشرف حسین نقوی — ۶۔ سید ظہیر حسن زیدی
۷۔ سید خورشید حسین عابدی — ۸۔ سید مختار رضا
۹۔ سید مظہر علی زیدی — ۱۰۔ سید محمود اختر
۱۱۔ سید عابد حسین نقوی — ۱۲۔ حسن جعفر
۱۳۔ منیر حسین — ۱۴۔ وقار حیدر
۱۵۔ باقر شبیر — ۱۶۔ سید شبیر حسین رضوی
۱۷۔ اعجاز حسین نقوی (اجو) نشرو اشاعت ۱۸۔ سید سلمان حسین نقوی
۱۹۔ ابوالحسن — ۲۰۔ سید سبط رضا
۲۱۔ حسن مہدی (گلستانِ جوہر) — ۲۲۔ سید علی حسن
۲۳۔ دلشاد حسین — ۲۴۔ سید فرزند علی

حدیثِ کساء کمیٹی کے تحت ہر شب جمعہ دعائیہ محفل کا انعقاد ایک اچھا

نیک عمل ہے جسے جاری رہنا چاہئے۔ یوں تو ہر مومن کے گھر میں خیر و برکت کے لئے شب جمعہ حدیث کساء پڑھی جاتی ہے۔ مومنین کی ہر مسجد میں شب جمعہ بعد نمازِ مغربین حدیثِ کساء کی تلاوت اور مومنین کی صحت و سلامتی کے لئے دعا کی جاتی ہے لیکن صرف سادات کالونی ڈرگ روڈ مومنین کی وہ واحد بستی ہے، جہاں ایک تنظیم کے تحت باقاعدگی سے حدیثِ کساء اور دعائیہ محفل کا انعقاد ہوتا ہے۔ اس دعائیہ محفل میں دعاؤں کے ساتھ نہج البلاغہ سے امیر المومنین کا خطبہ پڑھا جانا اس بزمِ دعا کی انفرادیت ہے۔

انجمن حیدریہ کا قیام

انجمن حیدریہ کی بنیاد ۱۹۵۱ء عیسوی میں سید واحد علی عابدی مرحوم (ساجد بھائی عرف بجن بھائی) نے اپنے رفقاء سید رفیق حیدر عابدی مرحوم، سید علمدار عابدی مرحوم، اقبال حیدر عابدی مرحوم، حبیب حیدر مرحوم، (حبیب بھائی) کے ہمراہ رکھی۔ (بحوالہ مجلہ انوار شعبان ۲۰۰۰ء، ص ۱۴۴ از تحریر ساجد بھائی مرحوم)۔

اس وقت انجمن حیدریہ میں سید اشرف علی عابدی اور حبیب بھائی صاحب بیاض کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان کے ساتھ اشرف علی عابدی کے بھائی رضا عابدی مرحوم ان کے بازو کی حیثیت سے نوحہ خوانی کرتے تھے۔ انجمن حیدریہ کے اس ابتدائی دور میں جعفر داوا مرحوم بھی انجمن حیدریہ میں نوحہ خوانی کرتے تھے۔

میری نوحہ خوانی کا آغاز ۱۹۵۶ء سے ہوا۔ یہ میرا بچپن کا دور تھا اور میں یہاں سادات کالونی کے عشرۂ محرم کی مجالس میں نوحہ خوانی کرتا تھا۔ میں انجمن حیدریہ میں پڑھے جانے والے نوحے اور جعفر داوا کے نوحے پڑھا کرتا تھا۔ اشرف علی عابدی اور حبیب بھائی میری حوصلہ افزائی کرتے تھے اور مجھے نوحہ خوانی کے مواقع فراہم کرتے تھے۔ پھر وہ وقت آیا جب میں اشرف علی عابدی اور حبیب بھائی کے ساتھ بازو کی حیثیت سے نوحہ خوانی کرنے لگا۔

اشرف علی عابدی مرحوم اور حبیب بھائی مرحوم کا تاریخ نوحہ خوانی انجمن حیدریہ میں ناقابلِ فراموش مقام ہے۔ یہ انجمن حیدریہ کے سب سے پہلے صاحب

بیاض تھے اور ہمیشہ انجمن حیدریہ سے وابستہ رہے۔ جبکہ جعفر بھائی مرحوم نے ابتداء میں اور کئی موقعوں پر انجمن حیدریہ میں نوحہ خوانی کی لیکن وہ حیدریہ کے مستقل صاحب بیاض نہیں رہے۔ اشرف علی عابدی مرحوم نے اپنے دور نوحہ خوانی میں بڑی محنت کی۔ انھوں نے جناب ماسٹر مظہر عابدی مرحوم، جناب ممتاز مانوی مرحوم اور جناب ساقی امروہوی مرحوم سے بھی انجمن حیدریہ کے لئے نوحے لکھوائے۔ باقر انجم سے بھی نوحے لکھوائے گئے۔ حبیب بھائی مرحوم نے کچھ پرانے پوربی زبان کے نوحے حیدریہ کی بیاض میں شامل کئے۔ ابتدائی دور کے نوحے جو اشرف عابدی مرحوم اور حبیب بھائی مرحوم پڑھتے تھے ان نوحوں کی بیاض اس وقت انجمن حیدریہ کی موجودہ بیاضوں میں شامل نہیں۔ اگر یہ بیاض کسی صاحب کے پاس ہو تو وہ اس بیاض کو انجمن حیدریہ کو واپس لوٹا دیں۔ یہ کار ثواب ہوگا۔ ان پرانے نوحوں کا مزاج ہی الگ ہے۔ ان کی دھنیں بھی الگ ہیں۔ یہ نوحے ساٹھ سال پہلے جو اثر رکھتے تھے۔ آج بھی ان میں وہی جاذبیت اور وہی اثر پایا جاتا ہے۔ ہم نے ان میں سے کچھ نوحے جن کے پانچ پانچ یا چھ چھ اشعار جو حافظہ میں تھے، انھیں لکھ کر اور پرانی دھنوں میں پڑھ کر بعد میں آنے والے نوحہ خوانوں کو منتقل کیا۔ اس بات کی وضاحت کردوں کہ یاور ماموں مرحوم کے پاس بیاضوں کا جو بستہ تھا، اس سے اشرف علی عابدی مرحوم اور حبیب بھائی مرحوم کے دور کی بیاض کا کوئی تعلق نہیں۔

انجمن حیدریہ نے ابتداء سے نوحہ و ماتم اور فروغ عزاداری میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ سادات کالونی اور قرب و جوار کی مجالس اور جلوسوں میں شرکت کے ساتھ ساتھ پورے کراچی کی عزاداری کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس وقت ۱۹۵۰ء کی دہائی میں انجمن حیدریہ اپنے قیام سے ہی شہر کراچی کے یوم عاشورہ اور چہلم کے مرکزی جلوسوں میں بھرپور شرکت کرتی تھی۔ کوئی بھی ایسا

سال نہیں آیا جب انجمن حیدریہ نے شہر کے ان مرکزی جلوسوں میں شرکت نہ کی ہو۔ انجمن حیدریہ نے ہمیشہ ان مرکزی جلوسوں کے برآمد ہونے سے ''حسینیہ ایرانیان'' میں جلوسوں کے اختتام تک اپنی شرکت کو یقینی بنایا ہے۔

ابتداء میں یہ دونوں مرکزی جلوس جہانگیر پارک صدر سے برآمد ہوتے تھے۔ بعد میں یہ دونوں مرکزی موتمی جلوس پٹیل پارک سے برآمد ہونا شروع ہوئے۔ جس طرح آج یوم عاشورہ اور چہلم کے جلوسوں میں شرکت کیلئے یہاں سادات کالونی سے روانگی اور جلوس کے اختتام پر واپسی کیلئے دو دو بسوں کی سہولت حاصل ہوتی ہے اس وقت ایسا نہ تھا۔ وسائل کم تھے لیکن خلوص اور جذبوں کی کمی نہ تھی۔ ہر دل میں کربلا موجزن تھی، بڑے، بوڑھے، جوان، بچے سب سادات کالونی سے ڈرگ روڈ اسٹیشن تک ننگے پیر پیدل جاتے تھے۔ لوکل ٹرین میں بیٹھ کر کراچی کینٹ اسٹیشن پہنچتے تھے۔ وہاں سے پوری انجمن جہانگیر پارک صدر تک پیدل سفر کرتی تھی۔ یہ بھی تبلیغ عزا کا ایک انداز تھا کہ عزادارِ حسین جب مظلوم کربلا کی یاد میں برپا کی جانے والی مجالس اور جلوسوں میں شرکت کے لئے گھروں سے نکل پڑیں تو راہ میں حائل ہونے والی صعوبتیں ان کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔

اسی طرح ''حسینیہ ایرانیان'' پر جلوس کے اختتام پر پوری انجمن سٹی ریلوے اسٹیشن سے لوکل ٹرین کے ذریعہ ڈرگ روڈ اسٹیشن پہنچ کر واپس سادات کالونی لوٹتی تھی۔ اس وقت ''انجمن حیدریہ'' کے ممبران صرف سادات کالونی تک محدود نہ تھے بلکہ پوری کراچی کے مختلف علاقوں میں رہائش پزیر مومنین بھی ''انجمن حیدریہ'' کے ممبران ہوا کرتے تھے اور مرکزی جلوس میں انجمن حیدریہ کے بینر تلے نوحہ و ماتم میں شریک ہوتے تھے۔ ان مرکزی جلوسوں میں ''انجمن حیدریہ'' کا زنجیر

کے ماتم کا سب سے بڑا دستہ ہوتا تھا۔ ریڈیو پاکستان سے ڈینسو ہال تک زنجیر کا ماتم کیا جاتا تھا۔ زنجیر کا یہ ماتم انتہائی نظم و ضبط کے ساتھ نوحہ کی لحن پر ہوتا تھا۔ زنجیر کے ماتم کرنے والوں کی اتنی بڑی تعداد ہوتی تھی کہ دس دس بارہ بارہ عزادار مل کر نوحہ پڑھتے تھے۔ اس کے باوجود اس دستہ کے اخری حصہ تک نوحہ کی آواز پہنچنا مشکل ہوتی تھی۔ ان مرکزی جلوسوں کے طرح شہر کے علاقائی جلوس مجالس، شب بیداریوں میں شرکت کر کے فروغ عزاداری میں حیدریہ نے اہم کردار ادا کیا۔

پچاس کی دہائی کے وسط میں سادات کالونی میں انجمن شمشیر حیدری کے نام سے ایک ماتمی انجمن قائم ہوئی جس میں حسن مہدی عرف حسنا نوحہ خوانی کرتے تھے۔ اس انجمن میں ڈرگ کالونی نمبر ۵ کے بھی کچھ مومنین شامل تھے۔ ان میں بھی لوگ نوحہ خوانی کرتے تھے۔ ہم اور ہمارے نو عمر ساتھی اس انجمن کے ساتھ بھی پروگراموں میں شرکت کرتے تھے۔ بعد میں جلد یہ انجمن سادات کالونی سے ختم ہوگئی۔ اسی دور میں ہم نے بچوں کی انجمن ''شمشیر عباسیہ'' کے نام سے بنائی جس میں ہمارے ساتھ اطہر حسین (پلّو) اور غلام امام (کیتن) شریک نوحہ خوانی ہوا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بچوں کی ایک اور انجمن قمر حیدر اور حامد رضا (شدّو) نے بنائی جس میں حامد رضا (شدّو) نوحہ خونی کرتے تھے۔ نوحہ خوانی کرتے تھے۔ کچھ عاصہ بعد یہ دونوں انجمنیں حیدریہ میں ضم ہو گئیں۔

بچوں اور نو عمر عزاداروں میں ماتمی انجمنیں بنانے کا یہ عمل آج بھی جاری ہے آج سادات کالونی کی ایسی انجمنوں میں دستہ حیدریہ، انجمن سقائے سکینہ، دستہ حسینیہ، دستہ عباس اور کئی دوسری انجمنوں کے نام شامل ہیں یہ انجمنیں اپنے سالانہ پروگرام بھی منعقد کرتی ہیں یہ انجمنیں ان کے ماتمی سب ''م انجمن حیدریہ'' ہی ہیں۔

سادات کالونی کے ماتمی جلوس

نظام عزاداری میں ماتمی جلوسوں کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ جلوس عزاداری کی قوت اور طاقت ہیں۔ ایام عزا کے اِن جلوسوں میں شامل چھوٹے اور بڑے بڑے بلند و بالا علم حسینیت کی فتح کی مظہر ہیں۔ ان علموں میں پنجے کے ساتھ علم کے قلب پر لٹکا ہوا چھوٹا سا مشکیزہ اور اس میں پیوست تیر، علم کے بڑے بڑے سیاہ اور سفید لہراتے ہوئے پھریرے، سفید پھریروں پر سرخ رنگ کے خون کے چھینٹوں اور دھبوں کے جیسے نشانات، جلوسوں میں شامل تابوت کی شبیہیں، گہوارہ علی اصغر کی شبیہ، ذوالجناح اور اس کی بشت پر موجود زیور میں تلواریں اور پیوستہ تیر، تازیے کی شکل میں امام مظلوم کے روضہ کی شبیہ، اونٹوں پر سجی اماریاں جیسے تبرکات صرف تبرکات نہیں بلکہ ان تبرکات سے آراستہ ماتمی جلوس کربلا کی پوری تاریخ کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جلوس کے راستوں میں سجائی جانے والی سبیلیں کربلا کے پوری تاریخ کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جلوس کے راستوں میں سجائی جانے والی سبیلیں کربلا کے پیاسوں کی یاد کو تازہ کرتی ہیں۔ ان ماتمی جلوسوں میں پڑھے جانے والے نوحے، مرثیے، ماتم، گریہ وزاری کرب وبلا میں اولادِ پیمبر پر یزیدی لشکر کے مظالم اور حسینؑ کے عظم واستقامت، صبر ورضا، وجدانیت اور شریعت محمدی کی بقاء کیلئے حسینؑ کی عظیم قربانی کی تاریخ کو دنیا کے سامنے آشکار کرتے ہیں۔ اگر آج دین حق، شریعت اور "لاالٰہ الا اللہ" باقی

ہے تو یہ امام عالی مقام کی لازوال قربانی کا ثمرہ ہے بقول شاعر:

بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است

بس بنائے لا الہٰ گرویدہ است

اسلام دشمن باطل یزیدی قوتوں نے ہمیشہ یہ چاہا کہ عزاداری کو محدود کردیا جائے۔ تاریخ کربلا کو منظر عام پر لانے والے ماتمی جلوسوں کو بند کردیا جائے۔ ان باطل قوتوں نے عزاداری کی راہ میں فتنے برپا کیے، مجالس اور ماتمی جلوسوں میں بم دھماکے ہوئے۔ عزاداروں پر گولیاں برسائی گئیں۔ خودکش حملے ہوئے لیکن کوئی ظلم و شر حسینی عزاداروں کے عزم و حوصلے کو متزلزل نہ کرسکا آج پوری دنیا میں عزاداری حسین جاری ہے۔ ہر ملک میں محرم کی مجالس برپا کی جاتی ہیں۔ ماتمی جلوس نکالے جاتے ہیں۔ شہر کراچی میں مرکزی جلوسوں سمیت شہر کے ہر علاقے اور ہر محلے سے ماتمی جلوس برآمد ہوتے ہیں۔

سادات کالونی ڈرگ روڈ کی عزاداری میں یہاں نکالے جانے والے ماتمی جلوس عزاداری کی رونق ہیں۔ سادات کالونی کے ماتمی جلوسوں کی تاریخ میں پہلا ماتمی جلوس شہادتِ امیر المومنین کے موقع پر ۱۹ رمضان بوقت سحر امام بارگاہ امامیہ قدیم سے نکالا جاتا ہے۔ اس جلوس سے متعلق مضمون کے ابتدائی حصہ میں ''سادات کالونی کی مجالس عزا'' کے تذکرے میں لکھ چکا ہوں۔

جلوسِ عزا، ۶ محرم (انجمن کاظمیہ پرکستان)

سادات کالونی ڈرگ روڈ کی عزاداری میں دوسرا بڑا ماتمی جلوس ''انجمن کاظمیہ پرکستان سادات کالونی کے زیرِ اہتمام ''امام بارگاہ شہدائے کربلا'' سادات کالونی ڈرگ روڈ سے ہر سال ۶ محرم الحرام کو نکالا جاتا ہے۔ اس ماتمی جلوس کا

آغاز اب سے پچاس سال قبل (۱۹۶۶ء) سے ہوا۔ ۶ محرم کو سہ پہر مجلس عزا منعقد ہوتی ہے اور بعد ختم مجلس شام کے وقت یہ جلوس بر آمد ہوتا ہے۔ شبیہ تابوت، ذوالجناح، تعزیہ اور علموں کی زیارت سے آراستہ جلوس نہایت پر رونق جلوس ہوتا ہے۔

سادات کالونی، شاہ فیصل کالونی کے مومنین کے علاوہ لداخ یا بلتستان سے تعلق رکھنے والے مومنین کراچی کے مختلف علاقوں سے آ کر اس جلوس میں شرکت کرتے ہیں۔ اس جلوس کے ابتدائی سالوں میں دوسری کئی انجمنوں کے ساتھ انجمن کاظمیہ پرکستان کا ماتمی دستہ اپنے مخصوص انداز سے سینہ زنی کرتا اور بلتی زبان میں نوحہ خوانی کرتا تھا۔ جو اس جلوس کی شان ان کے تشخص اور ان کی اپنی اقدار کی پہچان تھا۔ لیکن اب اس جلوس میں بلتی زبان میں نوحہ خوانی اور مخصوص انداز ماتم دکھائی نہیں دیتا۔ ان حضرات کو اسے برقرار رکھنا اور نئی نسل میں منتقل کرنا چاہیے۔

۶ محرم کا یہ جلوس سادات کالونی کی گلیوں اور سڑکوں سے گشت کرتا ہوا مغرب سے قبل امام بارگاہ کاظمین میں داخل ہو کر کچھ دیر تک یہاں قیام کرتا ہے اور بعد مغربین دوبارہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔ جلوس کی راہ میں جگہ جگہ سبیلیں لگائی جاتی ہیں۔ چائے اور تبرک تقسیم کیے جاتے ہیں۔ سادات کالونی شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ اور شاہ فیصل کالونی نمبر ۱ کے مرکزی بازار سے گزرتا ہوا امام بارگاہ حسینی مشن شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ میں رات ۱۲ بجے سے قبل اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

یہ جلوس نہایت پر ہجوم اور پر رونق جلوس ہوتا ہے۔ اس جلوس سے ماتمی جلوسوں کی مقصدیت پوری ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ یہ جلوس تقریباً رات ۱۰

بجے شاہ فیصل کالونی کے مرکزی بازار کی سڑک پر ہوتا ہے۔ جہاں ہر مکاتب فکر اور ہر طبقہ کے لوگ جلوس کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔ یہ ایسا وقت ہے کہ پورے علاقے کے مومنین اس جلوس میں بھرپور شرکت کرتے ہیں۔ شب میں نکالے جانے والے تمام ماتمی جلوسوں کو اس جلوس کی طرح اول شب میں سڑک پر ہونا چاہئے۔ ماتمی جلوس کا مقصد تبلیغ ہے۔ اگر ماتمی جلوس رات دو بجے سڑک پر آئے گا تو جلوس نکالنے کے مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔

۶ محرم الحرام کو انجمن کاظمیہ پاکستان سادات کالونی ڈرگ روڈ کی جانب سے نکالے جانے والے اس ماتمی جلوس کے اختتام پر عابدی امام بارگاہ سادات کالونی کے سامنے سڑک پر انجمن کاظمیہ پرکستان سادات کالونی کی جانب سے نذر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس سڑک پر دو طرفہ قناتیں لگا کر دریاں بچھائی جاتی ہیں اور بڑے اہتمام کے ساتھ نذر پیش کی جاتی ہے۔ اس نذر میں بہت بڑی تعداد میں شرکائے جلوس اور مومنین شرکت کرتے ہیں۔

جلوس مہندی، ۷ محرم

(بانی جلوس واحد علی عابدی ساجد بھائی مرحوم)

۷ محرم کا جلوس مہندی اس وقت سے نکالا جا رہا ہے جب لوگ یہاں سادات کالونی میں آکر آباد ہوئے اور یہاں عزاداری کی بنیاد پڑی۔ اس جلوس مہندی کے بانی ساجد بھائی مرحوم ہیں بالکل ابتداء میں ساجد بھائی مرحوم، اشرف علی عابدی مرحوم اور کچھ مومنین جہاں اس وقت امام بارگاہ نینوائے کربلا ہے۔ اس لائن میں ہزارہ چوک سے قریب رہائش پزیر تھے۔ یہاں پر ساجد بھائی کے گھر سے جلوس مہندی برآمد ہو کر امام بارگاہ امامیہ قدیم میں اختتام پزیر ہوتا تھا۔ اب یہ

جلوس ۴۵ سال (۱۹۷۰) سے ساجد بھائی مرحوم کے مکان پاک کالونی سے برآمد ہو رہا ہے۔ بعد عشاء مجلس عزاء برپا ہوتی ہے۔ بعد ختم مجلس جلوس مہندی برآمد ہوتا ہے۔ جس میں انجمن حیدریہ نوحہ خوانی کرتی ہے۔ جلوس میں آگے آگے بہت سے چھوٹے بڑے علم ہوتے ہیں۔ ماتمی دستہ کے پیچھے جلوس کے آخری حصہ میں جناب قاسم کی مہندی کی زیارت ہوتی ہے۔ یہ جلوس ساجد بھائی مرحوم کے گھر سے برآمد ہونے کے بعد بلیو مون اسکول والی گلی میں داخل ہو کر ڈاکٹر اکرام حسین مرحوم کے عزاخانہ کے سامنے سے گشت کرتا ہوا امام بارگاہ در نجف پر پہنچتا ہے۔ یہاں سے پاک کالونی میں داخل ہو کر گلیوں سے گزرتا ہوا سادات اسکوائر کے سامنے بڑی سڑک پر آکر سادات کالونی کی گلیوں سے گشت کرتا ہوا عابدی امام بارگاہ پہنچتا ہے، اس کے بعد امام بارگاہ کاظمین پہنچ کر اختتام پزیر ہوتا جاتا ہے۔

جلوس کے راستہ میں چھوٹے چھوٹے منتی علم جلوس میں شامل ہوتے رہتے ہیں، جگہ جگہ شربت کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں، چائے پلانے کے انتظامات کیے جاتے ہیں، لوگ شرکائے جلوس میں تبرک تقسیم کرتے ہیں۔ جناب قاسم کی مہندی کا یہ جلوس انتہائی پر رونق جلوس ہوتا ہے۔ اس جلوس میں خواتین منہدی کی زیارت پر منتیں اٹھاتی ہیں اور منتیں بڑھاتی ہیں ساجد بھائی مرحوم کے بعد اس جلوس مہندی کو نکالنے اور جلوس کا اہتمام کرنے میں ساجد بھائی کے فرزندان علی عابدی، شوکت عابدی اور داماد ہاشم ترمذی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

جلوس علم ۸ محرم (بانی سید شہزاد حسین عابدی صاحب مرحوم)

سادات کالونی کے عشرہ محرم میں چوتھا ماتمی جلوس جناب سید شہزاد حسین زیدی مرحوم کی طرف سے نکالا جانے والا ماتمی جلوس ہے۔ یہ جلوس آٹھ محرم کی

شام نکالا جاتا ہے۔ اس سلسلہ کا پہلا جلوس سن ۱۹۷۶ء میں نکالا گیا۔ سید شہزاد حسین مرحوم کے بعد یہ جلوس آج تک ہر سال آٹھ محرم کو نکالا جاتا ہے۔ شہزاد بھائی مرحوم کے فرزندان سید شاکر حسین، سید مظہر حسین اور سید اطہر حسین بڑے خلوص سے اس جلوس کا اہتمام کرتے ہیں۔ شام چار بجے بعد ختم مجلس ان کے گھر سے یہ جلوس برآمد ہوتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے اور بلند بالا، نور افزا علموں کی زیارت سے آراستہ اس جلوس میں ہمیشہ سے انجمن حیدریہ نوحہ خوانی کرتی ہے۔ یہ جلوس سادات کالونی کی گلیوں سے گشت کرتا ہوا اذانِ مغرب سے قبل امام بارگاہ کاظمین میں اختتام پزیر ہوتا ہے۔ جلوس کے راستے میں جگہ جگہ شربت کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں۔ یہ نہایت پر رونق جلوس ہوتا ہے۔

آٹھ محرم کی مناسبت سے لوگوں کے گھروں سے منتی علم نکالے جاتے ہیں جو پورے راستہ اس جلوس میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ عباس علمدار کے ایسے یہ مخصوص جاہ و حشم کے ساتھ جھومتے ہوئے قد آور علم سید مجاہد علی زیدی کی رہائش گاہ سے برآمد ہو کر اس جلوس میں شامل ہوتے ہیں۔ جب یہ جلوس اذان مغرب سے قبل امام بارگاہ کاظمین میں داخل ہوتا ہے۔ اس وقت جلوس کے خاتمہ پر امام بارگاہ میں نصب حضرت عباس کے علم پر نذر کا اہتمام ہوتا ہے۔

اس نذر مولا میں سادات کالونی کے مومنین نہایت عقیدت اور خلوص سے اپنے اپنے گھروں سے تبرکات لاکر نذر ابوالفضل عباس میں شامل کرتے ہیں۔ آٹھ محرم کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس میں رات گئے تک حضرت عباس علمدار کی یاد میں منتی علموں کے جلوس امام بارگاہ کاظمین میں آکر اختتام پزیر ہوتے ہیں۔

جلوس علم شبِ عاشور (بانی جلوس باسط صاحب مرحوم)

شبِ عاشور سادات کالونی ڈرگ روڈ میں عشرۂ محرم کی مجالس کے علاوہ جگہ جگہ اور کئی مجالس برپا ہوتی ہیں۔ مجالس و ماتم کا یہ سلسلہ شبِ عاشور پوری رات جاری رہتا ہے۔ دور دور سے مومنین اپنے گھر والوں کے ساتھ سادات کالونی کے امام بارگاہوں اور عزاخانوں میں زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اسی شب جناب باسط صاحب مرحوم کے عزاخانہ سے جلوسِ علم برآمد ہوتا ہے۔ یہ جلوس پاک کالونی کی گلیوں سے گشت کرتا ہوا سادات اسکوائر کے سامنے سڑک پر آتا ہے آتا ہے اس وقت جلوس میں مومنین کی تعداد میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ جلوس، نوحہ و ماتم کے ساتھ امام بارگاہ کاظمین میں اختتام پزیر ہوتا ہے۔ اس جلوس میں بھی انجمن حیدریہ نوحہ خوانی کرتی ہے۔ یہ جلوس ۱۹۷۵ء سے نکلنا شروع ہوا۔ جناب باسط صاحب مرحوم نے اس جلوس کا آغاز کیا۔ باسط صاحب مرحوم کے بعد ان کے پسران ہر سال یہ جلوس نکالتے ہیں۔

ماتمی جلوس ۲۷ صفر (انجمن کاظمیہ پاکستان)

سادات کالونی ڈرگ روڈ میں نکالے جانے والے ماتمی جلوسوں میں چھٹا بڑا جلوس شہادت امام حسن علیہ السلام کے سلسلہ میں نکالا جانے والا ماتمی جلوس ہے جو ۲۷ صفر (شب ۲۸ صفر) کو انجمن کاظمیہ پاکستان رجسٹرڈ سادات کالونی کی جانب سے نکالا جاتا ہے۔ یہ ماتمی جلوس ۱۹۷۵ء سے باقاعدگی سے اپنی مقررہ تاریخ پر ہر سال نکالا جا رہا ہے۔ بعد عشاء امام بارگاہ شہدائے کربلا سادات کالونی ڈرگ روڈ میں مجلس عزا برپا ہوتی ہے اور بعد ختم مجلس جلوس برآمد ہوتا ہے جو شبیہ تابوت امام حسن، ذوالجناح اور علموں کی زیارتوں سے آراستہ ہوتا ہے۔

اس جلوس کے لئے بڑے پیمانے پر انتظامات کئے جاتے ہیں۔ جلوس کی پوری گزرگاہ روشنیوں سے منور ہوتی ہے۔ جگہ جگہ لاؤڈ اسپیکر لگائے جاتے ہیں۔ امام بارگاہ شہدائے کربلا سے امام بارگاہ کاظمین تک جلوس کے راستہ پر دو طرفہ سبز پرچم نصب کئے جاتے ہیں۔ شربت کی سبیل کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ بہت بڑی تعداد میں مومنین اس جلوس میں شرکت کرتے ہیں۔ عقیدت واحترام اور جوش وجذبے کے ساتھ نوحہ خوانی اور سینہ زنی کی جاتی ہے۔ امام بارگاہ شہدائے کربلا سے امام بارگاہ کاظمین تک مختصر راستہ کئی گھنٹوں میں طے ہوتا ہے اور تقریباً رات دو بجے اس جلوس کا اختتام ہوتا ہے۔ بانیان جلوس انجمن کاظمیہ پرکستان سادات کالونی کی جانب سے امام بارگاہ کاظمین میں بڑے پیمانے پر نذر مولا کا اہتمام کی جاتا ہے۔

ماتمی جلوس (دستۂ حسینیہ)

سادات کالونی ڈرگ روڈ میں ساتواں ماتمی جلوس ''دستہ حسینیہ'' سادات کالونی کی جانب سے ماہِ صفر میں نکالا جاتا ہے جو بلیو مون اسکول سادات کالونی والی گلی سے برآمد ہوتا ہے۔ یہ ماتمی جلوس بھی شب میں نکالے جانے والے ماتمی جلوسوں میں شامل ہے۔ بعد ختم مجلس زیارات سے آراستہ یہ جلوس برآمد ہو کر سادات کالونی اسکوائر کے سامنے سیدھی سڑک سے گزرتا ہوا امام بارگاہ کاظمین میں اختتام پزیر ہوتا ہے۔ پوری سڑک پر جلوس کے راستہ میں روشنیوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

۱۹۹۵ء میں اس ماتمی جلوس کا آغاز ہوا۔ جب پہلی مرتبہ یہ جلوس نکالا گیا تو اول شب میں مجلس عزا برپا ہوئی اور جلوس برآمد ہو کر سڑک پر آ گیا۔ بیک وقت جلوس میں کئی ماتمی انجمنیں نوحہ خوانی و سینہ زنی کرتی ہوئی جلوس کی رونق تھیں۔

چونکہ یہ جلوس شب کے ابتدائی حصہ میں نکالا گیا تھا، لہٰذا یہ ایک پر ہجوم بارونق جلوس تھا۔ لیکن اب یہ جلوس انتہائی تاخیر سے برآمد ہوتا ہے۔ اسے بھی ابتدائی شب میں نکلنا چاہئے۔

جلوس عماری (دستۂ حیدریہ)

سادات کالونی ڈرگ روڈ میں آٹھواں آخری الوداعی ماتمی جلوس دستہ حیدریہ کی جانب سے جلوس عماری اسیران کربلا کے نام سے نکالا جاتا ہے۔ یہ الوداعی جلوس امام بارگاہ کاظمین سے بعد ختم مجلس شب میں برآمد ہوکر" عابدی امام بارگاہ کے سامنے سے گزرتا ہوا امام بارگاہ امامیہ قدیم میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ جلوس سے قبل برپا ہونے والی مجلس سے علامہ آغا حبیب حیدر عابدی صاحب ابتداء سے آج تک خطاب فرماتے ہیں۔ قد آور علموں اور عماریوں کی زیارات سے آراستہ پُررونق جلوس میں کراچی کی معروف انجمنیں شرکت کرکے نوحہ خوانی وسینہ زنی کرتی ہیں۔

اس الوداعی ماتمی جلوس کا آغاز ۱۹۹۶ء میں ہوا اور ہر سال تسلسل سے نکالا جارہا ہے۔ یہ ماتمی جلوس جب پہلی مرتبہ نکالا گیا تو اول شب میں مجلس عزا برپا ہوئی اور جلوس برآمد ہوکر سڑک پر آگیا جو انتہائی پرہجوم جلوس تھا۔ لیکن اب یہ جلوس بھی تاخیر سے نکالا جانے لگا ہے۔ پہلے کی طرح اس جلوس کو بھی اول شب میں برآمد ہونا چاہئے۔

منتی علموں کے مختصر جلوس

ا۔ ۶ محرم الحرام کو بعد مغرب سید جمیل عباس جعفری کے گھر سے منتی علم برآمد ہوتا ہے جو کئی سالوں سے نکالا جارہا ہے۔ اس وقت انجمن کاظمیہ پرکستان کی جانب سے

عماری
بی بی
زینب س

نکالا جانے والا جلوس سادات اسکوائر کے سامنے سڑک پر ہوتا ہے۔

۲۔ ۶ محرم الحرام کو ایک منتی علم سید ارشاد حسین رضوی کے گھر سے بعد مغربین نکالا جاتا ہے۔ اس وقت بھی سادات اسکوائر کے سامنے۔ انجمن کاظمیہ پرکستان کا جلوس ہوتا ہے۔ یہ علم تقریباً دو دہائیوں سے تواتر کے ساتھ نکالا جا رہا ہے۔

۳۔ ۷ محرم الحرام کو بعد مغربین مختار رضا کے گھر سے منتی علم برآمد ہو کر امام بارگاہ کاظمین میں اختتام پزیر ہوتا ہے۔ اور چار دہائیوں سے زیادہ عرصہ سے نکالا جا رہا ہے

۴۔ جناب اظہر عباس جعفری (ممن ماموں) کے گھر سے ۸ محرم الحرام کو بعد عشاء ایک منتی علم برآمد ہوتا ہے جو گشت کرتا ہوا امام بارگاہ کاظمین میں اختتام پزیر ہوتا ہے۔ یہ علم بھی تقریباً چار دہائیوں سے زیادہ عرصہ سے نکالا جا رہا ہے۔ اس قسم کے تمام منتی علم سادات کی عزاداری کو پر رونق بناتے ہیں۔

انجمن حیدریہ کی شب بیداری

مجالس عزا اور ماتمی جلوسوں کی طرح حسینؑ مظلوم کی یاد میں تمام شب نوحہ و ماتم برپا کرنے کے لئے جو شب بیداریاں منعقد کی جاتی ہیں ان کا مقصد بھی صرف فروغِ عزا ہے۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں شہر کراچی میں چند انجمنوں کی جانب سے شب بیداریاں منعقد کی جاتی تھیں۔ پھر رفتہ رفتہ شب بیداریوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی کے آخری سالوں اور ۱۹۷۰ء کی دہائی کے ابتدائی سالوں تک شہر کراچی میں بہت بڑی تعداد میں شب بیداریاں منعقد کی جانے لگیں۔

انجمن حیدریہ کی شب بیداری کا آغاز ۱۹۵۰ کی دہائی کے وسط ۱۹۵۴ء میں ہوا۔ انجمن حیدریہ کی شب بیداری اپنے آغاز سے چند سالوں تک عابدی امام بارگاہ کے سامنے والی سڑک پر شامیانوں میں منعقد ہوتی رہی۔ اس وقت یہ سڑک آج کی طرح پکی سڑک تھی اور نہ یہاں سادات کالونی تک بجلی (الیکٹرک) کی رسائی ہوئی تھی، لہٰذا شب میں منعقد ہونے والی مجالس اور عزاداری سے متعلق تمام پروگرام گیس بتیوں (پٹرومکس) کی روشنی میں منعقد ہوتے تھے۔

انجمن حیدریہ کی پہلی شب بیداری میں بھی گیس بتیوں سے روشنی کا انتظام بڑی خوبی سے کیا گیا تھا۔ بعد ختم مجلس شہر کراچی کی ماتمی انجمنوں نے تمام شب نوحہ خوانی و سینہ زنی کی۔ انجمن حیدریہ نے اپنی پہلی شب بیداری سے یہ

روایت قائم کی کہ اذان فجر سے پہلے شب بیداری اختتام پزیر ہوئی۔

حیدریہ کی شب بیداری میں تشریف لانے والے مومنین کے لئے تمام شب چائے کے ساتھ فراوانی سے تبرک بھی تقسیم کیا جاتا تھا۔ انجمن حیدریہ کی شب بیداری کے انعقاد کیلئے ابتداء میں کسی قسم کا چندہ نہیں لیا جاتا تھا۔ کئی سالوں تک شب بیداری کے تمام اخراجات تن تنہا ساجد بھائی پورے کرتے تھے۔ شب بیداری کے انتظامات میں محلے کے تمام لوگ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ شب بیداری کے تمام کام خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے تھے حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ پھر کچھ سالوں کے بعد ساجد بھائی، سادات کالونی سے تعلق رکھنے والے ان کے کچھ رفقاء کار، سادات کالونی کے مومنین اور انجمن حیدریہ کے ممبران نے شب بیداری کے انعقاد اور اسے فروغ دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

امام بارگاہ کاظمین کی بنیادیں پڑنے کے بعد انجمن حیدریہ کی شب بیداری ۱۹۶۰ء کی دہائی کی ابتدا ہی میں امام بارگاہ کاظمین میں منتقل ہوگئی۔ یہاں پر بھی شب بیداری کافی سالوں تک شامیانوں ہی میں منعقد ہوتی رہی کیونکہ اس وقت تک امام بارگاہ تعمیر نہیں ہوا تھا۔ صرف ایک کمرے پر مشتمل مسجد کاظمین اپنی موجودہ جگہ پر تعمیر کی گئی تھی عشرہ محرم کی مجالس اسی مسجد میں منعقد کی جاتی تھیں۔ رفتہ رفتہ امام بارگاہ کاظمین کی چہاردیواری تعمیر ہوئی اور علم ابوالفضل العباس اپنی موجودہ جگہ پر نصب ہوا۔

امام بارگاہ کاظمین کی موجودہ شہ نشین جس کی بنیاد یہاں کے مومنین نے خود اپنے ہاتھوں سے رکھی تھی۔ اب اس شہ نشین کے سامنے شامیانے لگا کر شب بیداری منعقد کی جانے لگی۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی کے آخری سالوں میں شب بیداری کے بڑے شامیانے کے سامنے لکڑی اور ہارڈ بورڈ سے تیار کیے جانے والے مینار

اور گنبد لگائے گئے جن پر خوبصورت پینٹ کروا کر امام مظلوم کے روضہ مبارک کی شبیہ اقدس کا خاکہ پیش کیا گیا اور یہی وہ وقت تھا، جب ۱۹۶۹ء میں حیدریہ کی شب بیداری میں خیام حسینی، ان کے اطراف تلہ زینبیہ، نہر علقمہ، علموں، اور ذوالجناح کی ایمان افروز زیارتوں کو شامل کیا گیا۔

ان تمام زیارتوں اور دشتِ نینوا کے تصوراتی منظر کو شب بیداری میں شامل کرنے کے اصل محرک جناب سید رفیق حیدر عابدی مرحوم تھے۔ دراصل رفیق حیدر عابدی مرحوم کا ایک خواب تھا۔ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۶ء میں انھیں کربلا کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ میدانِ کربلا اور شام غریباں کا تصور جوان کے ذہن میں بنا تھا اس کو انھوں نے خواب کی شکل میں دیکھا۔ اس کا ذکر رفیق حیدر عابدی نے انجمن حیدریہ کا مجلہ انوارِ شعبان اشاعت نومبر ۲۰۰۰ء میں اپنے مضمون ''تاریخ انجمن حیدریہ'' میں صفحہ ۱۳۹ پر تحریر کیا۔ ان زیارتوں کو شب بیداری میں شامل کرنے کی خواہش کا اظہار انجمن حیدریہ کے کچھ لوگوں اور امام بارگاہ کے سابق مینیجنگ ٹرسٹی سید انصار علی مرحوم (علی صاحب) سے کیا۔ جناب رفیق بھائی مرحوم کی اس خواہش اور شب بیداری میں اس فکری تصور کو زیارت کے طور پر شامل کرنے کے مشورے کو سب نے پسند فرمایا اور علی صاحب مرحوم نے امام بارگاہ کا ظمین کی جانب سے ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

بات صرف خواہش اور مشورے تک نہ رہی بلکہ اسے عملی شکل میں پیش کرنے کے لئے جناب رفیق حیدر عابدی مرحوم حیدریہ کے تمام لوگوں کو ساتھ لے کر فعال ہوئے اور اس طرح رفیق حیدر عابدی مرحوم کو یہ سعادت حاصل ہوئی کی ان کے فکری تصور، خواہش اور مشورے سے انجمن حیدریہ کی شب بیداری میں مذکورہ تمام زیارتوں کو شامل کیا گیا۔ شبیہ خیام حسینی کے اطراف خندق کی کھدائی،

تصوراتی نہر علقمہ کی کھدائی اور اس کی دیواروں کو مٹی سے لیپ کر چکنا اور ہموار کرنا، اس کی دیواروں پر چونے سے سفیدی کرنا جیسے تمام کام حیدریہ کے ممبران نے خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیے۔ یہ نہر عارضی طور پر کھودی گئی۔ کچھ عرصے بعد اس نہر کو پختہ کر کے مستقل کر دیا گیا۔

ان تمام زیارتوں کی شمولیت کے بعد حیدریہ کی شب بیداری ایک یادگار روایتی شب بیداری بن گئی اور اس شب بیداری کو وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ آج عزائے حسین کے سلسلہ میں برپا کی جانے والی تمام مرئی شب بیداریوں میں سب سے بلند مقام معروف ترین شب بیداری انجمن حیدریہ کی شب بیداری ہے۔ خطہ ارض پر کسی بھی جگہ عزاداری حسین کے سلسلہ میں برپا کی جانے والی ایسی شب بیداری کی مثال نہیں ملتی۔

حیدریہ نے اپنی شب بیداری میں کچھ اصول وضع کر کے مزید روایت قائم کی۔ فیصلہ کیا گیا کہ شب بیداری کی مجلس بعد مغربین فوراً شروع کی جائے اور کسی معروف ذاکر سے مجلس پڑھوائی جائے تاکہ ابتداء سے مجمع اکٹھا ہو جائے اسی طرح شب بیداری میں شہر کی معروف انجمنوں کی ایک مخصوص تعداد کو مدعو کرنے کا فیصلہ ہوا۔ مدعو شدہ انجمنوں کو نوحہ خوانی کیلئے ایک وقت دیا گیا اور ہر انجمن کو پابند کیا گیا کہ وہ وقت مقررہ میں اپنی نوحہ خوانی مکمل کر لیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اذانِ فجر سے قبل کسی ذاکرِ حسین سے مختصراً مصائبِ کربلا پڑھوانا اور بعد ختمِ مصائب سلام آخر اور پھر اذانِ فجر ہونا جیسے اصولوں نے انجمنِ حیدریہ کی شب بیداری کے اختتام کو پر اثر اور منفرد بنایا۔ ان تمام روایات کو قائم رکھتے ہوئے انجمن حیدریہ کی شب بیداری آج تک ہر سال منعقد کی جا رہی ہے۔

جب انجمن حیدریہ کی شب بیداری کو مزکورہ زیارتوں کی شمولیت اور منفرد

اصولوں کے سبب بے انتہا مقبولیت حاصل ہوئی اُس وقت امام بارگاہ تاظمین تعمیر نہیں ہوا تھا۔ کاظمین کے اندر کا تمام فرش کچا تھا۔ جس کی صفائی میں کئی کئی دنوں تک کام کیا جاتا تھا۔ امام بارگاہ کے باہر بھی چاروں اطراف صفائی کی جاتی تھی۔ شب بیداری میں تشریف لانے والے مومنین کی تمام ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے ان کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ امام بارگاہ کاظمین کے باہر جہاں اِس وقت ''سادات اسکوائر'' کی بلند عمارت موجود ہے یہاں پر اُس وقت کسی قسم کی کوئی تعمیر یا عمارت موجود نہ تھی۔

شب بیداری والے دن امام بارگاہ کے سامنے جہاں اس وقت انجمن حیدریہ کا دفتر موجود ہے، یہاں سے سادات اسکوائر کے دوسرے کنارے تک ایک دوسرے سے منسلک شامیانے ایک پٹی کی شکل میں لگائے جاتے تھے۔ ان شامیانوں میں امام بارگاہ کاظمین کے موجودہ گیٹ کے سامنے ایک بڑا استقبالیہ ترتیب دیا جاتا تھا۔ شامیانوں کے باقی حصوں میں شرکائے شب بیداری کے بیٹھنے اور چائے پلانے کے انتظامات کیئے جاتے تھے۔ ان شامیانوں کے سامنے دینی، اسلامی، تاریخی کتب اور دیگر تبرکات فروخت کرنے والوں کے اسٹالز بھی لگائے جاتے تھے۔

انجمن حیدریہ کی اس روایتی شب بیداری کو وہ مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی کی ابتداء میں شرکت کے لئے کراچی کے ہر محلے، ہر کالونی اور ہر بستی سے بڑی تعداد میں مومنین و مومنات نے آنا شروع کیا۔ شب بیداری والے دن سادات کالونی کے ہر گھر میں مہمان ہوتے تھے، جو خاص طور پر شب بیداری میں شرکت کے تشریف لاتے تھے۔ اس شب بیداری میں مومنین کی آمد صرف کراچی تک سے محدود نہ تھی بلکہ سندھ اور پنجاب کے شہروں سے بھی مومنین شب بیداری

میں شرکت اور زیارات کیلئے آتے تھے۔

شب بیداری والے دن شام سے ہی مجمع بڑھنا شروع ہو جاتا تھا۔ مجلس کے وقت امام بارگاہ اور اس کے باہر کا صحن والا حصہ مومنین سے بھرا ہوتا تھا۔ اوّل شب سے ہی امام بارگاہ کے باہر سڑک پر مومنین کے مجمع کا یہ عالم ہوتا تھا کہ سڑک دکھائی نہیں دیتی تھی۔ شہر کراچی کی ہر انجمن کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اسے انجمن حیدریہ کی شب بیداری میں نوحہ خوانی کا موقع حاصل ہو۔

حیدریہ کی شب بیداری میں انجمنوں کو مدعو کرنے کیلئے انجمنوں کا جو معیار اور جو اصول بنائے گئے تھے ان پر کاربند رہتے ہوئے۔ انجمنوں کو شب بیداری میں شرکت کی دعوت دی جاتی تھی۔ کسی کی خواہش یا سفارش پر اصولوں سے انحراف نہیں کیا جاتا تھا۔

اس وقت ہم انجمن حیدریہ میں صاحب بیاض کی حیثیت سے نوحہ خوانی کرتے تھے اور انجمن حیدریہ اس وقت نوحہ خوانی اور ماتم میں شہر کی چند معروف انجمنوں میں شمار ہوتی تھی۔ ہمارے ساتھ حسن باقر، دلشاد، امداد حسین مرحوم، یاور حسین مرحوم، حبیب بھائی مرحوم شریکِ نوحہ خوانی ہوا کرتے تھے۔ ہم میں سے بھی کوئی کسی ایسی انجمن کو شب بیداری میں بلانے کی لئے سفارش نہیں کر سکتا تھا جو مقررہ معیار پر پوری نہ اترتی ہو۔ شب بیداری کے انعقاد کے لئے کئی ہفتوں پہلے سے جانفشانی کے ساتھ کام کرنے والے انجمن حیدریہ کے ممبران اور حیدریہ کے اکابرین کی بھی یہ دلی خواہش ہوتی تھی کی حیدریہ کی شب بیداری کے معیار میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ ہونے پائے ذاتی خواہشات پر حیدریہ کی شب بیداری کی کامیابی فوقیت رکھتی تھی۔

انجمن حیدریہ کی شب بیداری میں کراچی کی معروف انجمنوں کے علاوہ

حیدرآباد اور دیگر شہروں سے بھی معروف انجمنوں کو بلایا جاتا تھا۔اس شب بیداری کے لئے انجمنیں بڑی تیاری کے ساتھ آتی تھیں اور ہر انجمن نئے اور معیاری کلام پیش کرتی تھی۔ شب بیداری کی مجلس ختم ہونے کے بعد پہلی انجمن کے طور پر نوحہ خوانی کی ابتداء شہر کی کوئی معروف انجمن سے کرائی جاتی تھی اور شب بیداری کے اختتام تک یہی معیار برقرار رہتا تھا۔ جو انجمنیں بھی نوحہ خوانی میں اپنا معیار بلند کرتی تھیں، ایسی انجمنوں کو بھی ہر سال شب بیداری میں مدعو کیا جاتا تھا۔

انجمن حیدریہ کی شب بیداری میں تشریف لانے والے مومنین دور دور سے آتے تھے۔ تمام ضروریات کے انتظامات کے ساتھ ساتھ تمام رات چائے پلانے کے انتظامات کئے جاتے تھے۔ مومنین کیلئے چائے پلانے کا بڑا انتظام اسی جگہ پر ہوتا تھا جہاں آج ہوتا ہے۔ رات بھر بڑے پیمانے پر چائے کی تیاری کا انتظام کیا جاتا تھا۔ جس طرح آج شب بیداری میں کیا جاتا ہے۔ بہت بڑے پیمانے پر چائے تیاری کی تمام ذمہ داری جناب ذوالفقار حیدر مرحوم (فولادی صاحب) بڑی جانفشانی سے انجام دیتے تھے۔ جناب فولادی صاحب مرحوم کے ساتھ سادات کالونی کے کئے دوسرے لوگ ان کی معاونت کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ناظم حسین مرحوم، ظفر خلوص مرحوم، مشتاق حسین مرحوم اور کئی دوسرے مومنین شامل ہوا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ ساجد بھائی مرحوم ''انجمن ناصر العزاء'' کے ''اتن بھائی مرحوم کو بھی اس کام کے لئے شب بیداری والے دن خصوصی طور پر بلاتے تھے۔

انجمن حیدریہ کی اس روایتی شب بیداری میں جس طرح بھرپور تعداد میں مومنین تشریف لاتے تھے اسی طرح ابتداء ہی سے خواتین بھی بڑی تعداد میں تشریف لاتی تھیں۔ ابتداء میں ان مومنات کے لئے صحن مسجد میں انتظامات کئے

جاتے تھے۔ اس وقت مسجد کا صحن آج جیسا نہیں تھا۔ یہاں پر بڑے بڑے شامیانے لگائے جاتے تھے اور مومنات کے پردے کا خیال رکھتے ہوئے بڑے قرینے کے ساتھ امام بارگاہ کے موجودہ صحن کے رخ پر بڑی بڑی چقیں ایک دوسرے سے منسلک کر کے اس طرح لٹکائی جاتی تھیں کہ مومنات کی بے پردگی بھی نہ ہو اور مومنات خیام حسینی، تلہ زینبیہ، علم و ذوالجناح، شبیہ نہر علقمہ کی زیارت سے بھی مستفیض ہو سکیں۔

اب آج اس وقت کے دور میں جبکہ امام بارگاہ کاظمین اور مسجد کاظمین مکمل طور پر تعمیر ہو چکے ہیں اور مومنات بھی پہلے کے مقابلہ میں بہت بڑی تعداد میں شب بیداری میں شرکت کے لئے تشریف لاتی ہیں لہٰذا ان کے لئے اب امام بارگاہ کے باہر پچھلی سڑک پر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بڑے بڑے شامیانے لگا کر انتظامات کئے جاتے ہیں۔ خواتین کے لئے لگائے گئے ان شامیانوں میں بڑے بڑے پردے (اسکرین) نصب کئے جاتے ہیں۔ جن پر امام بارگاہ میں ہونے والے مجلس، نوحہ خوانی، ماتم اور شب بیداری کے تمام مناظر کو دکھایا جاتا ہے۔

شہر کراچی میں برپا کی جانے والی تمام شب بیداریوں میں آج بھی سب سے بڑی معروف اور بلند معیار شب بیداری انجمن حیدریہ کی شب بیداری ہے۔ اس وقت ضرورت امر یہ ہے کی ماضی کے سابقہ معیار کو مد نظر رکھا جائے اور موجودہ تقاضوں کے مطابق شب بیداری کو اس طرح منظم اور مستحکم طریقوں سے برپا کیا جائے کہ شب بیداری کا معیار اور اس کی انفرادیت برقرار رہے۔ ذاتی خواہشات پر شب بیداری کے وقار، معیار اور عروج کو ترجیح دی جائے۔

یہ شب بیداری سادات کالونی اور انجمن حیدریہ کی پہچان ہے۔ یہ

سادات کالونی کے مومنین کی اپنی شب بیداری ہے لہٰذا افراد کو اجتماعی طرزِ عمل اور اتحاد و وحدت کے ساتھ اس شب بیداری کے بلند معیار کو قائم رکھنا ہے۔

اگر آج شب بیداری میں کہیں پر کسی بھی قسم کا انحطاط دکھائی دے تو اس پر توجہ دینا ضروری ہے۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ شب بیداری میں عزادارانِ حسین منفرد زیارتوں سے مستفیض ہونے، معیاری مجلس سننے اور شب بیداری میں ابتدا ہی سے معروف انجمنوں کو سننے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ ہر نسل کے افراد پر یہ فرض ہے کہ وہ آنے والی نسل میں عزاداری کو منظم و مستحکم طریقے سے منتقل کریں۔ اگر اس امر میں غفلت یا بخالت سے کام لیا تو یاد رکھیں کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب کسی کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ جس طرح سابقہ لوگوں نے اس شب بیداری کو یادگار شب بیداری بنایا اور شب بیداری کے انعقاد کے لئے جو انتھک محنت اور جانفشانی سے کام کیا اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ ان میں سے بہت سے اب اس دنیا میں موجود نہیں۔ لیکن انھوں نے اس شب بیداری کو انتہائی عروج پر اگلی نسل کو منتقل کیا۔

امام بارگاہ کی تکمیل اور سادات اسکوائر کی عمارت تعمیر ہونے کے بعد اب تمام تر سہولیات حاصل ہیں۔ لہٰذا اب انجمن حیدریہ کے موجودہ ذمہ داران اور موجود نسل پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ شب بیداری کے معیار اور عروج کو برقرار رکھتے ہوئے آنے والی نسل میں منتقل کریں۔

انجمن حیدریہ کے نوحہ خوان

''انجمن حیدریہ کا قیام'' کے عنوان میں یہ تحریر کر چکے ہیں کہ انجمن حیدریہ کے پہلے صاحب بیاض اشرف علی عابدی مرحوم اور جناب حبیب حیدر بھائی مرحوم تھے۔ ان کے علاوہ جعفر حسین مرحوم (جعفر دادا) بھی انجمن حیدریہ کے بینر تلے نوحہ خوانی کرتے تھے۔ ہم انھیں بھی انجمن حیدریہ کے پہلے صاحب بیاضوں میں شمار کرتے ہیں۔ نوحہ خوانی میں روایت پڑھنے کے شہنشاہ کا مقام رکھتے تھے۔ مرکزی جلوسوں میں بنچوں پر کھڑے ہو کر نوحہ خوانی کرنے کی روایت انجمن حیدریہ نے قائم کی۔ انجمن حیدریہ کے روح رواں اور بانی ساجد بھائی مرحوم نے سب سے پہلے عاشورہ کے ماتمی جلوس میں جعفر دادا مرحوم کو اسٹول یا بنچ پر کھڑا کر کے نوحہ خوانی کروائی۔ بعد میں دوسری انجمنوں نے اس کی تقلید کی۔ آج زیادہ تر انجمنوں کے نوحہ خوان بنچوں پر کھڑے ہو کر نوحہ خوانی کرتے ہیں لیکن کچھ انجمنوں کے نوحہ خوانوں نے اسے پسند نہیں کیا۔ آج بھی ان انجمنوں کے نوحہ خوان جلوسوں میں اپنی انجمن کے ماتمی دستہ میں زمین پر کھڑے ہو کر نوحہ خوانی کرتے ہیں۔

جعفر دادا انجمن حیدریہ کے مستقل صاحب بیاض نہ رہے۔ انھوں نے حیدریہ کے علاوہ کئی دوسری انجمنوں میں بھی نوحہ خوانی کی۔ حیدریہ کے نوحہ خوان حضرات کے تذکرے میں ایک اور نام ذہن میں بیدار ہوا اور وہ تھے جناب جانی

صاحب مرحوم جو ابتدائی دور کے مرکزی ماتمی جلوسوں میں حیدریہ کے بینر تلے نوحہ خوانی کرتے تھے اس دور میں جناب ابرار حسین آثر نے بھی انجمن حیدریہ میں نوحہ خوانی کی وہ اپنا ایک مخصوص نوحہ "اے کردگار صرف تیرے نام کے لئے شبیر گھر سے نکلے ہیں اسلام کے لئے" پڑھا کرتے تھے۔

۱۹۶۰ء کی دہائی کا ابتدائی نصف حصہ ایسا گزرا جس میں انجمن حیدریہ کو نوحہ خوانی کے شعبہ میں مسائل کا سامنا رہا۔ سادات کالونی سے باہر کے لوگوں نے انجمن حیدریہ میں نوحہ خوانی کی۔ ان چار پانچ سالوں میں ڈرگ کالونی نمبر ۵ کے رہائشی جنابِ عباس صاحب، ڈرگ کالونی نمبر ۴ کے معصوم رضا عابدی اور ذیشان حیدر ذیشان نے انجمن حیدریہ میں صاحب بیاض کی حیثیت سے نوحہ خوانی کی لیکن جب تک اور جہاں جہاں اشرف علی عابدی مرحوم اور حبیب حیدر بھائی مرحوم نے نوحہ خوانی کی، میں ان کے ساتھ نوحہ خوانی میں شریک ہوتا تھا۔ مذکورہ وہ تمام حضرات جو سادات کالونی کے رہائشی نہیں تھے اور انھوں نے انجمن حیدریہ میں نوحہ خوانی کی۔ وہ انجمن حیدریہ کے پروگراموں میں بحیثیت صاحب بیاض شرکت ضرور کرتے تھے لیکن سادات کالونی کے عشرۂ محرم کی مجالس میں زیادہ تر میں ہی نوحہ خوانی کرتا تھا۔ اس لئے کے سادات کالونی سے باہر کا رہنے والا عشرۂ محرم میں اپنے گھر اور اپنے محلّہ کی نذر و نیاز اور مجالس چھوڑ کر سادات کالونی میں نوحہ خوانی کیلئے وقت نہیں دے سکتا تھا۔

ستمبر ۱۹۶۵ء کو جب ہندوستان اور پاکستان کی جنگ شروع ہوئی تو اس وقت پاکستانی قوم نے مثالی اتحاد اور یک جہتی کا مظاہرہ کیا۔ ہر محبِ وطن پاکستان کی بقا و کامیابی اور فتح و نصرت کے لئے دعا گو تھا۔ سترہ دن کی اس جنگ میں سادات کالونی کے تمام مومنین خصوصاً انجمن حیدریہ کے تمام ممبران بعد مغربین

عابدی امام بارگاہ پر اکٹھا ہوتے تھے اور عابدی امام بارگاہ میں سترہ دن کی اس جنگ میں ہر روز ماتم برپا ہوتا تھا اور ہم ایک مخصوص نوحہ:

وفا داروں وفا سے کام لینا

شہید کاربلا کا نام لینا

پڑھتے تھے۔ نوحہ و ماتم کے اختتام پر پاکستان کی کامیابی اور فتح و نصرت کے لئے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ اس کے بعد تمام لوگ رات گئے تک یہاں پر جمع رہتے تھے۔ اس وقت انجمن حیدریہ اور سادات کالونی کے تمام لوگوں میں مثالی جوش و جذبہ، یک جہتی اور اتحاد سامنے آیا۔ یہی وہ وقت تھا جب رفیق حیدر عابدی مرحوم اس عزم کے ساتھ آگے بڑھے کہ انجمن حیدریہ کو نوحہ خوانی میں کراچی کی صفِ اول کی انجمنوں میں مقام حاصل ہو جائے۔ اس وقت یہ فیصلہ کیا گیا کہ انجمن حیدریہ میں اب کوئی باہر سے آکر نوحہ خوانی نہیں کرے گا۔ انجمن حیدریہ میں صاحب بیاض صرف وہ ہوگا جس کا تعلق جس کی رہائش سادات کالونی میں ہو۔ اس طرح ۱۹۶۶ء میں انجمن حیدریہ کے صاحب بیاض کی حیثیت سے مجھے (سید ظہیر حسن زیدی) سامنے لانے کا فیصلہ کیا گیا۔

بحیثیت صاحب بیاض انجمن حیدریہ

(سید ظہیر حسن زیدی)

یہ ذمہ داری ہم نے صرف اور صرف رفیق حیدر عابدی مرحوم کی خواہش پر قبول کی۔ اس عظیم مقصد کیلئے وہ بانیٔ انجمن ساجد بھائی مرحوم، وصی الحسن عابدی مرحوم، حبیب حیدر بھائی، مقبول احمد جھنو بھائی مرحوم، حیدر حسین جعفری مرحوم، مقصود الحسن عابدی اور کئی دوسرے لوگوں کا ساتھ لے کر فعال ہوئے۔ ان کے ساتھ ہر کام میں ہم، قمر حیدر اور حسن باقر شریک کار ہوتے تھے۔ اس وقت انجمن حیدریہ نوحہ خوانی میں بڑی کسم پرسی سے دوچار تھی۔ رفیق حیدر عابدی مرحوم اس عزم کے ساتھ آگے بڑھے کہ انجمن حیدریہ کو نوحہ خوانی میں صفِ اول کی انجمنوں میں مقام حاصل ہو جائے۔

رفیق حیدر عابدی مرحوم، ساجد بھائی مرحوم حبیب بھائی مرحوم، ہم، قمر حیدر اور حسن باقر ہمہ وقت نئے کلام، نوحے اور نوحوں کی دھنوں کے حصول کی کاوشوں میں مصروف رہتے تھے۔ تعطیل والا پورا دن ایسی ہی مصروفیات میں گزر جاتا تھا۔ اس وقت ہر فرد نے دلچسپی لی اور ہر فرد نے اپنا کردار احسن طریقے سے ادا کیا۔ ہر فرد کا انجمن کے ساتھ ایک پر خلوص لگاؤ تھا۔ یک جہتی کا ماحول تھا۔ یہی وجہ تھی کی صرف دو سال کی مدت میں ہم نے اپنے مقاصد حاصل کر لئے۔ اس

وقت ضیاء الحسن موسوی مرحوم، ابرار حسین آثر مرحوم اور پھر ڈاکٹر ہلال نقوی سے انجمن کے لئے نوحے کہلوائے گئے۔ یہ شعراء اس وقت صرف انجمن حیدریہ کے لئے لکھتے تھے۔ زوار حسین مرحوم (ریڈیو پاکستان) کو نوحوں کی دھنیں مرتب کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ پورے محلے کے لوگوں نے دلچسپی لی۔ عابدی امام بارگاہ انجمن کی سرگرمیوں اور اجتماع کا مرکز ہوتا تھا۔ ہر شبِ جمعہ عابدی امام بارگاہ میں مجلس برپا ہوتی تھی۔ جس میں پوری انجمن ماتم کرتی تھی اور نئے کلام اور نئی دھنوں کو پڑھ کر مشق کی جاتی تھی۔

تمام اہل محلّہ کی یک جہتی اور شب و روز کی محنت کا صلہ تھا کہ صرف دو سال کے عرصے میں انجمن حیدریہ کا شمار نوحہ خوانی کرنے والی صفِ اول کی انجمنوں میں ہونے لگا اور اللہ نے مجھے کراچی کے معروف نوحہ خوانوں ان میں ایک مقام عطاء کیا۔ اس وقت ہماری نوحہ خوانی کے ہر شریک یاور حسین مرحوم، حسن باقر، امداد حسین مرحوم، دلشاد حسین تھے۔ یاور حسین مرحوم بڑی ذمہ داری سے بیاضوں کی نگہداشت کرتے تھے۔ ان کی موجودگی میں نوحہ خوانی کرتے وقت ہمیں کسی قسم کی دشواری نہیں ہوتی تھی۔ حبیب حیدر بھائی مرحوم انجمن حیدریہ کے سینیر نوحہ خواں ہونے کے باوجود ہمارے ساتھ کھڑے ہو کر نوحہ خوانی کرتے تھے۔ یہ ان کی بڑائی اور انجمن حیدریہ سے وفاداری تھی۔

ان کے علاوہ منظر صاحب مرحوم اور ذکی حیدر جیسے سینیر لوگ بھی نوحہ خوانی میں ہمارے ساتھ ہوتے تھے۔ بعد میں قنبر شبیر کو بھی بازوؤں کی حیثیت سے ساتھ کھڑا کیا۔ ہم نے ہمیشہ ہر نوحہ پڑھنے والے نوعمروں کی حوصلہ افزائی کی اور یہی چاہا کہ زیادہ سے زیادہ نوحہ پڑھنے والے پیدا ہوں۔ اس وقت قدیر خان انجمن حیدریہ میں سالارِ دستہ ہوتے تھے۔ سالارِ دستہ کے ساتھ ساتھ انجمن حیدریہ کی فروغ کے

لئے بڑی تن دہی سے اپنا کردار ادا کیا۔ انجمن حیدریہ کے ہر کام میں خلوص نیت سے پیش پیش رہے۔ ان کے ساتھ امداد حسین ہر کام میں آگے رہتے تھے۔

ضیاء الحسن موسوی مرحوم، ابرار حسین اثر مرحوم اور ڈاکٹر ہلال نقوی کا شمار صفِ اول کے شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کی بڑائی تھی کہ انھوں نے کلام دینے کے بعد کبھی یہ نہیں سوچا کہ ان کا کلام کب اور کہاں پڑھا گیا اور کہاں نہیں پڑھا گیا۔ ان شعراء سے کلام کہلوانے کے لئے ہم نے جس خواہش کا اظہار کیا اس کے مطابق کلام لکھ کر حوصلہ افزائی کی۔ ہم نے ان مذکورہ شعراء کرام کے کلام کے ساتھ ساتھ دورِ قدیم، متوسطین اور دورِ حاضر کے شعراء کے مرثیوں سے انتخاب اور مختلف روایات بھی نوحہ خوانی کے انداز میں پڑھیں۔ ان میں آغا سکندر مہدی کے مرثیوں سے منتخب کلام بھی نوحہ خوانی کی صورت میں پڑھا گیا۔ ان کے علاوہ باقر انجم اور صفدر حسین ہاتف مرحوم کا کلام بھی نوحہ خوانی میں پڑھا یہ دونوں حضرات سادات کالونی کی محترم شخصیات ہیں۔

ہم نے اور ہمارے ہم شریک نوحہ خوانی (معاونین) نے محنت کی۔ ان شعراء کے کلام اور زوار حسین مرحوم کی مرتب کی ہوئی دھنوں کو پڑھنے کا حق ادا کیا۔ جس جوش اور جذبہ سے نوحہ خوانی کی وہ آپس میں اتحاد اور یک جہتی کا نتیجہ تھا نوحہ خوانی میں مقبولیت اور کوئی مقام حاصل کرنے کے لئے صاحب بیاض کا کردار کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اپنے معاونین کے ساتھ اشتراک عمل میں سچائی اور نوحہ خوانی کے تمام تقاضوں پر پورا اترنے کیلئے سخت محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بغیر مقبولیت ممکن نہیں۔

ہم اپنے معاونین نوحہ خوانوں یاور حسین، امداد حسین، دلشاد حسین اور حسن باقر کے ساتھ کئی کئی گھنٹوں تک مسلسل نوحوں کی مشق کرتے تھے۔ ہمارے

ساتھ حبیب بھائی مرحوم بھی ہوا کرتے تھے۔ بعد میں انجمن کے ساتھ بھی مشق کرتے تھے۔ اور شب جمعہ جب عابدی امام بارگاہ میں پوری انجمن کے ساتھ سینہ زنی کرتے ہوئے نیا کلام اور نئی دھن پڑھتے تھے تو دھن کے ساتھ کلام ازبر ہو جاتا تھا۔ اس طرح ہر سال محرم سے قبل کئی نئے کلام اور کئی دھنیں سامنے آتی تھیں یہ پوری انجمن کی اجتماعی کوشش کا نتیجہ تھا کو صرف دو سال کی مدت میں انجمن حیدریہ نوحہ خوانی میں بام عروج پر نظر آنے لگی۔

۷۸۔۱۹۶۷ء کی دہائی اور اس سے پیش تر کچھ سالوں کا عرصہ ہماری نوحہ خوانی کا انتہائی عروج کا دور تھا۔ اس دور کی عزاداری انجمنوں، نوحہ خوانوں، شب بیداریوں، مرکزی جلوسوں کے معیار کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ صرف ہمارے محلے سادات کالونی میں شام پانچ بجے سے دو ڈھائی بجے رات تک ہم ماتم و نوحہ خوانی میں مصروف رہتے تھے۔ پہلی محرم بلکہ چاندرات سے شب عاشور تک ہر مجلس میں تاریخ کی مناسبت سے نوحہ خوانی کرتے تھے۔ ہر مجلس میں نوحہ خوانی ہوتی تھی۔ ہر رات مجالس میں دس بارہ کلام پڑھے جاتے تھے۔ جن میں طویل مسدسیں بھی شامل ہوتی تھیں۔ جس انداز سے نوحہ خوانی اور سینہ زنی ہوتی تھی آج اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔

عشرۂ محرم کی تمام مجالس میں بھرپور نوحہ خوانی و سینہ زنی ہوتی تھی لیکن مخصوص تاریخوں پر جب زیارات برآمد ہوتی تھیں، امام بارگاہ عابدی برادران میں جو ماتم ہوتا تھا، اُس کے جوش و جذبہ کو الفاظ دینا مشکل ہے۔ عابدی امام بارگاہ میں ہم منبر کے ساتھ کھڑے ہو کر نوحہ خوانی کرتے تھے ہمارے ساتھ حسن باقر، امداد، دلشاد، قنبر شبر ہوتے تھے، یاور ماموں کے ہاتھ میں بیاض ہوتی تھی ان کے علاوہ حبیب بھائی مرحوم، زکی حیدر اور منظر صاحب مرحوم بھی ساتھ ہوتے تھے۔

ان تمام معتبر نوحہ خوانوں اور بازوؤں کے ساتھ جب نوحہ پڑھتے تھے تو اگر مائیک نہ ہو یا اُس کی آواز خراب ہو جائے تو ہم خود مائیک بند کر دیتے تھے اور عالم یہ ہوتا تھا کہ نوحہ کا ایک ایک لفظ باہر کھڑے ہوئے سامعین سن سکتے تھے۔ امام بارگاہ ماتمیوں سے کچھا کھچ بھرا ہوتا تھا۔ امام بارگاہ کی داہنی طرف کا حصہ اُس وقت کے نوعمروں اور نوجوان ماتمیوں سے بھرا ہوتا تھا۔

ان ماتمیوں میں حامد رضا (شدو)، حسن اختر، قمر حیدر، افضال، شبیر، جعفر (جھو)، وزیر عباس (بجن)، جمیل عباس جعفری، انصار مرحوم، نقی (نقن)، سعید، سلمان، انور، معجز مرحوم، نیر عباس، محمد مہدی (مدن)، ممتاز حیدر (بجن) مرحوم سجاد، علی مہدی مرحوم، سلّن مرحوم، زیارت، جعفر، مظفر، مظفر حسین (آزاد)، عشرت، خورشید مرحوم، بادشاہ، غلام حیدر اور اُس دور کے تمام نوجوان ماتمی ہوتے تھے۔ جبکہ امام بارگاہ کی بائیں صرف بڑے ماتمی ہوتے تھے، جن میں رفیق حیدر عابدی مرحوم، اقبال حیدر عابدی مرحوم، علمدار عابدی مرحوم، محفوظ عابدی مرحوم، امتیاز علی مرحوم، حسن عباس، خورشید عابدی، انعام عابدی (نمو) مرحوم، عباس حیدر مرحوم، اقبال رضا، ساجد بھائی مرحوم، مقبول احمد (جھنو بھائی) مرحوم، قمر صاحب مرحوم، حیدر حسین جعفری مرحوم، سرور جاپانی مرحوم، قمر صاحب مرحوم، للن بھائی مرحوم، انیس، اخلاق (داندوپور)، شہادت صاحب مرحوم، قدیر خان (سالاردستہ)، زوار مرحوم، شجرالحسن مرحوم، مشتاق مرحوم، امیر حسن مرحوم، علی باقر، شہزاد صاحب مرحوم، ذوالفقار مرحوم، یاور حسین مرحوم، عارف رضا مرحوم ہوتے تھے۔ حسو بھائی (پیارے کے والد) اور اُن کے ساتھ ابل، احمد اور نجم مرحوم صرف ماتم کے لئے ڈرگ کالونی سے یہاں آتے تھے۔ اسی قسم کا پرجوش ماتم اور نوحہ خوانی قمر صاحب کے عزاخانے میں ہوتی تھی۔

اسی طرح شب عاشور امام بارگاہ کاظمین میں بڑے جوش و جذبے کے ساتھ نوحہ و ماتم برپا ہوتا تھا۔ تابوتِ امام حسین علیہ السلام برآمد ہونے کے بعد کافی دیر تک امام بارگاہ کے اندر نوحہ خوانی کے ساتھ ایک ہاتھ سے ماتم کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد ہم (سید ظہیر حسن زیدی)، دلشاد، امداد، حسن باقر، یاور ماموں، قنبر شبر اور کئی دوسرے لوگ مل کر (قاصد میرا خط لے جا) نوحہ پڑھتے تھے جس پر دو ہاتھ سے بھرپور ماتم ہوتا تھا۔ دو ہاتھ کے ماتمیوں میں انصار مرحوم، بہو مرحوم، توقیر مرحوم، آفتاب مرحوم، علی مرحوم، حسن اختر مرحوم، قدیر خان، افضال، حامد رضا، جعفر جفو اور دوسرے لوگ بڑے جوش کے ساتھ ماتم داری میں حصہ لیتے تھے کچھ دیر بعد یہ تمام ماتمی امام بارگاہ سے باہر کھلے صحن میں آجاتے تھے۔ اُس وقت اندرونی گیٹ کے باہر مائیک پر نوحہ پڑھا جاتا تھا اور دو ہاتھ سے ماتم اس قدر جوش اور جذبے سے کیا جاتا تھا کہ شب عاشور زیارت کے لئے آنے والے لوگ بھی اس ماتم میں شامل ہوجاتے تھے۔ اور یہ ماتم دار بیرونی گیٹ تک پھیلے ہوتے تھے۔

اُس دور کا یہ ماتم و نوحہ خوانی تاریخ کا حصہ بن کر رہ گیا ہے۔ خدا کرے آج کی نسل میں اور آج کے ماتم داروں میں بھی وہ جذبہ پیدا ہوجائے اور عشرۂ محرم میں ہر جگہ اُسی انداز سے نوحہ و ماتم ہو جن نوحہ خوانوں اور ماتمیوں کا یہاں پر تذکرہ کیا۔ اُن میں جو مرحومین کی صف میں شامل ہوچکے ہیں پروردگار انہیں جوار سید الشہداء میں جگہ دے اور اُس دور کے جو ماتمی، نوحہ خوان اور عزادار حیات ہیں حسین علیہ السلام کے صدقے میں صحت و سلامتی کے ساتھ اُن کی عمر دراز کرے آمین۔

اس دور میں عشرۂ محرم میں دس دنوں تک محلّے سے باہر رات کے کسی بھی پرگرام میں انجمن شرکت نہیں کرتی تھی تا کہ محلّے کی مجالس متاثر نہ ہوں۔ عشرۂ محرم

کے پہلے اتوار کو صرف ایک سالانہ مجلس میں انجمن حیدریہ شرکت کرتی تھی۔ یہ مجلس انجمن معین العزاء، کے تاحیات صدر جناب ابومحمد رضوی صاحب مرحوم کے عزاخانہ سندھی ہوٹل لیاقت آباد میں منعقد ہوتی تھی جوان کی قدیم سالانہ مجلس تھی اور یہ مجلس شام میں برپا ہوتی تھی اور مغرب سے قبل ختم ہو جاتی تھی۔ ابومحمد رضوی مرحوم نہایت مشفق، مخلص، عظیم عزادار اور انجمن حیدریہ کے لئے نیک خواہشات رکھنے والے خیر خواہ تھے۔

آٹھ محرم اور نو محرم ہمارے لئے انتہائی مصروف ترین تاریخیں ہوتی تھیں، کثیر تعداد میں مجالس اور ایک ہی وقت میں برآمد ہونے والے کئی کئی متفق علموں کے جلوسوں میں نوحہ خوانی کرنے کے لئے اپنے معاونین کے ساتھ ذمہ داریاں تقسیم کر لیتے تھے تاکہ معمول کی مجالس متاثر نہ ہوں۔ اسی طرح سات محرم کو بانیِ انجمن حیدریہ ساجد بھائی مرحوم کے گھر سے برآمد ہونے والے جلوس مہندی میں بھی انجمن بھرپور طریقے سے شرکت کرتی تھی۔

اس دور میں انجمن کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ عشرۂ محرم میں دس دنوں تک محلے کی مجالس اور جلوسوں میں نوحہ و ماتم میں کسی بھی قسم کی کوئی تشنگی نہ پائی جائے۔ ہر مجلس میں نوحہ خوانی اور سینہ زنی ہوتی تھی۔ ان ایام میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی عزاخانہ میں نوحہ خوانی نہ ہو اور زیارت پڑھا دی جائے۔ ہماری سوچ و فکر صرف نوحہ و ماتم کو فروغ دینے تک محدود تھی۔ خودنمائی کے خواہاں نہ تھے۔ آڈیو، وڈیو کا وجود نہ تھا۔ مرکزی جلوسوں میں کامیاب نوحہ خوانی کرنا اور شب بیداریوں میں بہتر سے بہتر دھنیں اور کلام پڑھنا ہمارا مطمع نظر ہوتا تھا۔ صرف ہم تک یا ہماری انجمن تک موقوف نہ تھا بلکہ اس دور کے تمام نوحہ خوان اور تمام انجمنیں مرکزی جلوسوں میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتی تھیں۔

اس دور میں دس محرم عاشورہ اور چہلم کے مرکزی جلوسوں میں تقریباً بیس سے زائد صرف اردو زبان میں نوحہ خوانی کرنے والی انجمنیں شرکت کرتی تھیں۔ ان کے علاوہ دیگر انجمنیں بھی ہوتی تھیں جو ابتداء سے جلوس کے اختتام تک اپنی شمولیت برقرار رکھتی تھیں۔ اس دور کی تمام انجمنیں، تمام ماتم داران انجمن اور تمام نوحہ خوان شب عاشور تمام رات نوحہ خوانی اور سینہ زنی میں مصروف رہنے کے باوجود جلوس عاشورہ میں ابتداء سے جلوس کے اختتام تک جوش وجذبے کے ساتھ سینہ زنی اور نوحہ خوانی میں مصروف رہتے تھے۔ کوئی بھی انجمن ایسی نہ ہوتی تھی جو عزاخانہ زہرا یا نمائش تک نوحہ خوانی کرتی اور واپس چلی جاتی۔

اس دور میں انجمن اور صاحب بیاض دونوں کے لئے یہ کسر شان تھا۔ اس دور کے مرکزی جلوسوں میں انجمن صدر اور ایم اے جناح روڈ جیسی جگہوں پر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو کر دو دو ڈھائی ڈھائی گھنٹوں تک نوحہ خوانی کرتی تھیں۔ ایسے موقعوں پر اکثر ہم نے کئے انجمنوں کے حصار میں نوحہ خوانی کی ان موقعوں پر پوری انجمن اس جوش وجذبہ سے سینہ زنی کرتی تھی کہ کسی جگہ کسی قسم کی کمی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ انجمنوں کے اس طرح ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو کر نوحہ خوانی کرنے سے نوحہ و ماتم کر فروغ حاصل ہوتا تھا۔ اس دور کے مرکزی جلوس اپنی ایک منفرد تاریخ رکھتے ہیں۔ ہر انجمن کے کچھ مخصوص سامعین ہوتے تھے جو علماء، شعراء اور اہلِ عمل و دانش پر مشتمل ہوتے تھے۔

۱۹۶۷ء۔ ۷۸ کی دہائی کے اس دور میں ہمارے ہم عصروں میں تاریخ نوحہ خوانی کا عظیم ترین نوحہ خواں چھجن صاحب مرحوم، جعفر حسین مرحوم، عزت لکھنوی مرحوم، بچے مرحوم، ناظم مرحوم، شبر مرحوم، داور مرحوم، آفاق حسین، خوش رخ مرزا، علی رضوی، علی ضیاء وغیرہ شامل تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی انجمنوں اور

نوحہ خوانوں کی ایک بڑی تعداد تھی۔ یہ دور نوحہ خوانی کا ناقابلِ فراموش دور تھا۔ عاشورہ اور چہلم کے علاوہ ۸ ربیع الاوّل کو قصرِ مسیّب سے نکلنے والے جلوس عماری میں امام بارگاہ مارٹن روڈ پر انجمن نوحہ خوانی کرتی تھی۔ یہاں پر اور بھی انجمنیں نوحہ خوانی کرتی تھیں۔ انجمن حیدریہ کا اصول تھا کہ اذان مغرب سے بیس منٹ قبل نوحہ خوانی ختم کر کے انجمن وہاں سے واپس آجاتی تھی۔

جلوسوں کی طرح اس دور کی شب بیداریوں میں بھی انجمن حیدریہ کا معیار بلند تھا۔ اس دور کی شب بیداریوں میں نوحہ خوانوں کے لئے وقت کی پابندی نہ تھی بلکہ تین کلام پڑھنے کی اجازت ہوتی تھی۔ اس طرح سامعین کو اچھے کلام سننے کو ملتے تھے۔ ظفر الایمان، محمدی قدیم، ذوالفقار حیدری، ناصر العزاء، مومنین حیدری اور کچھ دوسری انجمنوں کی شب بیداریوں کو ہمیشہ نظر میں رکھتے تھے کہ یہاں بھرپور طریقے سے انجمن شرکت کرے۔ ان شب بیداریوں میں اچھے سامعین ہوتے تھے۔

انجمن ظفر الایمان کی شب بیداری اُن دنوں سندھی ہوٹل لیاقت آباد میں ہوا کرتی تھی، اور اس لحاظ سے منفرد اور واحد شب بیداری تھی جہاں طرحی کلام پڑھے جاتے تھے۔ ظفر الایمان کے صاحب بیاض جناب عزت لکھنوی مرحوم نظامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان کے ہمراہ شعراءِ کرام، صاحبانِ علم اور ادبی ذوق کے حامل شخصیات ہوتی تھیں۔ اس ماحول میں نوحہ خوانی بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ ہوتی تھی۔ جب فضائل کے ایک ایک مصرع پر داد دی جاتی تھی اور نوحہ خوانی کو سراہا جاتا تھا۔ ان شب بیداریوں میں انجمن حیدریہ نے ہمیشہ کم از کم دو طرحی کلام ضرور پڑھے۔ ظفر الایمان کی ایسی ہی ایک شب بیداری میں شاعرِ انجمن ضیاء الحسن موسوی مرحوم نے اسی روز جس دن ظفر الایمان کی شب بیداری تھی، چند

گھنٹوں قبل ایک اور کلام دیا اور خواہش کی کہ اس کلام کو بھی پڑھا جائے۔ زوار حسین نے دھن مرتب کر دی لیکن چند گھنٹوں قبل ملنے والا کلام اور زوار حسین کی دھن پڑھنا آسان نہ تھا۔ شب بیداری میں انجمن حیدریہ کا نام پکارا گیا۔ زوار حسین مائک کے قریب آئے گنگنا کر دھن سے آگاہ رکھا۔ نوحہ پڑھا گیا اور انجمن نے جس طرح جواب دیا اور ماتم کیا اس سے یہ نہیں لگتا تھا کہ چند گھنٹوں پہلے ملنے والا کلام اور دھن ہے۔

ایک مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ محمدی قدیم کی شب بیداری تھی۔ ضیاء الحسن موسوی نے شام کو کلام دیا جو مسدس کی شکل میں تھا۔ جس کا پہلا مصرع تھا ''کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے'' مرزا دبیر (تضمین) بہت اچھا کلام تھا۔ پڑھنے کی کوشش کی۔ کئی مرتبہ بھٹکے بازوؤں میں ربط نہ رہا۔ کلام کو نامکمل ختم کرنا پڑا۔ اس وقت وہاں استاد اعظم چھجن صاحب موجود تھے۔ حیدریہ کے بعد انھیں پڑھنا تھا۔

بعد میں چھجن صاحب مرحوم نے سمجھاتے ہوئے کہا ''جب تک کلام اور دھن بازوؤں کے از بر نہ ہو جائے پڑھا مت کرو''۔

یہ حقیقت ہے کہ بازوؤں کے ساتھ پڑھنا مشکل امر ہے۔ اس کے لئے تمام بازوؤں کے ساتھ انتہائی مشق ضروری ہے۔ اگر چند گھنٹوں قبل ملنے والا کلام پڑھنا ضروری ہو تو صاحب بیاض کو اکیلے پڑھنا چاہیے اور انجمن سے کم جواب لینا چاہیے۔ دوسرا کلام بہت اچھا پڑھا گیا۔ اس وقت وہاں زوار حسین موجود تھے۔ ان کے ساتھ ان کا بھانجا یا بھتیجا تھا۔ یہ بچہ جس کا نام زاہد تھا ریڈیو سے بھی پڑھتا تھا۔ زوار حسین نے آخری کلام ''جواب اصغر کا ممکن ہی نہیں معجز بیانی میں'' (موسوی صاحب) اس بچہ سے پڑھوایا۔ دو بجے رات کا وقت، دھن بھی وقت کے لحاظ سے تھی۔ جب باریک آواز اور خوبصورت لحن میں پڑھنا شروع کیا تو سارا مجمع اندر امام

بارگاہ میں آ گیا۔ اس طرح حیدریہ کا یہ پروگرام بھی کامیاب ہوا۔

اس دور کی محمدی قدیم کی ایک اور شب بیداری بھی ہمارے لئے نا قابلِ فراموش ہے۔ شب کے ایک یا ڈیڑھ بجے کا وقت تھا۔ انجمن حیدریہ وہاں موجود تھی کہ عین اسی وقت محمدی قدیم کی اس شب بیداری میں حضرت مستطاب حجۃ الاسلام مولانا سعید الملّت (سعید صاحب) قبلہ مرحوم تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ کئی اکابر شخصیات تھیں۔ سعید الملّت قبلہ مرحوم ان دنوں لکھنؤ سے پاکستان آئے ہوئے تھے۔ آپ شاعر انجمن ضیاء الحسن موسوی مرحوم کے بزرگوں میں تھے۔ قبلہ وکعبہ سعید الملّت مرحوم نے انجمن محمدی قدیم کے منتظمین شب بیداری سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ جو انجمن اس وقت نوحہ خوانی کر رہی ہے، اس کے بعد انجمن حیدریہ کو پڑھوا دیا جائے۔ پھر جو بھی انجمن اس وقت نوحہ خوانی کر رہی تھی اس کے بعد نوحہ خوانی کے لئے انجمن حیدریہ کا اعلان ہوا۔ مولانا قبلہ خود امام بارگاہ میں تشریف لائے۔ ان کے ساتھ مومنین کا بڑا مجمع امام بارگاہ میں داخل ہوا۔ شب بیداریوں میں ہمارا یہ ایک تاریخی پروگرام تھا۔ اس وقت شب بیداریوں میں وقت کی پابندی نہیں تھی بلکہ تین کلام پڑھے جاتے تھے۔ اس شب بیداری میں انجمن حیدریہ کی تقریباً بچاس منٹ کی نوحہ خوانی و ماتم کا جوش و جذبہ بھلایا نہیں جاسکتا۔

امام بارگاہ جعفریہ گولیمار اور اس کا صحن عزاداروں سے بھرا ہوا تھا۔ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ باہر والوں کو اندر آنے کی جگہ نہ ملی۔ اس شب بیداری میں ہم نے ضیاء الحسن موسوی مرحوم کی خواہش پر ان کے وہ کلام پڑھے جو مرحوم نے ہجرت سے قبل لکھنؤ میں رہتے ہوئے لکھے تھے۔ ان میں ایک کلام ''عباس پانی لے چلے'' اور دوسرا کلام ''آب رواں فرات'' پڑھا۔ تیسرا کلام اس وقت حافظے

میں نہیں ہے۔ ان دونوں کلاموں کی دھنیں زوار حسین مرحوم نے مرتب کی تھیں۔
''آب رواں فرات'' انجمن حیدریہ کے ان کلاموں میں سے ایک معرکتہ الآرا کلام ہے، جس نے انجمن حیدریہ کو اس وقت کی نوحہ خوانی میں معروف ترین انجمن کی صف میں لا کھڑا کیا۔ محمدی قدیم کی اس شب بیداری میں جو عزت اور پزیرائی ملی اسے بھلایا نہیں جاسکتا۔ شب بیداریوں میں ہمارا یہ ایک تاریخی پروگرام تھا۔ اس وقت انجمن حیدریہ اور محمدی قدیم کے قابل فخر برادرانہ تعلقات تھے۔

اسی ناقابلِ فراموش دور میں انجمن ذوالفقار حیدری کی ایک شب بیداری بھی ناقابلِ فراموش شب بیداری تھی۔ لیاقت آبادی ایریا میں ہونے والی اس شب بیداری کے لئے ''ذوالفقار حیدری'' والے بڑا اہتمام کرتے تھے۔ ذوالفقار حیدری کی شب بیداری بھی اُس دور کی بڑی اور معروف شب بیداریوں میں شمار ہوتی تھی۔

مذکورہ شب بیداری میں انجمن حیدریہ کے پہنچنے سے پہلے ہی گیپ تھا۔ انجمن حیدریہ اپنے نوحہ خوانوں اور دس بارہ لوگوں کے ساتھ ٹیکسیوں میں پہنچی۔ انجمن کی بس کچھ دیر بعد میں پہنچی۔ اس شب بیدری میں انجمن نے کافی دیر تک نوحہ خوانی کی۔ کئی نوحوں، سلام اور طویل مسدسوں سمیت بارہ تیرا کلام پڑھے۔ اس وقت انجمنِ حیدریہ کے ساتھ ذوالفقار حیدری کے ماتمی بھی سینہ زنی میں شامل تھے۔ یہ نوحہ خوانی اور ماتم کا ایک ناقابلِ فراموش منظر تھا۔

۶۸-۱۹۶۷ء کی دہائی کے اس ناقابلِ فراموش دور میں انجمن حیدریہ کے ممبران صرف سادات کالونی تک محدود نہ تھے بلکہ شاہ فیصل کالونی نمبر ۵ اور ۴ سے پچیس ممبران حیدریہ کے ساتھ پروگراموں میں شرکت کرتے تھے ان میں کچھ ایسی شخصیات اور گھرانے ہیں جو ابتداء سے آج تک حیدریہ کے ساتھ وابستگی

رکھتے ہیں۔ ان میں ایک مثال جناب علی حسن صاحب ٹھو بھائی کے گھرانے کی ہے۔

اس دور میں ٹھو بھائی اپنے اعزاء کے ساتھ حیدریہ کے تمام پروگراموں میں شرکت کرتے اور ہماری نوحہ خوانی پر سینہ زنی کرتے تھے۔ ضعیف العمری کے باوجود آج بھی حیدریہ کی شب بیداری اور دیگر پرگراموں میں شرکت کرتے ہیں۔ ان کے فرزند افتخار مہدی (پیارے) اپنے والد کی طرح انجمن حیدریہ سے پر خلوص وابستگی رکھتے ہیں۔ یہ انجمن حیدریہ کے اہم عہدوں پر بھی فائز رہے۔ انجمن حیدریہ کے لئے پرخلوص خدمات انجام دیں اور آج بھی حیدریہ کے ہر کام میں پیش پیش رہتے ہیں۔ ان کے فرزند بھی انجمن حیدریہ ہی سے وابستہ ہیں اور حیدریہ کے تمام پروگراموں میں شریک رہتے ہیں۔

شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کی شخصیت سید مظہر علی زیدی کی بھی ہمیشہ سے انجمن حیدریہ کے ساتھ پرخلوص وابستگی ہے۔ انجمن حیدریہ کے عہدیداروں میں ان کا نام شامل رہا اور شامل ہے۔ انجمن حیدریہ کے تمام کاموں میں اور بالخصوص شب بیداری میں ہمیشہ تن دہی سے کام کیا۔ حیدریہ کی شب بیداری، کاظمین اور یہاں کی مجالس اور محافل میں بڑے اعتماد کے سات نظامت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ انجمن حیدریہ اور سادات کالونی کی عزاداری کے ساتھ ساتھ پیارے اور مظہر علی کا شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کی عزاداری میں بھی اہم کردار ہے۔

اسی طرح حامد رضا عرف شدو جب تک سادات کالونی میں رہے انجمن حیدریہ کے فروغ کے لئے تن دہی سے ہر کام میں پیش پیش رہتے تھے۔ سادات کالونی سے نقل مکانی کرکے جب جعفر طیار سوسائٹی میں رہائش اختیار کی تو وہاں رہتے ہوئے بھی انجمن حیدریہ کے ساتھ ان کی وہی پرخلوص وابستگی برقرار

رہی۔ حیدریہ کے اس عہد میں حامد رضا (شڈُّ) حیدریہ کے تمام پروگراموں میں جعفر طیار ملیر سے پچیس تیس ماتمیوں کے ساتھ شرکت کیا کرتے تھے۔ انجمن حیدریہ کا یہ وہ نا قابلِ فراموش دور تھا، جب انجمن حیدریہ پروگراموں میں شرکت کیلئے دو دو بسوں میں جایا کرتی تھی۔ محلے کے بزرگ بھی انجمن کے ساتھ ہوتے تھے۔ بزرگوں کا احترام اور پاس ادب تھا۔ کسی قسم کا شور ہوتا تھا، نہ کوئی بسوں کی چھت پر بیٹھ سکتا تھا اور نہ ہی نعرے لگتے تھے۔ ہم کسی وعدے کے لئے نہیں بلکہ ذکر حسین اور نوحہ ماتم کے لئے جاتے تھے۔

یہ وہ وقت تھا جب انجمن حیدریہ میں نظم وضبط، کو فوقیت حاصل تھی۔ انجمن حیدریہ جب کسی شب بیداری میں نوحہ خوانی کے لئے پہنچتی تھی تو اس وقت پوری انجمن بس سے نیچے نہیں اترتی تھی۔ ساجد بھائی، رفیق حیدر عابدی، حبیب حیدر، قمر حیدر، حسن باقر، امداد حسین اور قدیر خان، ان میں سے کچھ افراد استقبالیہ پر جا کر معلومات حاصل کرتے تھے کہ انجمن حیدریہ کو کس نمبر پر اور کس وقت نوحہ خوانی کرنا ہے۔ اگر اس شب بیداری میں انجمن حیدریہ کو نوحہ خوانی کرنا ہوتی تھی، تب پوری انجمن بس سے نیچے اترتی تھی۔ اُس دور میں شب بیداریوں میں پروگرام اعتدال کے ساتھ اس طرح ترتیب دیے جاتے تھے کہ انجمن دو یا تین بجے شب تک شب بیداریوں میں شرکت کر کے واپس آجاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ زیادہ سے زیادہ لوگ انجمن کے ساتھ شب بیداریوں میں جایا کرتے تھے۔ ان میں اس وقت کے بزرگ حضرات بھی شامل ہوتے تھے۔

کچھ معروف شب بیداریوں میں حیدریہ کی شب بیداری کی بنیاد پر نوحہ خوانی کے لئے بہتر سے بہتر مناسب وقت لیا جاتا تھا۔ پھر ایسی انجمنوں کو حیدریہ کی شب بیداری میں ان کی خواہش کے مطابق نمبر دیا جاتا تھا۔ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ

ایک ہی رات میں کئی انجمنوں کی شب بیداری ہوتی تھیں جہاں انجمن حیدریہ کی شرکت ضروری ہوتی تھی۔ ایسی صورت میں انجمن پوری رات شب بیداریوں میں شرکت کر کے چار ساڑھے چار بجے واپس لوٹتی تھی۔ لوگوں کو بتایا جاتا تھا کہ آج پوری رات کا پروگرام ہے۔ جو بہتر سمجھتا تھا وہ جاتا تھا اور جو نہیں جانا چاہتا تھا وہ نہیں جاتا تھا۔ ایسے موقعوں پر میں اُن نوجوانوں کو جن کے میٹرک یا انٹر کے امتحانات ہو رہے ہوتے تھے یا ہونے والے ہوتے تھے، ہم انھیں بس سے اتار دیتے تھے اور ساتھ نہیں لے کر جاتے تھے۔ ان میں زیادہ تر ہمارے ہی شاگرد ہوتے تھے۔ ہم شب بیداری میں جانے کے بعد کبھی استقبالیہ میں نہیں بیٹھتے تھے۔ امام بارگاہ میں جا کر جو بھی انجمن پڑھ رہی ہوتی تھی اس کی نوحہ خوانی سنتے تھے یا انجمن کی بس میں بیٹھ کر اپنے معاونین کے ساتھ نئے کلام اور نئی دھنوں کی مشق کرتے تھے۔

اس وقت کچھ اصول تھے اور اصولوں کی پاسداری تھی اس سوچ اور فکر کے ساتھ پروگرام مرتب کئے جاتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ انجمن کے ساتھ پروگرام میں شرکت کریں۔ انجمن چاہے کم شب بیداریوں میں شرکت کرے لیکن بھرپور طریقہ سے شرکت کرے اور نوحہ و ماتم اس جوش و جذبہ سے کیا جائے کہ شب بیداری کے اختتام تک اس کا اثر قائم رہے اور ایسا ہی ہوتا تھا۔ شب بیداریوں میں حیدریہ کے پروگرام نہایت کامیاب ہوتے تھے۔ اس وقت انجمن حیدریہ رجسٹرڈ نہیں ہوئی تھی۔ ساجد بھائی مرحوم کو انجمن کی سیکریٹری کی حیثیت سے آگے رکھا جاتا تھا۔ سید حیدر حسین مرحوم کو صدر انجمن کی حیثیت سے متعارف کرایا جاتا تھا۔

اسی دور میں انجمن حیدریہ نے ایک اور تاریخ رقم کی کہ فلم اسٹوڈیو جہاں فلمیں بنتی ہیں اور جہاں نوحہ و ماتم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہاں انجمن حیدریہ نے فلم "دیارِ پیغمبراں" کے لئے سات نوحے ریکارڈ کروائے۔ اس فلم میں

مختلف ممالک کے محرم کے جلوسوں، مقدس مقامات، درگاہوں، اولیاء وانبیاءِ کرام کے مقابر، حج کے مناظر اور مذہبی تاریخی مقامات کو فلم بند کیا گیا تھا۔ مکمل طور سے یہ ایک دستاویزی مذہبی فلم تھی۔ اس فلم کے تمام مناظر کے پسِ منظر انجمن حیدریہ کے نوحوں اور ماتم کی صدائیں تھیں۔ متعین وقت اور تاریخ پر انجمن حیدریہ دو بسوں میں اپنے ماتمیوں کے ساتھ ''ایسٹرن اسٹوڈیو'' پہنچی، جہاں اس وقت اس فلم کے مناظر پر وراثت مرزا (ریڈیو پاکستان) کی آواز میں کمنٹری کی ریکارڈنگ کے لئے تیاری کی جا رہی تھی۔ اسے روک کر انجمن حیدریہ کے نوحے ریکارڈ کیے گئے۔ اس وقت دف یا ڈرم سے ماتم کی آواز پیدا نہیں کی گئی بلکہ انجمن حیدریہ کے ماتمیوں نے خود سینہ زنی کی۔ اس ریکارڈنگ کے محرک ابراہیم نفیس مرحوم، وصی الحسن عابدی مرحوم اور ضیاء الحسن موسوی مرحوم جیسی شخصیات تھیں۔ اس ریکارڈنگ میں انجمن حیدریہ نے کسی قسم کا کوئی معاوضہ نہیں لیا۔

حیدر آباد کا پہلا پروگرام انجمن حیدریہ کا ناقابل فراموش پروگرام تھا۔ جس میں انجمن کے ہر فرد نے شرکت کی۔ حتیٰ کہ تمام بزرگ حضرات بھی انجمن کے ساتھ تھے۔ سہ پہر کے وقت انجمن دو بسوں اور چند کاروں میں حیدر آباد کے لئے روانہ ہوئی اور بعد مغربین حیدر آباد پہنچ گئے۔ شب میں مجلس، عزاخانوں اور مولا قدم پر نوحہ خوانی کی گئی۔ دوسرے دن دوپہر کو سادات کالونی حیدر آباد کی ایک مجلس میں انجمن حیدریہ نے نوحہ کے ساتھ جو ماتم کیا اسے بھلایا نہیں جا سکتا۔ اس دور میں انجمن حیدریہ نے کراچی کے چپہ چپہ میں عزاداری اور ماتم کے فروغ میں اپنی بھرپور کردار ادا کیا۔

اس زمانے ایامِ عزا کے دو ماہ آٹھ دن تک ہماری مصروفیات صرف نوحہ و ماتم سے معمور ہوتی تھیں۔ اس وقت نوحہ و ماتم کا جو مزاج تھا اور جس قسم کے نوحہ

اور دھنیں پڑھی جاتی تھیں انجمن حیدریہ نے اس معیار کی بلندی پر اپنے آپ کو منوایا اور نوحہ و ماتم کی ناقابل فراموش تاریخ رقم کی۔ انجمن حیدریہ کا یہ سب سے عروج کا دور تھا۔ نوحہ و ماتم کا یہ دور صرف انجمن حیدریہ نہیں بلکہ شہر کی تمام انجمنوں کیلئے انتہائی عروج کا دور تھا۔

انجمن حیدریہ کے اس دور عروج میں ایک ایسا وقت آیا جب انجمن انتشار سے دوچار ہوئی اور حیدریہ کو مشکلات و مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک ایسی شرارت کی گئی کہ جس کے نتیجہ میں بات بہت زیادہ بگڑ گئی۔ رفیق حیدر عابدی مرحوم اور ان کے گھرانے نے انجمن سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ ہم، قمر حیدر اور حسن باقر، حسن باقر کے پاس گاڑی تھی لہٰذا آسانی تھی۔ ہم کبھی ضیاء الحسن موسوی کے پاس اور کبھی سادات کالونی میں، لیکن کوئی بات نہ بن سکی۔ ہم نے بذات خود کوششیں کیں کہ معاملات درست ہو جائیں لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ یہ ۱۹۷۳ء کا سال تھا جب عابدی برادران کا انجمن حیدریہ کے ساتھ تعلق نہ رہا۔ میرے لئے یہ وقت انتہائی اضطراب اور ذہنی کشمکش کا تھا کہ میں کیا فیصلہ کروں۔ انجمن سے کنارہ کش ہو جاؤں یا نوحہ خوانی جاری رکھوں کیونکہ بحیثیت صاحب بیاض مجھے آگے لانے والی شخصیت رفیق حیدر عابدی مرحوم کی تھی، جس کا معترف میں کل بھی تھا اور آج بھی ہوں۔ بالآخر نوحہ خوانی جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس یقین کے ساتھ کہ آنے والے وقت میں سب ناراضگیاں ختم ہو جائیں گی لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ ایک ہی سال بعد ۱۹۷۴ء میں انجمن رجسٹرڈ بھی ہوئی اور دولخت بھی ہوگئی۔

انتشار مزید پھیلا چند سالوں پر محیط یہ دور انجمن حیدریہ کے لئے مسائل اور مشکلات کا دور تھا۔ حیدریہ کے لئے یہ بڑا سانحہ تھا کہ عاشورہ محرم کے مرکزی جلوس میں حیدریہ کے نام سے دو بینرز دکھائی دیے۔ اس وقت بھی ہم نے بینر تلے

نوحہ خوانی کی۔ اب بھی مجھے یقین تھا کہ بہت جلد پہلے کی طرح انجمن پھر ایک ہو جائے گی۔ دوسری حیدریہ میں جناب ماسٹر اشرف حسین صاحب نے نوحہ خوانی کی۔ اس دوسری انجمن میں ہمارے بھانجے بھتیجے بھی تھے۔ اس وقت لوگوں کے درمیان دوریاں بھی ہوئیں۔ لیکن ہمارے تعلقات کسی سے خراب نہیں ہوئے۔ دوسری حیدریہ کا دفتر غنی صاحب مرحوم (جرمن کی دوکان) میں تھا۔ میں اس دفتر میں جا کر بیٹھتا بھی تھا۔ میری کوشش تھی کہ جلد از جلد تنازعات ختم ہوں۔ اس انتشار کے نتیجہ میں کافی لوگوں نے انجمن سے دوری اختیار کر لی۔ کچھ عرصہ بعد ضیاء الحسن موسوی بھی انجمن سے کنارہ کش ہو گئے۔ یہ انتشار سادات کالونی میں عشرہ محرم کی مجالس پر بھی اثر انداز ہوا۔ بہت بڑی بات تھی کہ اس افراتفری اور انتشار میں انجمن حیدریہ کی شب بیداری پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ لوگوں نے جذبات کے بجائے شعور اور تحمل سے کام لیا۔ انجمن دولخت ضرور ہوئی تھی، لیکن شب بیداری ایک ہی ہوئی۔ جس میں سب نے شمولیت اختیار کی۔ یہ لمحہ حیدریہ سے اور شب بیداری سے حسد کرنے والوں کے لئے انتہائی مایوسی اور صدمہ کا باعث بنا۔

جلوسوں کی طرح شب بیداریوں میں بھی حیدریہ کے نام سے دو انجمنیں ایک دوسرے کے متوازی چل رہی تھیں۔ یہی وہ وقت تھا جب میرے گلے میں تکلیف شروع ہوئی جو مسلسل نوحہ خوانی سے ایک مرض کی شکل میں تبدیل ہو گئی جس کے علامات آج بھی گلے میں موجود ہیں۔ یہ وہ دور تھا جب کراچی میں شب بیداریوں کی تعداد میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا۔ انجمن شب بیداریوں میں شرکت کے لئے اول شب میں نکلتی تھی اور صبح نمودار ہوتے وقت واپس لوٹتے تھے۔ گلے کے مرض کی وجہ سے پوری پوری رات شب بیداریاں کرنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔ اس کے باوجود ہم انجمن کے ساتھ جاتے تھے جبکہ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ

رات میں انجمن کو کتنی شب بیداریاں کرنی ہیں۔

جس طرح اس انتشار سے پہلے کچھ اصولوں کے تحت انجمن شب بیداریوں میں شرکت کرتی تھی اور رائے مشورے سے شب بیداریوں کے پروگرام مرتب کیے جاتے تھے۔ اسی طرح اس وقت بھی شب بیداریوں میں پروگرام کرنا چاہیے تھے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس وقت انجمن میں نظم و ضبط بھی متاثر ہوا۔ جس طرح پہلے شب بیداریوں میں جب انجمن پہنچتی تھی تو پوری انجمن بس میں بیٹھی رہتی تھی اور صرف چند لوگ استقبالیہ پر جاکر معلومات حاصل کرتے تھے کہ انجمن کو شب بیداری میں نوحہ خوانی کرنی ہے یا نہیں۔ اگر انجمن کو پڑھنا ہوتا تھا تب اس وقت تمام اراکین انجمن کی بس سے اتر کر شب بیداری میں جاتے تھے۔ لیکن اب پہلے کی طرح نہیں ہو رہا تھا۔

ایک شب بیداری میں جب انجمن پہنچی تو پوری انجمن بس سے اتر کر شب بیداری میں پہنچ گئی۔ حسب عادت ہم، حسنا، ہلن بھائی (مرحوم) اور ہمارے ساتھ کچھ دوسرے لوگ شب بیداری کی جگہ سے کچھ دور باہر بڑی سڑک پر انجمن کی بس میں بیٹھے رہے۔ اس دوران استقبالیہ پر کچھ بدمزگی ہوئی اور پوری انجمن واپس آگئی۔ وہاں پر جو کچھ ہوا انتہائی افسوس ناک ہوا۔ جب ہم حسینؑ کا ماتم کرنے جاتے ہیں تو ہمیں صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے۔ ہمارے ہر عمل سے ظاہر ہو کہ ہم عزادارانِ حسینؑ ہیں۔ اس واقعہ کے بعد ہم نے شب بیداریوں سے مشروط کنارہ کشی اختیار کی۔ ہم ان حالات میں انجمن کے ساتھ شب بیداریاں نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے اس وقت شب بیداریوں کے پروگرام کم کرنے کے لئے کہا۔ لیکن اس پر کوئی دھیان نہ دیا گیا۔ ہم اس وقت کراچی کے معروف ترین نوحہ خوانوں میں شمار ہوتے تھے۔ جو لوگ اس وقت آگے بڑھ کر کام کر رہے تھے، انھیں ہماری بات

ماننا چاہئے تھی۔ انجمن حیدریہ کی نوحہ خوانی کو ہر نقصان سے بچانا چاہئے تھا۔ میں گلے کا مریض پھر بھی پوری پوری رات انجمن کے ساتھ پھرتا رہتا تھا، بجائے ہمدردی کے وہ باتیں کی گئیں جو زیب نہیں دیتیں۔ یہ وہ وقت تھا جب ہر سیاست پر نظر رکھنا چاہئے تھا۔ پروگرام خصوصاً شب بیداریوں میں شرکت محدود کرنا چاہئے تھی۔ انجمن حیدریہ کا وقار اور عزاداری کا تقدس ہماری پہلی ترجیح ہونا چاہئے تھی۔ اس وقت افراط و تفریط سے بچنا ضروری تھا۔ ہمارے ہر عمل میں اعتدال کی ضرورت تھی۔ ہر کوشش اس لئے ہونا چاہئے تھی کہ نا اتفاقی ختم اور انجمن دوبارہ ایک ہو جائے۔ اب شب بیداریوں میں ہمارے شریک نوحہ خوانی دلشاد حسین نے نوحہ خوانی کی لیکن مرکزی جلوس میں ہم نوحہ خوانی کرتے تھے۔

اس کے بعد زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ دو سال بعد ہی ۱۹۷۸ء میں اختلافات ختم ہو گئے اور انجمن حیدریہ دوبارہ ایک ہو گئی۔ اس دور انتشار میں اگر کسی چیز کو نقصان پہنچا تو وہ انجمن حیدریہ تھی۔ انجمن بھی ایک ہوئی، ناراضگیاں بھی ختم ہوئیں۔ لیکن پہلے والا دور اور یک جہتی واپس نہ آسکی۔ انجمن ایک ہو جانے کے بعد بھی دلشاد حسین ہی نوحہ خوانی کرتے تھے۔ مرکزی جلوسوں میں ہم بھی نوحہ خوانی کرتے تھے۔ جب تک دلشاد نے نوحہ خوانی کی ہم اکثر موقعوں پر انجمن کے پروگراموں میں نوحہ خوانی کرتے رہے۔ دلشاد نے اپنی نوحہ خوانی میں پرانے مقبول کلاموں کو پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھا جو ان کا اچھا اقدام تھا۔ ان کلاموں کے ساتھ نئے کلام بھی پڑھے گئے۔

دلشاد کے دور میں پڑھے جانے والے کئی کلام بہت مقبول ہوئے۔ ان میں زیادہ تر کلام ہلال نقوی کے کلام تھے۔ دلشاد کی نوحہ خوانی کا دور ایک دہائی سے زیادہ عرصہ پر مشتمل تھا۔ اس عرصہ میں دلشاد نے انجمنِ حیدریہ کے تمام پروگراموں

بشمول شب بیداریوں اور مرکزی جلوسوں میں نوحہ خوانی کی۔ جب انجمن کو کچھ استحکام ہوا اور دلشاد حسین کی پہچان ہوئی تو وہ بھی صاحب بیاضی سے ہٹ گئے۔ بغیر کسی وجہ کے کوئی صاحب بیاض نوحہ خوانی سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ صاحب بیاض کو اہمیت دینا اور اس کی باتیں بھی سننا ضروری ہیں۔ جس انجمن میں صاحب بیاضوں کی ناقدری ہوگی، اسے تنزلی کا سامنا ہوگا۔

انجمنِ حیدریہ میں چھمن سلمۂ نے بھی ایک مختصر عرصہ نوحہ خوانی کی۔ وہ جعفر دادا مرحوم کے انداز میں مرثیے اور روایتیں پڑھتے تھے۔ دلشاد کے بعد کئی نوحہ خوانوں نے انجمن حیدریہ میں نوحہ خوانی کی۔ ان میں قنبر شبر، مہدی عباس، عباس ظفر، اور پھر دوبارہ قنبر آئے۔ قنبر کے کئی نوحے مشہور ہوئے جو آج بھی پڑھے جاتے ہیں۔ پھر قنبر کے بعد تقی آئے۔ بعد میں وہ بھی چلے گئے۔ ان تمام نوحہ خوانوں میں سے کوئی بھی مستقل صاحب بیاض نہ رہا۔ اس طرح بار بار صاحب بیاضوں کے تبدیل ہونے سے انجمن حیدریہ نوحہ خوانی کے سلسلہ میں مسلسل مسائل سے دوچار رہی۔ ان نوحہ خوانوں میں سے کسی نے بھی انجمن حیدریہ کے وہ مقبول کلام جن سے انجمن حیدریہ کا نوحہ خوانی میں مقام و مرتبہ بلند ہوا، انجمن کو اچھی شہرت ملی، نہیں پڑھے۔ جس کا انھیں بھی نقصان ہوا اور انجمن کو انحطاط کا سامنا کرنا پڑا۔ رفیق حیدر عابدی مرحوم نے اپنی محنت اور کاوشوں سے انجمن حیدریہ کو نوحہ خوانی میں جس عروج پر پہنچایا ہمارے بعد پھر انجمن دوبارہ وہ مقام حاصل نہ کرسکی۔

ان مذکورہ نوحہ خوانوں کے ساتھ ساتھ سادات کالونی کی عزاداری اور عشرۂ محرم کی مجالس میں ہم نوحہ خوانی کرتے رہے۔ جب جہاں اور جس مجلس میں ہم نے نوحہ خوانی کی ہمارے تمام معاونین ہمارے ساتھ شریک نوحہ خوانی ہوتے تھے۔ ہم نے ہر دور میں نوحہ خوانی کی اور اپنی نوحہ خوانی کو برقرار رکھا۔ انجمن کو جب

جب اور جہاں جہاں ہماری ضرورت پڑی ہم نے نوحہ خوانی کے فرائض انجام دیے۔

۱۹۹۰ء کی دہائی کا ابتدائی سال، صدر انجمن رضا حسنین، سکریٹری افتخار مہدی (پیارے) تھے۔ عاشورہ محرم کا جلوس، انجمن بینر کے ساتھ عزاخانہ زہرا کے سامنے کھڑی تھی ماتمی موجود، صاحب بیاض نہیں، جو بھی صاحب بیاض تھا اس کو جلوس میں نوحہ خوانی کرنا چاہیے تھی پھر یہاں پر ہم نے نوحہ خوانی کی اور دو سال تک ان مرکزی جلوسوں میں نوحہ خوانی کرتے رہے۔ معروف نوحہ خوانوں کے سفر آخرت پر، حلقہ ہائے انجمنوں اور عزاداری سے منسلک اہم شخصیات کی تعزیتی مجالس میں شرکت اور نوحہ خوانی کر کے ہم نے ہمیشہ انجمن حیدریہ کی نمائندگی کی۔

فخر قوم علامہ عرفان حیدر عابدی مرحوم کے سلسلہ کی تعزیتی مجلس منعقدہ امام بارگاہ خیر العمل انچولی میں انجمن حیدریہ کی نمائندگی کرتے ہوئے ہم نے ہی نوحہ خوانی کے فرائض انجام دیے۔ جعفر حسین مرحوم کہ جن کے نوحے بچپن سے آج تک فخر سے پڑھتا ہوں۔ ان کی رحلت پر نماز جنازہ کے بعد انجمن حیدریہ میں ان کی نوحہ خوانی سے دور موجود کی نسل کو آگاہی دیتے ہوئے، حیدریہ میں ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے پہلا نوحہ ہم نے پڑھا۔

بیسویں صدی عیسوی کے اختتام پر انجمن حیدریہ کے الیکشن میں ایک پورا پینل کامیاب ہوا۔ اس وقت بھی انجمن کے پاس کوئی صاحب بیاض نہ تھا۔ جو نوحہ خوانی کر رہا تھا وہ ناراض ہو کر جا چکا تھا۔ اس وقت پھر ہمیں نوحہ خوانی کرنی پڑی۔ ہم نے اس وقت ایسے تمام لوگوں کو انجمن میں واپس لانے کی کوشش کی جو کنارہ کش ہو چکے تھے۔ انہی ایام میں محلّہ کے کچھ نوجوانوں نے جب محلہ کی مجالس میں نوحہ خوانی کی تو ان کی صلاحیتیں سامنے آئیں۔ دو سال تک یہ ہمارے ساتھ نوحہ

خوانی میں شریک رہے۔ پھر انھوں نے انجمن میں نوحہ خوانی کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ ان میں منور عباس (عدیل)، انو ابن دلشاد حُسین اور ظفر اور ان کے ساتھ کے سارے نوعمر نوحہ خوان شامل تھے۔ ان میں میں منور عباس (عدیل) صاحب بیاض کی حیثیت سے سامنے آئے۔ اس وقت مجھے عدیل میں ایک صاحب بیاض کی تمام خوبیاں نظر آئیں۔ ان میں کوئی جھجک نہ تھی۔ حوصلہ، اعتماد اور نوحہ خوانی کا جذبہ تھا۔ دو سال تک ہم نے انھیں اپنے ساتھ شریک نوحہ خوانی رکھتے ہوئے انجمن حیدریہ کے کچھ معروف و مقبول کلام پڑھے جو انھیں ازبر ہو گئے اور یہ ان کلاموں کو مکمل اعتماد سے پڑھتے ہیں۔

ایک دہائی سے زیادہ عرصہ ان کی نوحہ خوانی کو گزر چکا ہے۔ بحیثیت نوحہ خوان ان کی پہچان بھی ہو چکی ہے۔ مکمل اعتماد کے ساتھ نوحہ خوانی کر رہے ہیں۔ کوئی نیا کلام ہو، نئی دھن ہو تمیں ضرور سناتے ہیں۔ نوحہ خوانی میں انھوں نے اپنا ایک مقام بنالیا۔ لیکن انھیں ابھی اور آگے جانا ہے۔

ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ اور ذمہ داریاں ہیں جو صاحب بیاض، اس کے معاونین، عہدیداروں اور ماتمیوں پر عائد ہوتی ہیں۔ نئے کلاموں کا حصول، اچھی دھنیں اور پوری انجمن کو صاحب بیاض کے ساتھ نوحوں کی مشق ضروری ہے۔ انو اور ظفر کے ساتھ ساتھ ان وقت نئے معاونین وصی حیدر، حسن عباس، مشارب اور جو ساتھ پڑھتے ہیں۔ انھیں منظم کرنے کی ضرورت ہے، اگر کسی شاعر سے معیاری کلام کے طلب گار ہو تو اسے پڑھنے کا حق بھی ادا کرو۔ نوحہ و ماتم عشرہ محرم کی مجالس کی زینت ہیں۔ عشرہ محرم کی مجالس میں نوحہ و ماتم نہ ہو تو یہ لمحہ فکریہ ہے۔ انجمن کی عہدیداران خواہ کوئی بھی ہوں، صاحب بیاض خواہ کسی بھی دور میں ہو، اس کا اور اس کے معاونین سب کا فرض ہے کہ عشرہ محرم کی مجالس

میں تمام عزاخانوں میں نوحہ خوانی کو یقینی بنایا جائے۔ محلہ کی مجلس کو فوقیت دینے میں انجمن اور صاحب بیاض دونوں کا عروج ہے، کسی بھی انجمن میں سب سے زیادہ ذمہ داری صاحب بیاض کی ہوتی ہے اور شہرت بھی صاحب بیاض کو ملتی ہے ۔ پہچان بھی صرف صاحب بیاض کی ہوتی ہے۔ کوئی بھی صاحب بیاض ہو، اسے کتنی ہی شہرت اور مقبولیت حاصل ہو جائے، اسے اپنے ماتمیوں کو اپنے معاونین کو اپنے مخصوص سامعین کو اور اپنے شعراء کو جن کے کلام پڑھے جاتے ہیں انھیں نظر انداز نہیں کرنا چاہے۔ شاعر کا کوئی ایک کلام ہی نوحہ خوان یا صاحب بیاض کو عظمت و شہرت کی بلندیوں پر پہنچا دیتا ہے۔ منور عباس عدیل میں شوق ہے، جذبہ اور خلوص ہے۔ محنت کرتے ہیں۔ خدا انھیں اور انجمن کو انتشار، ہر سیاست، منافرت اور حاسدین کی حسد سے محفوظ رکھے آمین۔

سادات کالونی کی عزاداری اور اپنی نوحہ خوانی کے حوالے سے ماضی تا حال تمام حقائق تمام یادداشتیں رقم کیں۔ ہم نے تمام مثبت باتیں تحریر کیں ۔ کہیں بھی کسی کو کسی چیز کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا۔ کوئی بات بھی ایسی سنی جس سے انتشار پھیلے اس پر کبھی توجہ نہ دی۔ جہاں سنا وہیں دفن کر دی۔ لیکن وقت خود ہر چیز پر سے پردہ اٹھا دیتا ہے۔ سادات کالونی میں کوئی فرشتے نہیں رہتے، انسان رہتے ہیں۔ انسان سے اچھے کام بھی ہوتے ہیں اور غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔

ہم نے ہر دور میں اور ہر ماحول میں اپنی نوحہ خوانی کو جاری رکھا۔ اب بھی کسی نہ کسی مجلس میں نوحہ خوانی ضرور کرتا ہوں۔ بچپن سے لے کر وہ دور جب صاحب بیاض نہ تھا لیکن نوحہ خوانی کرتا تھا، جب صاحب بیاض کی حیثیت سے نوحہ خوانی کی اور انجمن حیدریہ کو نوحہ خوانی میں جو عروج ملا، وہ تاریخ کا حصہ بن گیا۔ حیدریہ کا وہ عروج ہمارا عروج تھا، ہمارے معاونین کا عروج تھا۔ حیدریہ

کے تمام ماتمیوں کا عروج تھا، حیدریہ کے ہمدردوں اور انجمن کے ساتھ رہنے
والے بزرگوں کا عروج تھا۔ اس دور عروج میں بھی اور وہ دور جب انجمن کو انتشار
کا سامنا ہوا۔ اس وقت بھی جب جب اور جہاں جہاں نوحہ خوانی کی انتہائی خلوص
اور صادق جذبہ کے ساتھ نوحہ خوانی کی۔ عزاداری، ذکر حسینؑ، نوحہ و ماتم کو ہمیشہ
عبادت جانا جہاں جہاں، جن امام بارگاہوں میں ماتمی جلوسوں میں ایک ایک جگہ
کھڑے ہو کر گھنٹوں نوحہ خوانی کی۔ روز محشر یہ تمام ٹھکانے، درو دیوار، اشجار
ہماری نوحہ خوانی کے خلوص اور سچے جذبہ کی گواہی دیں گے۔ لیکن یہ تاریخی حقیقت
ہے کہ انجمن پر ایک ایسا وقت آیا جب یک جہتی پارہ پارہ ہوئی۔ انجمن دولخت ہوئی
اور انجمن کو انتشار کا سامنا ہوا اور انجمن کا عروج روبہ زوال ہوا جو انجمنِ حیدریہ سے
حاسدوں کی حسد، بدخواہوں کی بدعملی، انجمن میں سیاست، منافرت، ذاتی انا اور
عدم برداشت کا نتیجہ تھا۔

ماتمی انجمنوں کے قیام کا بنیادی مقصد فروغ عزاداری ہے۔ جہاں کسی قسم
کی سیاست اور گروہ بندی کی کوئی گنجائش نہیں۔ کوئی بھی ماتمی انجمن ہو کسی بھی جگہ
ہو، اس میں انتشار ہونا چاہئے نہ اسے تقسیم ہونا چاہئے۔ تقسیم کا عمل انحطاط کا سبب
ہوتا ہے۔ کوئی بھی ادارہ ہو یا ماتمی انجمن ہو اگر اتحاد نہ ہو۔ جب اجتماعی کام ہوتے
ہیں تو اختلاف رائے بھی سامنے آتی ہے۔ ماتمی انجمنوں میں عہدے داران، نوحہ
خوان، ماتم داران، شعراء، سب کی اہمیت ہوتی ہے، لہٰذا ہر ایک کی بات سننا ضروری
ہے۔ کوئی یہ چاہے کہ میں اکیلا سب کچھ کرلوں گا تو ایسا ممکن نہیں۔ سب کی رائے
مشورے سے کام کریں گے تو یقیناً اسی میں بھلائی ہے ہم سب انسان ہیں، فرشتے
نہیں۔ اگر اختلاف ہو جائیں تو اسے انتہا تک نہ لے جائیں۔ اختلافات اور
ناراضگیوں میں بھی میانہ روی اور اعتدال کی ضرورت ہے۔

میری یہ دیرینہ خواہش تھی کہ کوئی ایسا مضمون لکھوں کہ جس میں اپنی نوحہ خوانی اور انجمن حیدریہ کے عروج کے بارے میں آئندہ نسلوں کو آگہی دے سکوں۔ اس کا تذکرہ کتاب کے ابتدائی تعارف میں بھی کر چکا ہوں۔ اس مضمون کے ذریعہ ہم نے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ ہم نے کبھی بھی نوحہ خوانی سے انکار نہیں کیا۔ جب اور جہاں انجمن کو ضرورت پڑی ہم نے نوحہ خوانی کی۔

ہم نے ہمیشہ یہی چاہا کہ انجمن اپنے تمام پروگراموں خصوصاً شب بیداریوں میں شرکت کے لئے کچھ اصول وضع کرے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ انجمن کیساتھ شرکت کریں۔ جہاں پروگراموں کے لئے تعداد کے بجائے معیار کو ترجیح دی جائے۔ چاہے صرف ایک پروگرام ہو، انجمن کی بھرپور شرکت ہو کہ وہ یادگار بن جائے۔ لوگ بعد میں یہ کہیں کہ نوحہ و ماتم تو صرف حیدریہ کر گئی۔ ماضی میں جب انجمن کو انتہائی عروج حاصل تھا، اس وقت ایسے ہی پروگرام ہوا کرتے تھے۔ دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں آج بھی انجمن انتہائی عروج حاصل کر سکتی ہے۔ اپنے تمام اختلافات بھلا کر اتحاد و وحدت پیدا کریں اور سامنے صرف ایک مقصد ہو انجمن اور عزاداری کا فروغ۔ اس بات کو نہ بھولیں کہ انجمن حیدریہ اور حیدریہ کی شب بیداری آپ کی اور آپ کے محلّہ کی پہچان ہے۔

جس وقت انجمنِ حیدریہ دورِ انتشار سے باہر آئی اور دو لخت انجمن دوبارہ ایک ہوگئی۔ اس کے بعد جو حالات تھے، اُن میں انجمن کے لئے جن لوگوں نے آگے بڑھ کر اپنی خدمات پیش کیں اور انجمن کو سنبھالا اُن کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں سابق صدر اقبال رضا نقوی نے انجمن کی ترقی و فروغ کے لئے غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ ان کی جانب سے راہِ عمل کا عظیم پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ ان کے دور میں انجمن کا ایک آڈیو کیسٹ بھی نکالا گیا تھا۔ ان

کے علاوہ اور بہت سے قابلِ ستائش نام ہیں جنہوں نے انجمن کے لئے اپنی خدمات پیش کیں، ان میں سابق سیکریٹری امداد حُسین مرحوم، سابق سکریٹری سید محمد مہدی (مؤذن)، سابق صدر سید عزیز الحسن مرحوم، سابق صدر رضا حسنین، سابق سکریٹری افتخار حسین (پیارے)، سابق صدر مسعود رضا، قمر حیدر جو سعودی عرب سے واپسی پر انجمن میں دوبارہ فعال ہوئے انجمنِ حیدریہ اور فروغِ عزاداری میں قمر حیدر کی خدمات غیر معمولی ہیں، سابق صدر منظر عباس، سابق سکریٹری محمد عادل اور اُن کی کابینہ کے افراد، سابق سکریٹری ضیاء عباس عابدی، کوثر حسین مرحوم، حسن اختر مرحوم، انصار حسین مرحوم، اعجاز حیدر (خورشید) مرحوم، سابق صدر خورشید عابدی، ان تمام مومنین کے ساتھ ساتھ محلے کے تقریباً تمام ہی لوگوں نے انجمن حیدریہ کے لئے اپنی خدمات پیش کیں، ان میں کئی لوگ مختلف عہدوں پر فائز رہے، لیکن سب سے بڑے خدمت گزار ماتمی حضرات ہیں جن سے انجمن حیدریہ قائم ہے۔ان کا کردار غیر معمولی ہے۔

سابق صدر و ممبر مجلسِ عاملہ سید کاظم رضا اور سابق ممبر مجلس عاملہ و سابق صدر سید عباس علی شاہ مرحوم کا بھی انجمن کے ساتھ بڑا تعاون رہا ہے۔ یاور مہدی، اور محمد عسکری مرحوم نے بھی جب انجمن کو کسی بھی معاملہ میں اُن کی ضرورت محسوس ہوئی انہوں نے تعاون کیا وہ تمام لوگ جو انجمن حیدریہ میں فعال ہوئے اور جو اس وقت فعال ہیں، عمران حیدر (ذیشان)، ناصر عباس، اعجاز (پپن)، شاد، مظہر علی زیدی، بدر، ڈپٹی، عارف، ضیغم عابدی، مصطفٰی، افتخار حُسین (پیارے) اور دیگر تمام ممبران انجمن کی خدمات مولا کی بارگاہ میں قبول ہوں اور انجمن حیدریہ عروج و عظمت کے ساتھ ہمیشہ قائم و دائم رہے آمین۔

انجمن حیدریہ میں کچھ شخصیات ایسی بھی گزریں جنھوں نے کبھی کسی عہدہ

پر کام کیا نہ کسی بھی منصب پر فائز ہوئے بلکہ وہ انتہائی خلوص سے عزاداری اور انجمن حیدریہ کے لئے ہر دور میں اپنی بے لوث خدمات انجام دیتے تھے۔عزاداری اور انجمن حیدریہ کے ساتھ ان کی پر خلوص وابستگی قائم رہی ۔ان حضرات کا تذکرہ ضروری ہے۔

ا۔ظفر خلوص مرحوم:

نام ان کا ظفر تھا۔بے انتہا خلوص کے مالک تھے۔یہی وجہ تھی کہ یہ اصل نام کے بجائے خلوص کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔مرکزی جلوسوں میں حیدریہ کے دستہ کے آگے بینر کے ساتھ چلنے والا ٹھیلا ابتداء سے جلوس کے اختتام (حسینیہ ایرانیاں) تک لے جاتے تھے۔اس ٹھیلے پر زنجیریں،ٹب میں گلاب، کیوڑہ ہوتا تھا جو زنجیر کے ماتم کے وقت استعمال کیا جاتا تھا،ان کے ساتھ ذوالفقار حیدر فولادی مرحوم ہوتے تھے۔اس کے علاوہ انجمن حیدریہ کی شب بیداری میں بڑے پیمانے پر تیار کی جانے والی چائے کے وقت بھی فولادی صاحب کا ہاتھ بٹاتے تھے۔کچھ عرصہ بعد اس کام میں مشتاق مرحوم بھی تعاون کرتے تھے خلوص کا یہ عالم تھا کہ حسینؑ کے نام سنتے ہی رونا شروع کر دیتے تھے۔

۲۔ذوالفقار حیدر فولادی:

ذوالفقار حیدر فولادی بھی مرکزی جلوسوں میں حیدریہ کے دستہ کے آگے چلنے والے ٹھیلے کی ذمہ داری سنبھالتے۔جیسے میں لکھ چکا ہوں۔فولادی صاحب انجمن حیدریہ کی شب بیداری میں بڑے پیمانے پر تیار کی جانے والی چائے کا انتظام بھی سنبھالتے تھے جو مشکل کام تھا۔ان کے ساتھ ظفر خلوص اور انجمن ناصر العزاء کے اتن صاحب مرحوم بھی ہوتے تھے۔

۳۔ناظم حسین مرحوم:

یہ مرکزی جلوسوں میں ابتداء سے آخر تک انجمن حیدریہ کے ساتھ علم لے کر چلتے تھے۔خود علم تیار کرتے تھے۔اس کے لئے سہرے کا انتظام بھی خود کرتے تھے۔

۴۔احمد عباس زیدی مرحوم:

انجمن حیدریہ کا مرکزی جلوسوں میں زنجیر کے ماتم کا سب سے بڑا دستہ ہوتا تھا جس میں سیکڑوں ماتمی ہوتے تھے۔احمد عباس زیدی پوری حفاظت سے زنجیریں رکھتے تھے۔عاشورہ کے جلوس ک لئے سات محرم سے زنجیروں کی تیاری کا کام شروع کردیتے تھے۔

۵۔نجم مرحوم:

انتہائی مخلص انسان، سچے مومن عزادار تھے۔ڈرگ کالونی نمبر ۴ میں رہتے تھے لیکن ایام عزا میں ان کا سارا وقت سادات کالونی میں گزرتا تھا۔انجمن حیدریہ کے خیر خواہ تھے۔جو کام کسی سے نہ ہو سکے۔نجم مرحوم بخوشی ہر کام انجام دیتے تھے۔

۶۔یاور حسین المعروف یاور ماموں:

یاور ماموں مرحوم ۱۹۶۶ء میں جب رفیق حیدر عابدی مجھے انجمن حیدریہ میں صاحب بیاض کی حیثیت سے سامنے لائے اور آنے والے کئی سالوں تک نئے کلام دھنوں اور ماتم کی مشق کی گئی تو اس وقت یہ ڈرگ کالونی نمبر ۴ میں رہتے تھے۔ وہاں سے سادات کالونی آیا کرتے تھے۔ان کا شوق اور جذبہ دیکھ کر انھیں بھی

معاون نوحہ خوان کے طور پر شامل کیا گیا۔ بڑی ذمہ داری سے بیاضوں کی حفاظت کرتے تھے۔ ایک ایک نوحہ کوئی کئی بیاضوں میں خود لکھا کرتے تھے۔ نوحہ خوانی کے وقت بیاض ان کے ہوتھ میں ہوتی تھی۔ ہر دور میں صاحب بیاضوں کے ساتھ رہے۔ دلشاد، قنبر، مہدی اور ظفر، عباس، کے ساتھ رہتے تھے۔ اکثر ایسا بھی ہوا جب کوئی نوحہ پڑھنے والا نہ ہوا ہو، خود نوحہ خوانی بھی کی۔ انتہائی خلوص کے ساتھ شریک نوحہ خوانی ہوتے تھے۔ جب تک زندہ رہے تمام بیاضوں کو بحفاظت اپنے پاس رکھا۔ انتقال سے قبل مجھے بلوایا اور پوچھا کہ بیاضوں کا بستہ کس کے حوالے کروں۔ عدیل، ظفر، انو جو نوحہ خوانی کر رہے ہیں یا پیارے کے حوالے کروں۔ اس طرح مشورہ لے کر انہوں نے بیاضوں کا بیگ عدیل ظفر اور انو کے حوالے کیا۔ اب یہ ان کی ذمہ داری ہے کی بیاضوں کی حفاظت سے رکھیں۔

انجمن حیدریہ کی رجسٹریشن:

انجمن حیدریہ کے بانیان اور وہ ہستیاں جن کی کاوشوں نے نوحہ خوانی میں انجمن حیدریہ کو بام عروج پر پہنچا دیا۔ ان کا تذکرہ میں لکھ چکا ہوں۔ لیکن اس وقت انجمن حیدریہ رجسٹرڈ نہیں ہوئی تھی۔ ۲۱ مارچ ۱۹۷۴ء کو انجمن حیدریہ رجسٹرڈ ہوئی۔ اس وقت پہلے صدر حسن مہدی اور سکریٹری حبیب حیدر مرحوم تھے۔ سینئر نائب صدر للّن بھائی مرحوم تھے۔

(بحوالہ مجلہ انوار شعبان، از مضمون آئینہ تاریخ انجمن حیدریہ تحریر سید منظر عباس عابدی سابق صدر انجمن حیدریہ)

اختتام پر دعا گو ہوں، ان تمام لوگوں اور مومنین کے لئے جنہوں نے سادات کالونی آباد کی، عزاداری قائم کی اور انجمن حیدریہ کی بنیاد رکھی لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں۔ خداوند عظیم محمد وآلِ محمد کے طفیل ان کے درجات بلندی عطا

کرے اور جوارِ سید الشہدا میں جگہ دے۔ روز محشر پنجتن پاک کے ساتھ محشور کرے۔

وہ تمام لوگ جو اس وقت سادات کالونی کی زینت ہیں، عزاداری اور انجمن حیدریہ میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں اور وہ تمام مومنین جنہوں نے سادات کالونی میں فروغ عزاداری میں اپنا کردار ادا کیا، انجمن حیدریہ کی ترقی و کامرانی میں فعال ہوئے۔ وہ جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ پنجتن پاک، شہدائے کربلا بالخصوص حسینؑ مظلوم کے صدقہ میں ہر مصیبت، پریشانی، آزمائش اور ناگہانی سے محفوظ رکھے۔ صحت دے، عمر دراز کرے کہ وہ اسی طرح ذکر حسینؑ، غم حسینؑ کرتے رہیں۔ کوئی غم نہ دے سوائے غمِ حسینؑ کے۔

پروردگار ابتدائی دور کی سادات کالونی میں جو محبت یک جہتی اتحاد و وحدت، شرف انسانیت، احترام آدمیت کا دور دورہ تھا اس بستی کو ایک مرتبہ پھر اس دولت سے مالا مال کردے۔ آمین۔

قطعہ

ہوئے ہیں پیدا جہاں میں نجانے کتنے ظہیر
بنا ہے کوئی شہنشاہ اور کوئی فقیر
ہمیں ہے فخر ظہیر ہم ہیں نوحہ خوانِ حسینؑ
جہاں میں اس سے بڑی اور ہوگی کیا توقیر

(۱۹۷۰ء)

ہوئے ہیں پیدا جہاں میں نجانے کتنے ظہیر — بنا ہے کوئی شہنشاہ اور کوئی فقیر

ہمیں ہے فخر ظہیر ہم ہیں نوحہ خوانِ حسین — جہاں میں اس سے بڑی ہوگی اور کیا توقیر

(۱۹۷۰ء)